کنز المدارس بورڈ کے نصاب میں شامل کتاب

بزرگوں کے عقیدے

فقیہ ملت حضرت علامہ

تصنیف: مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ

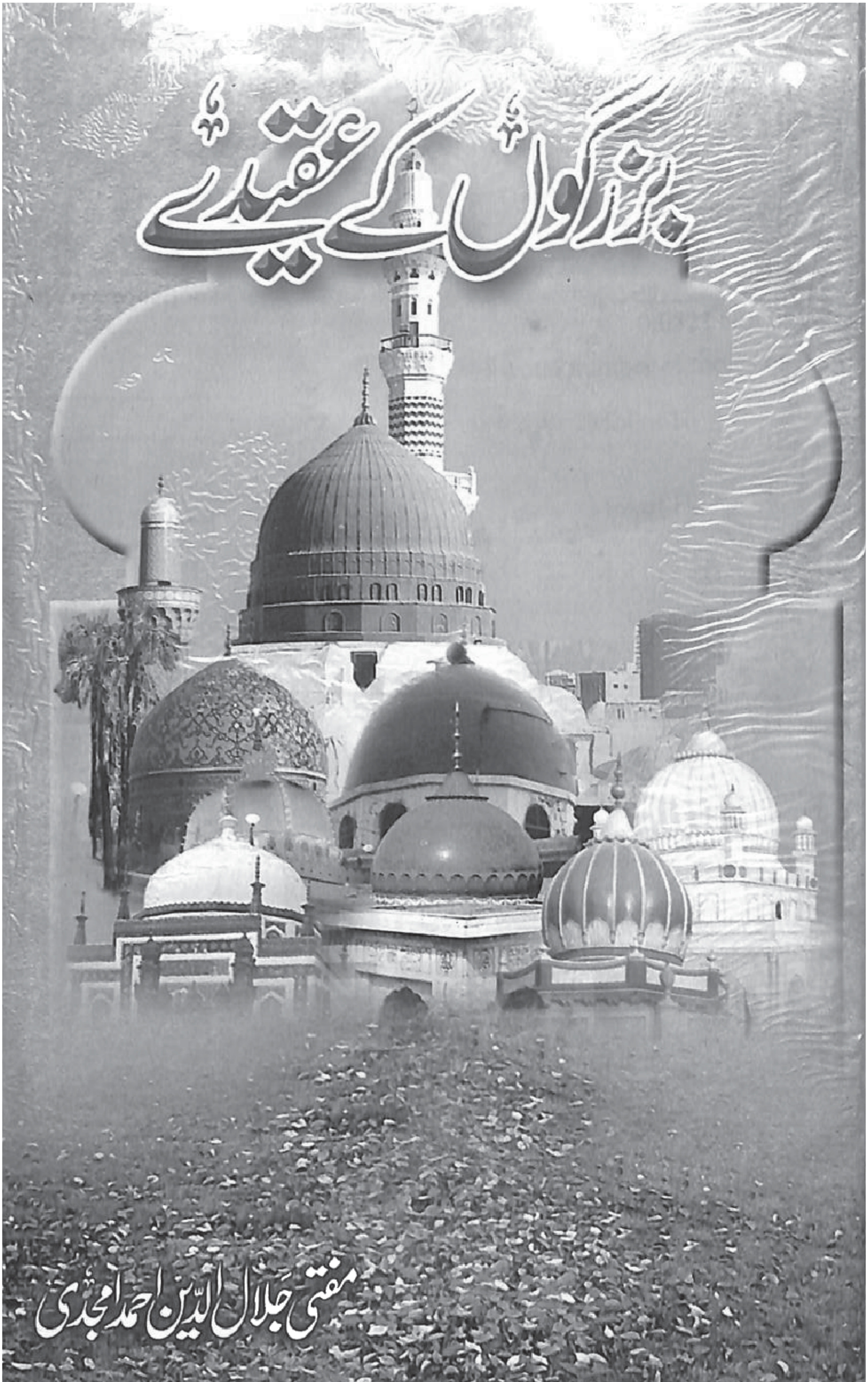
بزرگوںؒ کے عقیدے
مفتی جلال الدّین احمد امجدیؒ

بزرگوں کے عقیدے

”بزرگوں کے عقیدے“ نامی یہ کتاب بعض سنی مدارس کے نصاب میں شامل ہے۔ اس کتاب کے ناشرین نے کئی مقامات پر درود پاک کی جگہ اس کا مخفف ”ص“ لکھا ہے جسے امام اہلسنّت مولانا شاہ احمد رضا خان رحمۃُ اللہ علیہ نے ناجائز و سخت ممنوع فرمایا ہے (”فتاوی رضویہ“، 23/387-388) اسی طرح رضی اللہ عنہم اور رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ رض، رح لکھا ہے۔ ادارہ ان اغلاط کو درست کر کے شائع کرنے کا عزم رکھتا ہے۔ ابھی جو اسکین شدہ کتاب آپ کے پاس موجود ہے اس میں درود شریف کا بالخصوص خیال رکھیں اور جس سے ممکن ہو وہ اس مقام پر مکمل درود پاک لکھ لے۔

(خیر خواہ اہلسنّت)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شرف نتساب

غوثِ صمدانی قطبِ ربانی محبوبِ سبحانی

حضور سیدنا عبدالقادر جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے نام جن کے

قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقْبَةِ كُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ

فرمانے پر ساری دنیا کے بزرگوں نے اپنے اپنے مقام پر گردنیں جھکادیں

اور

پیشوائے اہلسنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا برکاتی بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے نام جنہوں نے بزرگوں کے عقیدے پر قائم رہنے کا ہمیں درس دیا اور اس مقدس گروہ کے نقشِ قدم سے ہٹانے والوں کا قلع قمع کرنے کے لئے رات دن قلم چلایا۔

بزرگوں کے عقیدے کا یہ مجموعہ مندرجہ ذیل ۸۰ کتابوں سے تیار کیا گیا ہے

قرآن مجید	شرح الشفا ملا علی قاری	زبدۃ الاسرار	تاریخ خطیب بغدادی
تفسیر کبیر	نسیم الریاض	انیس الارواح	تاریخ الخلفاء
تفسیر بیضاوی	مواہب لدنیہ	فوائد السالکین	انتباہ الاذکیاء
تفسیر روح البیان	زرقانی	فوائد الفواد	سوانح بابا فرید الدین
تفسیر مدارک	ہدایہ	نزہۃ الخاطر	سیر الاولیاء (اردو)
تفسیر خازن	شرح وقایہ	فیوض الحرمین	نفحات الانس (اردو)
تفسیر معالم التنزیل	فتح القدیر	ازالۃ الخفاء	جامع کرامات اولیاء
تفسیر صاوی	ردالمحتار (شامی)	القول الجمیل	سلطان التارکین
تفسیر عزیزی	عمدۃ الرعایہ	شفاء العلیل	برکات الصالحین
بخاری شریف	مراقی الفلاح	انفاس العارفین (اردو)	الشرف المؤبد
مسلم شریف	طحطاوی علی مراقی	قلائد الجواہر	الخیرات الحسان (اردو)
ترمذی شریف	فتاوی حدیثیہ	ابریز شریف	تبیض الصحیفہ
ابوداؤد شریف	فتاوی عزیزیہ	سبع سنابل	صواعق محرقہ
مشکوٰۃ شریف	شرح عقائد نسفی	فتوح الغیب	الدولۃ المکیہ
شفا شریف	مدارج النبوۃ	قصیدہ نعمانیہ	حدائق الحنفیہ
خصائص کبریٰ	شواہد النبوۃ	قصیدہ غوثیہ	محبوب یزدانی
مؤطا امام محمد	شواہد الحق	اخبار الاخیار (اردو)	ریاحین الوارث
فتح الباری	احیاء العلوم	مکتوبات امام ربانی	مثنوی مولانا روم
مرقاۃ شرح مشکوٰۃ	کشف المحجوب (اردو)	مکتوب سلوک اقرب السبل	احوال المصنفین
اشعۃ اللمعات	بہجۃ الاسرار	طبقات ابن سعد	مفید المفتی

اس کتاب میں

۱	تصرف واختیار کے متعلق	۴۱	بزرگوں کے عقیدے
۲	علمِ غیب کے بارے میں	۵۲	بزرگوں کے عقیدے
۳	حاضروناظر کے متعلق	۱۳	بزرگوں کے عقیدے
۴	تعظیمِ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں	۹	بزرگوں کے عقیدے
۵	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم بے سایہ کے متعلق	۷	بزرگوں کے عقیدے
۶	وسیلہ کے بارے میں	۱۲	بزرگوں کے عقیدے
۷	قبروں کی زندگی کے متعلق	۱۹	بزرگوں کے عقیدے
۸	زیارتِ قبور اور ان سے استفادہ کے متعلق	۱۲	بزرگوں کے عقیدے

درج ہیں اور

جو سب بزرگوں کے عقیدے ہیں وہی ہم اہلسنت والجماعت کے بھی عقیدے ہیں

فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

تعارف

فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد صاحب قبلہ امجدی

آپ ضلع بستی وسدھارتھ نگر کے واحد مرجع فتاویٰ جید مفتی ہیں جن کو نہ صرف روح فتویٰ نویسی کا مکمل ادراک ہے بلکہ فقہ کے غامض مسائل اور جزئیات پر عبور حاصل ہے۔ اور ملک کے صف اول کے مفتیان کرام میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

ولادت ونسب: آپ ۱۳۵۲ھ ۔ ۱۹۳۳ء میں اوجھا گنج ضلع بستی (یوپی) میں پیدا ہوئے۔ اوجھا گنج بستی شہر سے بیس کلومیٹر پچھم فیض آباد روڈ سے تین کلومیٹر دکھن واقع ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ جلال الدین احمد بن جان محمد بن عبدالرحیم بن غلام رسول بن ضیاء الدین بن محمد سالک بن محمد صادق بن عبدالقادر بن مراد علی۔

خاندانی حالات: آپ کا خاندان ٹانڈہ (ضلع فیض آباد) کے پورب علاقہ بڑہر کے مشہور معروف راجپوت خاندان کے ایک فرد مراد سنگھ سے تعلق رکھتا ہے جو اسلامی تعلیمات سے متاثر ہو کر ایمان کی دولت سے سرفراز ہونے کے بعد مراد علی کہلائے۔ اور گھر والوں نے جب دباؤ ڈال کر اسلام سے برگشتہ کرنا چاہا تو زمینداری وتعلقہ داری چھوڑ کر ضلع فیض آباد کی مشہور مسلم آبادی شہزاد پور میں سکونت اختیار کر لی۔ ان کی اولاد میں ضیاء الدین مرحوم بغرض تجارت ضلع بستی میں آتے رہے۔ اسی اثناء میں اوجھا گنج کے مسلمانوں سے تعلقات پیدا ہو گئے تو زمین خرید کر اسی آبادی میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔

آپ کے والد گرامی جان محمد مرحوم بڑے متقی و پرہیز گار تھے' دینداری اور نماز کی انتہائی پابندی ان کا نشانِ زندگی رہا۔ ابتدائے جوانی میں ان کو جامع مسجد کا امام مقرر کیا گیا تو وہ محض رضائے الٰہی کی خاطر بلا معاوضہ زندگی بھر پابندی کے ساتھ نماز پنجگانہ اور جمعہ وعیدین کی امامت فرماتے رہے۔ اور معاملات میں اتنے صحیح تھے کہ اوجھا گنج سے تقریباً چار کلومیٹر دور ندی کے اس پار پنڈول گھاٹ کے کسی آدمی سے ایک پیسہ کا (جب کہ ایک روپے کے چونسٹھ پیسے ہوتے تھے) دہی ادھار خریدا۔ اس کے بعد دریا میں سیلاب آ گیا جس کے سبب وہ شخص کئی روز تک اوجھا گنج میں نہیں آ سکا اور پھر شاید وہ بھول گیا تو ایک پیسہ اس کے گھر پہنچانے کے لئے آپ کے والد گرامی بے چین ہو گئے۔ یہاں تک کہ اس کے لئے چار کلومیٹر پیدل چلے اور دریا پار کرنے کے بعد پیسہ اس کے گھر

پہنچایا۔

آبادی اور قرب وجوار کے لوگ احتراما ان کو میاں جی کہتے تھے۔اور ۱۳۶۴ھ۔۱۹۴۵ء میں موسلا دھار بارش کے ساتھ جب کہ ان کی چھتری پر ایسی بجلی گری کہ ساتھ کے تین آدمی فوراً مر گئے اور وہ بچ گئے تو ہر ایک نے یہی کہا یہ ان کی کرامت ہے۔اس لئے کہ چھتری پر آسمان کی بجلی گرے اور اس کے نیچے کا آدمی بچ جائے۔ یہ بات سمجھ میں آنے والی نہیں ہے۔اس واقعہ کے چھ سال بعد ۲۰ ذولحجہ ۱۳۷۰ھ۔۱۹۵۱ء میں ان کا انتقال ہوا۔

آپ کی والدہ محترمہ بی بی رحمت النساء مرحومہ ایک دیندار گھرانے کی لڑکی تھیں۔ نماز اور صبح تلاوت قرآن مجید کی بے حد پابند تھیں۔دعائے گنج العرش اور درود لکھی ان کو زبانی یاد تھے جنہیں وہ روزانہ پڑھا کرتی تھیں۔آبادی ے اندر تقویٰ اور پرہیز کاری میں اپنی مثال نہیں رکھتی تھیں۔ دوسرے کا مال کہیں غلطی سے تصرف میں نہ آجائے اس کا بھی بڑا خیال رکھتی تھیں اس لئے ایک ہی دوکاندار کے یہاں سے ہمیشہ غلہ وغیرہ آتا تھا جو کبھی کم نہیں تولتا تھا مگر اس کے باوجود وہ دوکاندار کے یہاں سے آئی ہوئی تمام چیزوں کو ہمیشہ دوبارہ تولنے کے بعد ہی کام میں لاتی تھیں تا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بھول کر دوکاندار کوئی چیز ہمیں زیادہ دیدے اور ہم غلطی سے اس کو اپنے کام میں لے آئیں۔چنانچہ ایک بار دوکاندار نے اپنی سمجھ سے چار پنسیری (۷ کلو) غلہ دیا جو پانچ پنسیری تھا تو انھوں نے تولنے کے بعد ایک پنسیری غلہ واپس کردیا۔

صاحب ہدایہ حضرت ابوالحسن علی مرغینانی علیہ الرحمتہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ خریدار کو خریدی ہوئی چیز کا بیچنا اور کھانا جائز نہیں ہے جب تک کہ وہ دوبارہ ناپ تول نہ کرلے اس لئے کہ نبی اکرم ﷺ نے غلہ کو بیچنے سے منع فرمایا ہے جب تک کہ اس میں دو ناپ نہ ہو جائیں۔ بیچنے والے کا ناپ اور خریدنے والے کا ناپ۔اور اس لئے کہ خریدی ہوئی چیز کے زیادہ ہو جانے کا احتمام ہے جو بیچنے والے کی ہے۔اور غیر کے مال میں تصرف حرام ہے۔لہذا اس سے بچنا ضروری ہے۔

(ہدایہ جلد ثالث ص ۵۹)

ظاہر ہے کہ فقیہ ملت قبلہ کی والدہ محترمہ کو شریعت کے اس مسئلہ کی خبر نہیں تھی مگر فطری طور پر ان کا مزاج شریعت کے مطابق تھا اس لئے وہ دوکاندار کے یہاں سے آیا ہوا غلہ بغیر دوبارہ تولے ہوئے کام میں نہیں لاتی تھیں۔اور صفائی ستھرائی میں ان کا یہ عالم تھا کہ باغ سے چنی ہوئی لکڑیوں کو دھو کر سکھا لیتی تھیں اس کے بعد جلاتی تھیں۔۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۲ اپریل ۱۹۷۹ء کو ان کا انتقال ہوا۔

حضرت فقیہ ملت قبلہ کے بڑے بھائی محمد نظام الدین مرحوم جنہوں نے آپ کو عالم دین بننے کا

ذہن زیادہ بھی بڑے متقی پرہیز گار اور دیندار تھے ایک بار انہوں نے ٹانڈہ ضلع فیض آباد میں ایک مہاجن کے ہاتھ کچھ مال بیچا۔ اس نے پیسے کے ساتھ حساب کا کاغذ بھی دیا۔ جب وہ گھر آئے اور حساب کو بغور دیکھا تو معلوم ہوا کہ حساب لکھنے میں مہاجن غلطی کر گیا اور چار آنے (موجودہ زمانے کے پچیس پیسے) زیادہ دے دیئے۔ پھر انہوں نے حساب کا کاغذ کئی لوگوں کو دکھایا تو ہر ایک نے یہی کہا کہ حساب غلط ہوگیا۔ جس کے سبب چار آنے پیسے آپ کو زیادہ مل گئے۔ تو دوسرے دن وہ چار آنے پیسے لے کر مہاجن کو واپس کرنے کے لئے ٹانڈہ پہنچ گئے۔

جب وہ کاغذ کے ساتھ چار آنے پیسے مہاجن کے ہاتھ میں دیئے اور اس نے حساب دیکھا تو اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اور جب اسے معلوم ہوا کہ اوجھا گنج ضلع بستی سے پیدل چل کر یہ چار آنے پیسے واپس کرنے آئے ہیں جو ٹانڈہ سے تقریباً تیس کلومیٹر ہے اور راستہ میں دو دریا "منور" اور گھاگھر حائل ہیں تو قلم کو دانت سے دبا کر نظام الدین صاحب کو سر سے پیر تک بڑی حیرت کے ساتھ دیر تک دیکھتا رہا جو اپنے لباس وغیرہ کے اعتبار سے تو معمولی آدمی نظر آرہے تھے مگر ان کی سچائی آسمان کی بلندیوں کو چھو رہی تھی۔ ۴ رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

تعلیم: فقیہ ملت قبلہ نے ناظرہ اور حفظ کی تعلیم مقامی مولوی محمد زکریا مرحوم سے حاصل کی۔ سات سال کی عمر میں قرآن مجید ناظرہ ختم کیا اور ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۹۴۴ء یعنی ساڑھے دس سال کی عمر میں حفظ مکمل کیا۔ فارسی آمدنامہ، التفات گنج ضلع فیض آباد میں وہاں کے مقامی مولانا عبدالرؤف سے پڑھی۔ اور فارسی کی دوسری کتابوں کی تعلیم مولانا عبدالباری ڈھلموی سے حاصل کی اور عربی کی ابتدائی کتابیں بھی انہیں سے پڑھیں۔

جب التفات گنج کے مدرسہ کا نصاب آپ نے مکمل کرلیا تو ۱۹۴۷ء کی تقسیم کے فوراً بعد ناگپور (مہاراشٹر) چلے گئے۔ دن بھر کام کرتے جس سے پچیس روپئے ماہانہ اپنے والدین کی خدمت کرتے اور اپنے کھانے وغیرہ کا انتظام کرتے۔ اور بعد مغرب اپنے دس ساتھیوں کے ہمراہ تقریباً بارہ بجے رات تک حضرت علامہ ارشد القادری صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ سے مدرسہ شمس العلوم میں پڑھتے اور صبح بعد نماز فجر ایک بہاری جو قرأت سبعہ کا قاری تھا اور اپنی بدمذہبی چھپائے ہوئے تھا اس سے فن قرأت حاصل کرتے۔ اس طرح ناگپور میں آپ کی تعلیم کا سلسلہ آخر تک جاری رہا۔ یہاں تک کہ ۲۴ شعبان ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۹ مئی ۱۹۵۲ء کو حضرت علامہ نے آپ کو سند فراغت عطا فرما کر دستار بندی فرمائی۔

حضرت علامہ نے ناگپور سے جمشید پور جا کر مدرسہ فیض العلوم قائم فرمایا اور آپ کو وہاں بلالا مگر بروقت مدرسہ فیض العلوم میں مدرس کی ضرورت نہ تھی اس لئے آپ کو مکتب میں پڑھانے کے

لئے مقرر کیا گیا تو چار ماہ بعد دل برداشتہ ہو کر حضرت علامہ کی اجازت سے آپ گھر چلے آئے۔

جمادی الاولیٰ ۱۳۷۴ھ مطابق جنوری ۱۹۵۵ء میں شعیب الاولیاء حضرت شاہ محمد یار علی صاحب قبلہ اور حضرت مولانا حشمت علی خاں صاحب قبلہ علیہما الرحمۃ والرضوان کے مشورہ سے آپ مدرسہ قادریہ رضویہ بھاؤپور ضلع بستی کے مدرس مقرر ہوئے۔ اسی درمیان حضرت شعیب الاولیاء قبلہ نے مکتب فیض الرسول کو دارالعلوم بنا دیا تو آپ بھاؤپور سے مستعفی ہو کر براؤں شریف آ گئے اور یکم ذوالحجہ ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۰ جولائی ۱۹۵۶ء سے دارالعلوم فیض الرسول کے مدرس ہو گئے تو پھر فیض الرسول آپ کا اور آپ فیض الرسول کے ہو گئے۔

فتویٰ نویسی: ۲۴ صفر المظفر ۱۳۷۷ھ۔ ۱۹۵۷ء کو ۲۴ سال کی عمر میں آپ نے پہلا فتویٰ لکھا۔ پھر پچیس سال تک ملک اور بیرون ملک سے آئے ہوئے ہزاروں فتاوے بڑی تحقیق سے لکھے جو قدر کی نگاہوں سے دیکھے گئے مگر اب دماغی کمزوری کے سبب فتویٰ نویسی سے مستعفی ہو کر فیض الرسول ہی میں صرف شعبہ تعلیم کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ بنام فتاویٰ فیض الرسول جلد اول کتاب العقائد سے کتاب الرضاع تک ۱۴۱۱ھ میں چھپ کر منظر عام پر آ چکا ہے۔ اور دوسری جلد کتاب الطلاق سے کتاب الفرائض تک عنقریب طباعت کی منزل سے گزرنے والی ہے۔

تصنیفات: فتاویٰ کے علاوہ آپ نے متعدد کتابیں بھی لکھی ہیں جو اسلام و سنیت کے لئے بے انتہا مفید اور بے حد مقبول ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔ انوار الحدیث اردو ہندی۔ عجائب الفقہ (فقہی پہیلیاں) زیر نظر کتاب بزرگوں کے عقیدے۔ خطبات محرم انوار شریعت (اچھی نماز) اردو، ہندی تعظیم نبی علیہ السلام، حج و زیارت، معارف القرآن، علم اور علماء، باغ فدک اور حدیث قرطاس، سید الاولیاء (سید احمد کبیر رفاعی) محققانہ فیصلہ اردو ہندی ضروری مسائل، گلدستہ مثنوی، بدمذہبوں سے رشتے اردو ہندی، نورانی تعلیم مکمل چھ حصے۔

ان میں سے اب تک چودہ کتابیں بیرون ملک چھپ کر حجاز مقدس، بحرین دوحہ، دوبئی، دمام، ترکی، عراق، فرانس، برطانیہ، جاپان اور امریکہ وغیرہ تک مسلمانوں کی لائبریریوں اور ان کے گھروں میں پہنچ گئیں اور ہندی داں طبقہ کے لئے علمائے اہلسنت میں سب سے پہلے آپ ہی نے انوار شریعت کو ہندی میں چھپوا کر کتب خانہ امجدیہ سے شائع کیا۔

آپ کی منفرد خدمات: قرآن مجید کی کتابت و طباعت کی صحت کا ہر زمانے میں بہت اہتمام کیا گیا ہے مگر چند سال قبل کچھ دنیا دار ناشرین قرآن کریم (مع ترجمہ رضویہ) کو نہایت غیر ذمہ داری و لاپرواہی سے کثیر غلطیوں کے ساتھ شائع کر رہے تھے تو ہندو پاکستان میں صرف آپ نے ان

کے خلاف قلم اٹھایا اور بار بار ضروری تصحیح کے عنوان سے ماہناموں میں مضمون شائع کیا یہاں تک کہ ناشرین کو صحیح متن کے ساتھ قرآن مجید چھاپنے پر مجبور کیا۔ اور جو ترجمہ کنز الایمان مع تفسیر خزائن العرفان کے ساتھ قرآن کریم کی جھوٹی فہرست شائع کی جارہی ہے اور اس سے سنیت کو نقصان پہنچ رہا ہے اس کے غلط ہونے کا اعلان صرف آپ نے کیا۔

فقہ حنفی کی عظیم کتاب بہار شریعت میں جو گمراہ کن تحریف کی مذموم حرکت کی گئی کہ اس کے مثبت مسائل کو منفی اور منفی کو مثبت بنا کر چھاپا گیا تو اس کے متعلق صرف آپ نے قلم اٹھا کر چند غلطیوں کو بطور ثبوت پیش کرتے ہوئے ناشر کے خلاف مضمون شائع کیا اور اس کی مطبوعہ بہار شریعت کے بائیکاٹ کرنے کا اعلان فرمایا۔ اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے لکھے ہوئے بہار شریعت کے حصول کی افادیت کو بڑھانے کے لئے کسی نے آج تک اس پر کچھ کام نہ کیا صرف فقیہ ملت قبلہ نے حصہ سوم پر تعلیق اور حوالے کی کتابوں کا جلد وصفحہ ۱۴۰۱ھ میں تحریر فرمایا اور اسی وقت اس کی کتابت بھی ہوگئی مگر نہ معلوم کس مصلحت نے دائرۃ المعارف الامجدیہ گھوسی نے آج تک نہ اسے چھپوایا اور نہ کسی دوسرے کو چھاپنے کیلئے دیا۔

بیعت وخلافت: حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے وصال فرمانے سے چند ماہ قبل آپ کو حضرت سے شرف بیعت حاصل ہوا مگر ابھی تک آپ نے بعض مصالح کے پیش نظر کسی سے خلافت نہیں لی تھی یہاں تک کہ حضور احسن العلماء قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ نے مارہرہ مطہرہ میں عرس قاسمی کے موقع پر ۱۴۱۲ھ میں آپ کی خلافت کا اعلان فرمایا۔ اور ۱۴۱۳ھ میں جب اسی عرس کے موقع پر حضرت فقیہ ملت قبلہ مارہرہ مطہرہ حاضر ہوئے تو حضور احسن العلماء قبلہ نے خلافت کی ایک مخصوص مجلس میں آپ کی دستار بندی فرمائی۔

ہمارے نزدیک سب سے زیادہ قابل قدر آپ کا وہ خلوص عمل اور جذبہ دل ہے جس نے اسلام وسنیت کی ترویج واشاعت کی خاطر آپ کو ہمیشہ فعال ومتحرک رکھا۔

دعا ہے کہ خدائے عزوجل آپ کے سایہ عاطفت کو ہم لوگوں کے سروں پر تادیر قائم رکھے اور آپ کے فیوض وبرکات سے رہتی دنیا تک مسلمانوں کو مستفید فرماتا رہے۔ اٰمِیْن بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰاحِمِیْن.

انوار احمد قادری

منیجر وناظم اعلیٰ مدرسہ امجدیہ ارشد العلوم (انڈیا)

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ
تصرف واختیار	۱۷
انبیائے کرام کے عقیدے	۱۷
حضور سید عالم کا عقیدہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)	۱۷
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ	۲۴
صحابۂ کرام کے عقیدے	۲۵
حضرت فاروقِ اعظم کا عقیدہ	۲۵
حضرت انس کا عقیدہ	۲۷
حضرت ابوہریرہ کا عقیدہ	۲۸
محدثین کے عقیدے	۳۲
حضرت امام بخاری کا عقیدہ	۳۲
حضرت امام مسلم کا عقیدہ	۳۵
حضرت امام ترمذی کا عقیدہ	۳۷
حضرت امام قاضی عیاض کا عقیدہ	۳۸
ایک اعتراض اور اس کا جواب	۴۰
حضرت علامہ خطیب تبریزی کا عقیدہ	۴۱
حضرت علامہ جلال الدین سیوطی کا عقیدہ	۴۲
حضرت علامہ شطنوفی کا عقیدہ	۴۵
شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا عقیدہ	۴۹
حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا عقیدہ	۴۰

عنوان	صفحہ
حضرت علامہ نبہانی کا عقیدہ	۵۵
حضرت علامہ تادنی کا عقیدہ	۵۸
آئمہ عظام کے عقیدے	۴۶
حضرت امام ابومنصور ماتریدی کا عقیدہ	۶۴
حضرت امام رازی کا عقیدہ	۶۵
حضرت علامہ شامی کا عقیدہ	۶۷
اولیائے کرام کے عقیدے	۶۸
حضور سیدنا غوثِ اعظمؓ کا عقیدہ	۶۸
حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کا عقیدہ	۷۶
حضرت شیخ علی بن ہیتی کا عقیدہ	۷۸
حضرت سید احمد کبیر رفاعی کا عقیدہ	۷۹
حضرت شیخ عدی کا عقیدہ	۸۱
حضرت شیخ ماجد کردی کا عقیدہ	۸۵
شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کا عقیدہ	۸۷
حضرت عبدالعزیز دباغ کا عقیدہ	۹۰
حضرت خواجہ عثمان ہارونی کا عقیدہ	۹۳
حضرت خواجہ اجمیری کا عقیدہ	۹۵
حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کا عقیدہ	۹۸
حضرت مولانا رومی کا عقیدہ	۱۰۰
حضرت علامہ جامی کا عقیدہ	۱۰۴
حضرت خواجہ بختیار کاکی کا عقیدہ	۱۰۷
حضرت صوفی حمید الدین ناگوری کا عقیدہ	۱۱۰

عنوان	صفحہ
حضرت فرید الدین گنج شکر کا عقیدہ	۱۱۱
حضرت مخدوم جہانگیر سمنانی کا عقیدہ	۱۱۴
حضرت خواجہ باقی باللہ کا عقیدہ	۱۱۶
حضرت خواجہ خورد فرزند باقی باللہ کا عقیدہ	۱۱۸
حضرت ابنِ مجدد الف ثانی کا عقیدہ	۱۱۹
حضرت حاجی وارث علی شاہ کا عقیدہ	۱۲۱
علم غیب	۱۲۳
انبیائے کرام کے عقیدے	۱۲۳
حضور سید عالم کا عقیدہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)	۱۲۳
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ	۱۲۷
حضرت فاطمہ زہراء اور امہات المومنین کے عقیدے (رضی اللہ تعالیٰ عنہن)	۱۲۷
صحابۂ کرام کے عقیدے	۱۲۸
حضرت ابوبکر صدیق کا عقیدہ	۱۲۹
حضرت عمرِ فاروق کا عقیدہ	۱۲۹
حضرت عثمانِ غنی کا عقیدہ	۱۳۱
حضرت علی مرتضیٰ کا عقیدہ	۱۳۱

عنوان	صفحہ
مفسرین کا عقیدہ	۱۳۳
علامہ امام رازی کا عقیدہ	۱۳۳
علامہ قاضی بیضاوی کا عقیدہ	۱۳۳
علامہ اسمٰعیل حقی کا عقیدہ	۱۳۴
علامہ خازن کا عقیدہ	۱۳۴
علامہ ابو محمد بغوی کا عقیدہ	۱۳۵
علامہ شیخ احمد صاوی کا عقیدہ	۱۳۵
محدثین کا عقیدہ	۱۳۶
حضرت امام بخاری کا عقیدہ	۱۳۶
حضرت امام مسلم کا عقیدہ	۱۳۸
حضرت امام ترمذی کا عقیدہ	۱۴۰
حضرت امام ابوداؤد کا عقیدہ	۱۴۱
حضرت امام دارمی کا عقیدہ	۱۴۲
علامہ خطیب تبریزی کا عقیدہ	۱۴۲
علامہ قاضی عیاض کا عقیدہ	۱۴۴
علامہ جلال الدین سیوطی کا عقیدہ	۱۴۵
حضرت علامہ عسقلانی کا عقیدہ	۱۴۷
حضرت علامہ زرقانی کا عقیدہ	۱۴۷
حضرت ملا علی قاری کا عقیدہ	۱۴۹
شیخ عبد الحق محدث دہلوی کا عقیدہ	۱۵۱
حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا عقیدہ	۱۵۲

عنوان	صفحہ
شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا عقیدہ	۱۵۷
حضرت علامہ یوسف نبہانی کا عقیدہ	۱۵۷
اولیائے کرام کے عقیدے	۱۶۱
حضرت امام باقر کا عقیدہ	۱۶۱
حضرت امام ابو جعفر صادق کا عقیدہ	۱۶۳
حضرت امام موسیٰ کاظم کا عقیدہ	۱۶۴
حضرت امام علی رضا کا عقیدہ	۱۶۵
حضرت امام محمد تقی کا عقیدہ	۱۶۷
حضرت امام علی عسکری کا عقیدہ	۱۶۷
حضرت امام حسین زکی کا عقیدہ	۱۶۸
حضرت سیدنا غوث اعظم کا عقیدہ	۱۶۹
حضرت جنید بغدادی کا عقیدہ	۱۷۱
حضرت بایزید بسطامی کا عقیدہ	۱۷۳
حضرت شیخ سہاب الدین سہروردی کا عقیدہ	۱۷۴
حضرت داتا گنج بخش کا عقیدہ	۱۷۵
حضرت علامہ شطنوفی کا عقیدہ	۱۷۷
حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند کا عقیدہ	۱۸۰
حضرت مولانا رومی کا عقیدہ	۱۸۲
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کبھی کسی چیز کو نہ جاننے کی وجہ	۱۸۴
حضرت علامہ امام غزالی کا عقیدہ	۱۸۵
سلطان الہند خواجہ اجمیری کا عقیدہ	۱۸۶
حضرت خواجہ بختیار کاکی کا عقیدہ	۱۸۷
حضرت فرید الدین گنج شکر کا عقیدہ	۱۸۹
حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء کا عقیدہ	۱۹۲
حضرت شیخ حسین افغان کا عقیدہ	۱۹۵

عنوان	صفحہ
حضرت شرف الدین یحییٰ منیری کا عقیدہ	۱۹۶
حضرت مخدوم جہانگیر سمنانی کا عقیدہ	۱۹۷
حاضر و ناظر	۲۰۰
حضور سید عالم کا عقیدہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)	۲۰۰
محدثین کا عقیدہ	۲۰۱
امام ترمذی اور صاحبِ مشکوٰۃ کا عقیدہ	۲۰۱
شارح بخاری علامہ عسقلانی کا عقیدہ	۲۰۲
علامہ جلال الدین سیوطی کا عقیدہ	۲۰۳
قاضی عیاض اور ملا علی قاری کا عقیدہ	۲۰۳
شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا عقیدہ	۲۰۴
حضرت علامہ خفاجی کا عقیدہ	۲۰۵
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا عقیدہ	۲۰۶
حضرت علامہ نبہانی کا عقیدہ	۲۰۷
تعظیم	۲۱۱
حضور سید عالم کا عقیدہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)	۲۱۱
حضرت امام بخاری کا عقیدہ	۲۱۳
حضرت امام مالک کا عقیدہ	۲۱۴
حضرت امام قاضی عیاض کا عقیدہ	۲۱۵
صاحبِ ہدایہ علامہ مرغینانی کا عقیدہ	۲۱۷
حضرت ملا علی قاری کا عقیدہ	۲۱۹
حضرت امام تقی الدین سبکی کا عقیدہ	۲۲۰

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
حضرت خواجہ بختیار کاکی کا عقیدہ	۲۲۱	علامہ جلال الدین سیوطی کا عقیدہ	۲۳۸
محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیاء کا عقیدہ	۲۲۲	شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا عقیدہ	۲۴۰
حضور کا جسمِ بے سایہ (صلی اللہ علیہ وسلم)	۲۲۳	**قبروں کی زندگی**	۲۴۱
حضرت عثمان غنی کا عقیدہ	۲۲۳	حضور سیدِ عالم کا عقیدہ (صلی اللہ علیہ وسلم)	۲۴۱
حضرت ذکوان تابعی کا عقیدہ	۲۲۳		
حضرت امام قاضی عیاض کا عقیدہ	۲۲۴	**محدثین کا عقیدہ**	۲۴۱
علامہ جلال الدین سیوطی کا عقیدہ	۲۲۴	علامہ جلال الدین سیوطی کا عقیدہ	۲۴۱
حضرت مجدد الف ثانی کا عقیدہ	۲۲۵	حضرت ملا علی قاری کا عقیدہ	۲۴۲
شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا عقیدہ	۲۲۶	شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا عقیدہ	۲۴۳
شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا عقیدہ	۲۲۶	علامہ شہاب الدین خفاجی کا عقیدہ	۲۴۴
		شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا عقیدہ	۲۴۴
وسیلہ	۲۲۷	حضرت علامہ نبہانی کا عقیدہ	۲۴۶
حضور سید عالم کا عقیدہ (صلی اللہ علیہ وسلم)	۲۲۷	**فقہا کا عقیدہ**	۲۴۷
حضرت عمر فاروقِ اعظم کا عقیدہ	۲۲۸	صاحب نور الایضاح کا عقیدہ	۲۴۷
حضرت امیر معاویہ کا عقیدہ	۲۲۹	علامہ ابنِ حجر مکی کا عقیدہ	۲۴۸
حضور سیدنا غوثِ اعظم کا عقیدہ	۲۳۰		
حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا عقیدہ	۲۳۱	**اولیاء اللہ کے عقیدے**	۲۴۸
حضرت امام مالک کا عقیدہ	۲۳۴	حضور سیدنا غوثِ اعظم کا عقیدہ	۲۴۸
حضرت امام شافعی کا عقیدہ	۲۳۴	حضرت شیخ علی بن ہیتی کا عقیدہ	۲۴۹
حضرت امام احمد بن حنبل کا عقیدہ	۲۳۵	حضرت سید احمد کبیر رفاعی کا عقیدہ	۲۵۰
صاحب شرح وقایہ کا عقیدہ	۲۳۶	حضرت خواجہ عثمان ہارونی کا عقیدہ	۲۵۱
صاحب فتح القدیر کا عقیدہ	۲۳۷	سلطان الہند خواجہ اجمیری کا عقیدہ	۲۵۲

عنوان	صفحہ
حضرت فرید الدین گنجِ شکر کا عقیدہ	۲۵۲
حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء کا عقید	۲۵۲
حضرت علامہ جامی کا عقیدہ	۲۵۴
زیارتِ قبور اور ان سے استفادہ	۲۵۵
حضور سیدِ عالم کا عقیدہ (صلی اللہ علیہ وسلم)	۲۵۵
حضرت امام شافعی کا عقیدہ	۲۵۶
حضرت علامہ صاوی کا عقیدہ	۲۵۷
حضرت صوفی حمید الدین ناگوری کا عقیدہ	۲۵۷
حضرت محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیاء کا عقیدہ	۲۵۷
حضرت علامہ جامی کا عقیدہ	۲۵۹
حضرت علامہ ابن حجر مکی کا عقیدہ	۲۵۹
شیخ عبد الحق محدث دہلوی کا عقیدہ	۲۶۰
حضرت سید احمد طحطاوی کا عقیدہ	۲۶۰
علامہ ابنِ عابدین شامی کا عقیدہ	۲۶۱
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا عقیدہ	۲۶۱
شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کا عقیدہ	۲۶۲
غیر صحابہ کو	۲۶۴
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا کیسا؟	۲۶۴

*****

نگاہِ اولین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس طرح دعا کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اے اللہ! ہمیں سیدھا راستہ چلا۔ ان لوگوں کا راستہ کہ جن پر تو نے احسان فرمایا۔(۱)

جن پر اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا ان کا ذکر پانچویں پارہ میں یوں ہے۔ جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا کہ جن پر اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا۔ یعنی انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین کے ساتھ (۲)

ان دونوں آیتوں کے ملانے سے صاف ظاہر ہے کہ انبیائے کرام و بزرگان دین ہی کا طریقہ سیدھا راستہ ہے۔ لیکن آج کل بہت سے لوگ بزرگان دین کے عقیدے اور ان کے طریقے سے مسلمانوں کو بہکا رہے ہیں۔ اس لئے ہم نے آسان انداز میں چند مسائل پر بزرگوں کے عقیدے اس کتاب میں لکھ دیئے۔ تاکہ مسلمان ان کے عقیدے پر قائم رہیں اور کسی بہکانے والے کے فریب میں نہ آئیں۔

کتاب ہذا میں انبیائے کرام علیہم السلام کے بھی ایمان وعقیدے لکھے گئے ہیں۔ اس لئے کہ کسی چیز کو حق جان کر دل میں جمائے ہوئے یقین کو ایمان وعقیدہ کہتے ہیں تو یہ حضرات جس طرح خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور اپنی نبوت پر ایمان وعقیدہ رکھتے ہیں اور اس کی تبلیغ واشاعت کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ اپنے بارے میں تصرف واختیار، علم غیب اور وسیلہ وغیرہ کا بھی ایمان وعقیدہ رکھتے ہیں اور اپنے قول وفعل سے ان کی نشر واشاعت کرتے ہیں۔

اور اس کتاب میں چونکہ بزرگوں کو بہت سے مقامات پر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا گیا ہے جس پر بعض لوگوں کو اعتراض ہوسکتا ہے۔ اس لئے غیر صحابہ کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے اور لکھنے کا مفصل فتویٰ بھی کتاب کے آخر میں ضم کر دیا گیا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ و رسول جل جلالہ و ﷺ کی بارگاہ میں یہ کتاب مقبول ہو اور مسلمانوں کے لئے مفید ہو۔ ایمان پر ہمارا خاتمہ ہو اور قیامت کے دن حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ کی شفاعت نصیب ہو۔ آمین بحرمۃ النبی الکریم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوات واکمل التسلیم۔

جلال الدین احمد امجدی

۱۰ شوال المکرم ۱۴۱۳ھ ۱۳ اپریل ۱۹۹۳ء

تصرّف

انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیائے عظام علیہم الرحمۃ والرضوان کو خدائے تعالیٰ عالم میں تصرف کرنے کا اختیار دیتا ہے یا نہیں؟ اس کے بارے میں سرکار اقدس ﷺ اور صحابہ کرام محدثین عظام فقہائے اسلام اور بزرگان دین کے عقیدے ملاحظہ ہوں۔

انبیائے کرام کے عقیدے

حضور سید عالم ﷺ کا عقیدہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا۔

اَھْلُ مَکَّۃَ سَأَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّرِیَھُمْ اٰیَۃً فَاَرَاھُمُ الْقَمَرَ شِقَّتَیْنِ حَتّٰی رَأَوْا حِرَاءً بَیْنَھُمَا۔

مکہ والوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ آپ کوئی معجزہ دکھائیں تو سرکار اقدس نے چاند کے دو ٹکڑے فرما کر انہیں دکھا دیا۔ یہاں تک کہ مکہ والوں نے حراء پہاڑ کو چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان دیکھا (بخاری شریف ج ا ص ۵۴۶)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا۔

اِنْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِرْقَتَیْنِ۔ فِرْقَۃٌ فَوْقَ الْجَبَلِ وَفِرْقَۃٌ دُوْنَہٗ۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارکہ میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر تھا اور دوسرا ٹکڑا اس کے نیچے۔ (بخاری شریف ج ۲ ص ۷۲۱)

اور حضرت علامہ جامی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنی مشہور کتاب یوسف زلیخا میں تحریر فرماتے ہیں۔

دونوں شد دور میم از حلقہ ماہ
چہل را ساخت شصت او دو پنجاہ
چاند کے گھیرا کی میم کا دائرہ دونون ہوگیا
چالیس کو ان کے ساٹھ نے دو پچاس بنا دیا دونوں

یعنی لفظ ماہ کے شروع میں جو حرف میم ہے اس کے عدد ہیں، چالیس اور ''سبابہ'' جس کے معنی

ہیں، انگشتِ شہادت کا پہلا حرف سین ہے جس کے عدد ہیں ساٹھ اور نون کے عدد ہیں پچاس، شعر کا خلاصہ یہ ہوا کہ مختار دو عالم ﷺ نے انگشت شہادت کے اشارہ سے چاند کی گولائی کو جو میم کے دائرہ کی طرح ہے دو ٹکڑے فرما کر ''دو'' نون کی شکل میں کر دیا۔

ڈاکٹر اقبال لکھتے ہیں۔

پنجہ او پنجہ حق می شود
ماہ از انگشتِ او شق می شود

حضور ﷺ علیہ وسلم کا پنجہ خدا تعالیٰ کا پنجہ ہو گیا کہ چاند ان کی انگلی مبارک سے دو ٹکڑے ہو گیا۔

اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ حضور سید عالم ﷺ کا یہ عقیدہ تھا کہ خدائے تعالیٰ نے مجھے چاند پر تصرف کی قوت بخشی ہے۔ اسی لئے آپ نے اسے انگلی سے اشارہ فرما کر دو ٹکڑے کر دیا۔ اگر حضور ﷺ کا ایسا عقیدہ نہ ہوتا تو اشارہ کرنا تو بہت بڑی بات ہے آپ ایک لمحہ کے لئے اسے سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ جیسے ایک آدمی جب پہاڑ کی بہت بڑی چٹان کو دیکھتا ہے تو اسے اپنے ہاتھوں سے اٹھانے کو ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں سوچتا مگر وہی شخص جب چٹان کا چھوٹا ٹکڑا دیکھتا ہے اور یہ جانتا ہے کہ میں پتھر کے اس ٹکڑے کو اٹھا سکتا ہوں تو وہ اس کی جانب متوجہ ہوتا ہے اور اس کے اٹھانے کی کوشش کرتا ہے پھر جب وہ پتھر کے ٹکڑے کو اٹھا لیتا ہے تو واضح طور پر یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ خدائے تعالیٰ نے اس پتھر کے اٹھانے کی قوت اس کو عطا فرمائی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ

اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاِنَاءٍ وَھُوَ بِالزَّوْرَاءِ فَوَضَعَ یَدَہٗ فِی الْاِنَاءِ فَجَعَلَ الْمَاءُ یَنْبَعُ مِنْ بَیْنِ اَصَابِعِہٖ فَتَوَضَّأَ الْقَوْمُ. قَالَ قَتَادَۃُ قُلْتُ لِاَنَسٍ کَمْ کُنْتُمْ قَالَ ثَلٰثَ مِائَۃٍ اَوْزُھَاءَ ثَلٰثِ مِائَۃٍ.

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پانی کا ایک برتن پیش کیا گیا اور آپ زوراء کے مقام پر تھے۔ آپ نے برتن کے اندر اپنا دست مبارک رکھ دیا تو آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑے اور سب لوگوں نے وضو کر لیا۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ لوگ کتنے تھے؟ جواب دیا تین سو یا تین سو کے لگ بھگ۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۰۴)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ

کُنَّا نَعُدُّ الْاٰیَاتِ بَرَکَۃً وَاَنْتُمْ تَعُدُّوْنَھَا تَخْوِیْفًا کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَقَلَّ الْمَاءُ فَقَالَ اُطْلُبُوْا فَضْلَۃً مِنْ مَّاءٍ فَجَاءُوْا بِاِنَاءٍ فِیْہِ مَاءٌ قَلِیْلٌ فَاَدْخَلَ یَدَہٗ فِی الْاِنَاءِ ثُمَّ قَالَ حَیَّ عَلَی

الطَّهُوْرِ الْمُبَارَکِ وَالْبَرْکَةُ مِنَ اللّٰهِ فَلَقَدْ رَأَیْتُ الْمَاءَ یَنْبُعُ مِنْ بَیْنِ اَصَابِعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ۔

ترجمہ: ہم تو معجزات کو باعث برکت سمجھتے تھے اور تم ان کو تخویف کا باعث سمجھتے ہو ہم سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے پانی کم ہو گیا تو حضور نے فرمایا کہ تھوڑا سا بچا ہوا پانی تلاش کر لاؤ تو لوگ ایک برتن لائے جس میں تھوڑا سا پانی موجود تھا حضور نے اپنا مقدس ہاتھ برتن میں ڈال دیا اس کے بعد فرمایا برکت والے پانی کے پاس آؤ اور برکت خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ پس میں نے قطعی طور پر دیکھا کہ حضور کی مقدس انگلیوں کی گھائیوں سے پانی ابل رہا تھا۔ (بخاری شریف جلد اصفحہ ۵۰۵)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ

عَطِشَ النَّاسُ یَوْمَ الْحُدَیْبِیَةِ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَ یَدَیْهِ رَکْوَةٌ'' فَتَوَضَّأَ فَجَهِشَ النَّاسُ نَحْوَہٗ' قَالَ مَالَکُمْ قَالُوْا لَیْسَ عِنْدَنَا مَاءٌ'' نَتَوَضَّأُ وَلَانَشْرَبُ اِلَّامَابَیْنَ یَدَیْکَ فَوَضَعَ یَدَہٗ' فِی الرَّکْوَةِفَجَعَلَ الْمَاءُ یَثُوْرُ بَیْنَ اَصَابِعِهٖ کَاَمْثَالِ الْعُیُوْنِ فَشَرِبْنَا وَتَوَضَّأْنَا قُلْتُ کَمْ کُنْتُمْ قَالَ لَوْکُنَّا مِائَةَ اَلْفٍ لَکَفَانَا کُنَّا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً۔

ترجمہ: صلح حدیبیہ کے دن لوگ پیاسے تھے اور حضور ﷺ کے سامنے ایک پیالہ تھا جس سے آپ نے وضو فرمایا تو لوگ آپ کی جانب دوڑے حضور نے فرمایا کیا بات ہے؟ لوگوں نے عرض کیا ہمارے پاس وضو کرنے اور پینے کے لئے پانی نہیں ہے مگر یہی جو آپ کے سامنے ہے۔ تو حضور ﷺ نے اپنا دست مبارک اسی پیالہ میں رکھ دیا تو آپ کی انگلیوں کے درمیان سے چشموں کی طرح پانی ابلنے لگا حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ہم تم لوگوں نے پانی پیا اور وضو کیا۔ حضرت سالم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ حضرات کتنی تعداد میں تھے؟ انھوں نے فرمایا کہ اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تب بھی وہ پانی کافی ہوتا اس وقت تو ہماری تعداد پندرہ سو تھی۔ (بخاری شریف جلد اصفحہ ۵۰۵)

ان احادیث کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم ﷺ کا یہ عقیدہ تھا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے انگلیوں کی گھائیوں سے دریا بہانے کی طاقت و قوت بخشی ہے۔

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کل میں یہ جھنڈا ضرور اس شخص کو دونگا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔ لوگ تمام رات اس حسرت میں رہے کہ دیکھئے صبح کس خوش نصیب کو جھنڈا عطا فرمایا جائے گا۔ جب صبح ہوئی تو ہر ایک یہ تمنا لئے ہوئے حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا کہ جھنڈا اسے مرحمت ہو۔ آپ نے فرمایا

اَیْنَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ فَقَالُوْا یَشْتَکِیْ عَیْنَیْہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ فَاَرْسِلُوْا اِلَیْہِ فَاْتُوْنِیْ بِہٖ فَلَمَّا جَاءَ بَصَقَ فِیْ عَیْنَیْہِ وَدَعَالَہٗ فَبَرَأَ حَتّٰی کَانَ لَمْ یَکُنْ بِہٖ وَجْعٌ۔

ترجمہ: علی بن ابو طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا یا رسول اللہ! ان کی آنکھیں دکھتی ہیں۔ فرمایا انہیں بلا کر لاؤ۔ پس انہیں آپ کی خدمت میں لایا گیا تو آپ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن لگا دیا اور ان کیلئے دعا فرمائی پس وہ اس طرح تندرست ہو گئے جیسے انہیں کوئی تکلیف ہی نہیں ہوئی تھی۔ (بخاری شریف جلد۱ صفحہ۵۲۵)

حضرت عتبہ بن فرقد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی حضرت اُمِ عاصم فرماتی ہیں کہ عتبہ کے یہاں چار عورتیں تھیں۔ ہم میں سے ہر ایک عتبہ کی خاطر ایک دوسری سے زیادہ خوشبودار رہنے کی کوشش کرتی۔ پھر بھی جو خوشبو عتبہ کے جسم سے آتی وہ ہماری خوشبو سے بہت زیادہ اچھی ہوتی۔

وَکَانَ اِذَا خَرَجَ اِلَی النَّاسِ قَالُوْا مَاشَمِمْنَا رِیْحًا اَطْیَبَ مِنْ رِیْحِ عُتْبَۃَ فَقُلْنَا لَہٗ فِیْ ذٰلِکَ قَالَ اَخَذَنِی الشَّرٰی عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَشَکَوْتُ ذٰلِکَ اِلَیْہِ فَاَمَرَنِیْ اَنْ اَتَجَرَّدَ فَتَجَرَّدْتُّ عَنْ ثَوْبِیْ وَقَعَدْتُّ بَیْنَ یَدَیْہِ وَاَلْقَیْتُ ثَوْبِیْ عَلٰی فَرْجِیْ فَنَفَثَ فِیْ یَدِہٖ ثُمَّ وَضَعَ یَدَہٗ عَلٰی ظَھْرِیْ وَبَطْنِیْ فَعَبَقَ بِیْ ھٰذَا الطِّیْبُ مَنْ یَّوْمَئِذٍ۔

ترجمہ: اور جب وہ لوگوں کے پاس جاتا تو لوگ کہتے ہم نے کوئی ایسی خوشبو نہیں سونگھی جو عتبہ کی خوشبو سے اچھی ہو۔ ایک دن، ہم نے اس کے بارے میں اس سے پوچھا تو اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے ظاہری زمانہ مبارکہ میں میرے بدن پر پھنسیاں نکل آئیں تو میں نے حضور کی خدمت میں اس بیماری کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کپڑے اتار دے میں نے کپڑے اتار دیئے اور اپنا ستر چھپا کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے اپنا لعاب دہن اپنے مبارک ہاتھ پر ڈال کر میرے پیٹ اور پیٹھ پر مل دیا تو میری بیماری دور ہوگئی اور اسی دن سے مجھ میں یہ خوشبو پیدا ہوگئی۔

(خصائص کبریٰ ج۲ ص۸۴)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنھم ابورافع یہودی کو (جو حضور ﷺ کا بہت بڑا دشمن تھا) قتل کرنے کے بعد اس کے اونچے مکان سے اترنے لگے تو زینے سے گر گئے اور ان کی پنڈلی ٹوٹ گئی انہوں نے اسی وقت گرم گرم اپنے عمامہ سے باندھ لی اور حضور سید عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا سارا ماجرہ بیان کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا۔

اُبْسُطْ رِجْلَکَ فَبَسَطْتُ رِجْلِیْ فَمَسَحَھَافَکَاَنَّمَا لَمْ اَشْتَکِہَا قَطُّ.

ترجمہ: اپنا پاؤں پھیلاؤ۔ میں نے پھیلا دیا تو حضور نے جب اس پر اپنا دست کرم پھیر دیا تو ایسا ہو گیا جیسے اس میں سرے سے کوئی تکلیف ہوئی ہی نہ تھی۔

(بخاری شریف جلد۲ صفحہ ۵۷۷)

ان واقعات سے حضور سرکار اقدس ﷺ نے اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ خدائے تعالیٰ نے مجھے تصرف کی وہ قوت مرحمت فرمائی ہے کہ میں اپنے لعاب دہن سے بیماریاں دور کر دیتا ہوں بلکہ چاہتا ہوں تو مریض کے جسم کو اسی لعاب دہن سے ہمیشہ کے لئے بہترین خوشبودار بنا دیتا ہوں اور پلاسٹر کے بغیر صرف اپنا ہاتھ پھیر کر فوراً ٹوٹی ہوئی ہڈی صحیح کر دیتا ہوں اور بحمدہ تعالیٰ حضور ﷺ کے بارے میں ہم لوگوں کا بھی یہی عقیدہ ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا۔

یَا عَائِشَۃُ لَوْ شِئْتُ لَسَارَتْ مَعِیْ جِبَالُ الذَّھَبِ .

ترجمہ: اے عائشہ! اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں۔

(مشکوۃ شریف صفحہ ۵۲۱)

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا۔

اُھْدِیَتْ لنا شاۃٌ فَجَعَلْھَا فِی الْقِدْرِ فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَاھٰذَا یَااَبَارَافِعٍ فَقَالَ شَاۃٌ اُھْدِیَتْ لَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَطَبَخْتُھَا فِی الْقِدْرِ قَالَ نَا وِلْنِیْ الذِّرَاعَ یَا اَبَارَافِعٍ فَنَاوَلْتُہُ الذِّرَاعَ ثُمَّ قَالَ نَاوِلْنِی الذِّرَاعَ الْاٰخَرَ فَنَا وَلْتُہُ الذِّرَاعَ الْاٰخَرَ. ثُمَّ قَالَ نَاوِلْنِی الذِّرَاعَ الْاٰخَرَ فَقَالَ لَہُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّمَا لِلشَّاۃِ ذِرَاعَانِ فَقَالَ لَہُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَا اَنَّکَ لَوْسَکَتَّ لَنَا وَلْتَنِیْ ذِرَاعًا فَذِرَاعًا مَا سَکَتَّ.

ترجمہ: میرے پاس بکری ہدیۃً بھیجی گئی اسے ہانڈی میں ڈالا پھر رسول اللہ ﷺ

تشریف لائے۔ فرمایا ابو رافع! یہ کیا ہے؟ عرض کیا یہ بکری ہے جو ہمیں ہدیۃً ملی۔ پھر ہم نے اسے ہانڈی میں پکالیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے ابو رافع! ہم کو ایک دست دو۔ میں نے دست پیش کر دیا۔ پھر فرمایا کہ دوسرا دست بھی دو۔ میں نے دوسرا دست بھی پیش کر دیا۔ پھر فرمایا اے ابو رافع! اور دست لاؤ۔ عرض کیا یا رسول اللہ! بکری کے دو ہی دست ہوتے ہیں۔ تب ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تم چپ رہتے تو ہم کو دست پہ دست دیتے رہتے جب تک کہ چپ رہتے۔ (احمد دارمی، مشکوٰۃ صفحہ ۵۴۱)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے اسی قسم کا ایک دوسرا واقعہ مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ہمراہ حج سے فارغ ہو کر جب مقام روحاء میں پہنچے تو ایک عورت نے بھنی ہوئی بکری پیش کی۔ حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق ہم نے ایک کے بعد دوسرے دست کو پیش کیا۔ پھر جب آپ نے فرمایا کہ اور دست لاؤ تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! دست تو دو ہی ہوتے ہیں جو میں آپ کو پیش کر چکا ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ سَکَتَّ مَازِلْتَ تُنَاوِلُنِیْ ذِرَاعًا مَّا قُلْتُ لَکَ نَاوِلْنِیْ ذِرَاعًا۔

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر تم چپ رہتے تو جب تک میں دست مانگتا تم دیتے رہتے۔

(ابو یعلیٰ، بیہقی خصائص کبریٰ ص ۳۶)

ان احادیث کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم ﷺ کا یہ عقیدہ تھا کہ خدائے تعالیٰ نے مجھے ایسے بلند مرتبہ سے سرفراز فرمایا ہے کہ اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں۔ ایک بکری میں اگرچہ دو ہی دست ہوتے ہیں لیکن میں طلب کرتا رہوں اور پیش کرنے والا دینے کا قصد کرتا رہے تو ایک ہی بکری کے گوشت سے ہزاروں دست نمودار ہوتے رہیں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

یَآاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰہَ کَتَبَ عَلَیْکُمُ الْحَجَّ فَقَامَ الْاَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ فَقَالَ اَفِیْ کُلِّ عَامٍ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ لَوْ قُلْتُھَا نَعَمْ لَوَجَبَتْ وَلَوْ وَجَبَتْ لَمْ تَعْمَلُوْا بِھَا وَلَمْ تَسْتَطِیْعُوْا۔

ترجمہ: اے لوگو! خدا نے تم پر حج فرض کیا ہے۔ اقرع بن حابس نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کیا ہر سال حج فرض ہے؟ فرمایا اگر میں ہاں کہہ دوں تو ہر سال حج فرض ہو جائے۔ اور اگر ہر سال فرض ہو جائے تو تم اسے ادا کرنے کی طاقت

نہیں رکھتے۔ (احمد نسائی دارمی مشکوۃ صفحہ ۲۲۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! میں ہلاک ہوگیا۔ حضور نے پوچھا کیا ہوا؟ اس نے بتایا کہ میں روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے ہم بستری کر بیٹھا۔ آپ نے پوچھا تمہارے پاس کوئی غلام ہے جسے تم آزاد کرسکو۔ عرض کیا نہیں۔ فرمایا دو مہینے لگا تار روزے رکھ سکتے ہو؟ کہا نہیں۔ فرمایا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ بولا نہیں آپ نے کچھ دیر توقف فرمایا ہم بھی خاموش رہے رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک ٹوکرا کھجوروں کا لایا گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا سائل کہاں ہے؟ اس نے عرض کیا میں حاضر ہوں۔ فرمایا اسے لے جاؤ اور بانٹ دو۔ اس نے پوچھا۔

اَعَلٰی اَفْقَرَ مِنِّی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَبِا للّٰہِ مَا بَیْنَ لَابَتَیْھَا یُرِیْدُ الْحَرَّتَیْنِ اَھْلُ بَیْتٍ اَفْقَرَ مِنْ اَھْلِ بَیْتِیْ فَضَحِکَ النَّبِیُّصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَحَتّٰی بَدَتْ اَنْیَابُہٗ ثُمَّ قَالَ اَطْعِمْہُ اَھْلِکَ.

ترجمہ: یا رسول اللہ! کیا میں اسے دوں جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو۔ قسم خدا کی مدینہ کے دونوں سنگلاخ میدانوں کے درمیان میرے اہل وعیال سے بڑھ کر کوئی محتاج نہیں۔ رسول اللہ ﷺ ہنس دیئے یہاں تک کہ سامنے کے دونوں دانت دکھائی دیئے۔ پھر فرمایا جاؤ اپنے گھر والوں کو کھلا دو (بخاری شریف ج ا ص ۲۶۰)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے خالو حضرت ابو بردہ نے نماز عید سے پہلے قربانی کرلی تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا۔

شَاتُکَ شَاۃُ لَحْمٍ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ عِنْدِیْ دَاجِنًا جَذْعَۃً مِّنَ الْبَقَرِ قَالَ اِذْبَحْھَا وَلَنْ تَصْلُحَ لِغَیْرِکَ.

ترجمہ: تمہاری وہ بکری گوشت کے لئے ہوئی انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے پاس ایک موٹا تازہ چھ ماہ کا بکری کا بچہ ہے فرمایا اسی کو ذبح کردو اور تمہارے سوا کسی کے لئے ایسا کرنا درست نہ ہوگا۔ (بخاری جلد۲ صفحہ ۸۳۴)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا۔ پھر اعرابی نے گھوڑا کے فروخت کردیئے جانے سے انکار کردیا۔ تو حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور انہوں نے کہا اے اعرابی میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے گھوڑا بیچ دیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے خزیمہ! تم کیسے گواہی دیتے ہو (جب کہ خریداری کے وقت میں تم موجود نہیں تھے) تو حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا

اَنَا اُصَدِّقُکَ عَلٰی خَبَرِ السَّمَاءِ اَلَا اُصَدِّقُکَ عَلٰی ذَا الْاَعْرَابِیِّ فَجَعَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَھَادَتَہٗ بِشَھَادَۃِ رَجُلَیْنِ فَلَمْ یَکُنْ فِی الْاِسْلَامِ رَجُلٌ تَجُوْزُ شَھَادَتُہٗ بِشَھَادَۃِ رَجُلَیْنِ غَیْرُ خُزَیْمَۃَ بْنِ ثَابِتٍ.

ترجمہ: میں حضور کی تصدیق آسمانی خبروں پر کرتا ہوں تو اس اعرابی پر تصدیق کیوں نہ کروں۔ تو نبی اکرم ﷺ نے ان کی گواہی کو دو مردوں کی گواہی کے برابر کر دیا۔ اور حضرت خزیمہ کے علاوہ اسلام میں کسی مرد کے لئے جائز نہ ہوا کہ اس کی گواہی دو مردوں کی گواہی قرار دی گئی ہو۔ (خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۲۶۳)

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم ﷺ کا یہ عقیدہ تھا کہ خدائے تعالیٰ نے مجھے احکام شرعیہ پر بھی اختیار کلی عطا فرمایا ہے۔

مصطفیٰ آئینہ روئے خداست
منعکس در وے ہمہ خوئے خداست

(ڈاکٹر اقبال)

حضرت عیسیٰ روح اللہ کا عقیدہ

(علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام)

سورۂ آل عمران میں ہے کہ آپ نے نبی اسرائیل سے فرمایا

اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَۃِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْہِ فَیَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰہِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ ۚ

میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی صورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے۔ اور میں شفا دیتا ہوں مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور مردے کو زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے (پارہ ۳ رکوع ۱۳)

اس آیت کریمہ سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ تھا کہ مٹی کی چڑیا بنا کر اسے زندگی بخش دینے، مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دینے اور مردہ کو زندہ کر دینے کا خدا تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے۔ چنانچہ بنی اسرائیل کی درخواست پر آپ نے مٹی سے چمگادڑ کی صورت بنائی پھر اس میں پھونک ماری تو وہ اڑنے لگی۔ اور کئی مردوں کو آپ نے زندہ فرمایا اور بے شمار مادرزاد اندھے اور کوڑھیوں کو آپ نے شفا بخشی۔

صحابہ کرام کے عقیدے

حضرت عمر فاروقِ اعظم کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وصال اقدس ۲۳ ہجری)

آپ کا نام نامی عمر ہے۔ کنیت ابو حفص اور لقب فاروق اعظم ہے۔ آپ کے والد کا نام خطاب اور ماں کا نام عنتمہ ہے جو ہشام بن مغیرہ کی بیٹی یعنی ابو جہل کی بہن ہیں۔ آٹھویں پشت میں آپ کا شجرہ نسب سرکار اقدس ﷺ کے خاندانی شجرہ سے ملتا ہے۔ آپ واقعہ فیل کے تیرہ سال بعد پیدا ہوئے اور اعلان نبوت کے چھٹے سال ستائیس برس کی عمر میں اسلام سے مشرف ہوئے۔ آپ نے اس وقت اسلام قبول فرمایا جب کہ چالیس مرد اور گیارہ عورتیں ایمان لا چکی تھیں اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ آپ نے انتالیس مرد اور تیئیس عورتوں کے بعد اسلام قبول کیا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام ابو لؤلؤہ فیروز مجوسی نے ۲۶ ذوالحجہ ۲۳ ہجری بدھ کے دن آپ پر قاتلانہ حملہ کیا۔ زخمی ہونے کے تین دن بعد دس برس چھ ماہ چار دن امور خلافت کو انجام دے کر ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی

حضرت ابو الشیخ کتاب العصمۃ میں حضرت قیس بن حجاج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں مصر کو فتح کیا تو اہل عجم ایک مقررہ دن پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور کہا یٰاَیُّھَا الْاَمِیْرُاِنَّ لِنِیْلِنَا ھٰذَا سُنَّۃً لَا یَجْرِیْ اِلَّا بِھَا. یعنی اے حاکم! ہمارے اس دریائے نیل کے لئے ایک پرانا طریقہ چلا آرہا ہے کہ جس کے بغیر وہ جاری نہیں رہتا بلکہ خشک ہو جاتا ہے اور ہماری کھیتی کا دارومدار اسی دریائے نیل کے پانی پر ہے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں سے دریافت فرمایا کہ دریائے نیل کے جاری رہنے کا وہ پرانا طریقہ کیا ہے؟ ان لوگوں نے کہا کہ جب اس مہینہ کے چاند کی گیارہویں تاریخ آتی ہے تو ہم لوگ ایک کنواری جوان لڑکی کو منتخب کر کے اس کے ماں باپ کو راضی کرتے ہیں پھر اسے بہترین قسم کے زیورات اور کپڑے پہناتے ہیں اس کے بعد لڑکی کو دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اِنَّ ھٰذَا لَا یَکُوْنُ اَبَدًا فِی الْاِسْلَامِ. یعنی اسلام میں ایسا کبھی نہیں ہو سکتا ہے۔ یہ تمام باتیں لغو اور بے سرو پا ہیں اسلام اس قسم کی تمام باتوں

کومٹانے آیا ہے وہ لڑکی کو دریائے نیل میں ڈالنے کی اجازت ہرگز نہیں دے سکتا آپ کے اس جواب کے بعد وہ لوگ واپس چلے گئے۔ کچھ دنوں کے بعد واقعی دریائے نیل بالکل خشک ہو گیا یہاں تک کہ بہت سے لوگ وطن چھوڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ معاملہ دیکھا تو ایک خط لکھ کر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سارے حالات سے مطلع کیا آپ نے خط پڑھنے کے بعد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تحریر فرمایا کہ تم نے مصریوں کو بہت عمدہ جواب دیا بیشک اسلام اس قسم کے تمام لغو اور بیہودہ باتوں کو مٹانے آیا ہے۔ میں اس خط کے ہمراہ ایک رقعہ روانہ کر رہا ہوں تم اس کو دریائے نیل میں ڈال دینا۔

جب وہ رقعہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہونچا تو آپ نے اسے کھول کر پڑھا اس میں لکھا ہوا تھا کہ

مِنْ عَبْدِاللّٰهِ عُمَرَ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِلٰى نِيْلِ مِصْرَ. اَمَّا بَعْدُ فَاِنْ كُنْتَ تَجْرِيْ مِنْ قَبْلِكَ فَلَا تَجْرِ وَاِنْ كَانَ اللّٰهُ يُجْرِيْكَ فَاَسْأَلُ اللّٰهَ الْوَاحِدَ الْقَهَّارَ اَنْ يُّجْرِيَكَ.

ترجمہ: اللہ کے بندے عمر امیر المومنین کی رف سے مصر کے دریائے نیل کو معلوم ہو کہ اگر تو بذات خود جاری ہوتا ہے تو مت جاری ہو۔ اور اگر خدائے عزوجل تجھکو جاری فرماتا ہے تو میں اللہ واحد قہار سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے جاری فرمادے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس رقعہ کو رات کے وقت دریائے نیل میں ڈال دیا۔ مصر والے جب صبح نیند سے بیدار ہوئے تو دیکھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کو اس طرح جاری فرمادیا ہے کہ سولہ ہاتھ پانی اوپر چڑھا ہوا ہے۔ پھر دریائے نیل اس طرح کبھی نہیں سوکھا۔ اور مصر والوں کی یہ جاہلانہ رسم ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۸۷)

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریائے نیل کو خط لکھ کر اپنا یہ عقیدہ ظاہر کر دیا کہ خدائے تعالیٰ نے مجھے بحر و بر دونوں پر حکومت عطا فرمائی ہے۔

حضرت خواجہ امیر خورد کرمانی نظامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر رضی الہ تعالی عنہ مدینہ منورہ کے نواح میں اینٹیں بنا رہے تھے سورج کی تیز شعاعیں آپ کی پشت مبارک پر پڑ رہی تھیں۔ سورج کی گرمی نے آپ پر اثر کیا۔ آپ نے نہایت خشمگیں ہو کر سورج کی طرف دیکھا جس سے سورج کی تابانی جاتی رہی دنیا تاریک ہو گئی سارے مدینہ میں شور مچ گیا کہ قیامت آگئی پھر آپ نے نگاہ الطف و کرم سے سورج کی طرف دیکھا اللہ نے سورج کی روشنی اسے لٹادی۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۵۴)

مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں زلزلہ آیا جس کی وجہ سے زمین بار بار ہلتی تھی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ جل شانہ کی حمد وثنا بیان کی اور زمین پر کوڑا مار کر فرمایا کہ ٹھہر جا کیا میں نے تجھ پر عدل نہیں کیا ہے۔ یہ فرمانا تھا کہ زمین ٹھہر گئی اور زلزلہ فوراً بند ہو گیا۔ (جامع کرامات اولیاء صفحہ ۴۵۱ برکات الصالحین حصہ اوّل صفحہ ۴۰) اور حضرت علامہ نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ امام رازی نے اپنی شہرہ آفاق تفسیر میں سورہ کہف کی شرح میں لکھا ہے کہ مدینہ طیبہ میں کسی گھر کو آگ لگ گئی جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک چیتھڑے پر لکھا اے آگ! حکم خداوندی سے بجھ جا۔ لوگوں نے وہ چیتھڑا آگ میں ڈال دیا تو آگ فوراً بجھ گئی۔ (جامع کرامات اولیاء صفحہ ۴۵۳)

ان واقعات سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ خدائے تعالیٰ نے مجھے کائنات عالم میں تصرف کی بے پناہ قوت عطا فرمائی ہے۔

حضرت انس کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصال ۹۱ ہجری)

آپ مالک بن نضر کے بیٹے ہیں۔ کنیت ابو حمزہ ہے۔ قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے ہیں اور حضور سید عالم ﷺ کے خاص خادم ہیں۔ آپ کی والدہ کا نام اُمِّ سلیم بنت ملحان ہے۔ جب نبی اکرم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اس وقت آپ کی عمر دس سال تھی۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں بصرہ منتقل ہو گئے تاکہ وہاں کے لوگوں کو دین کی باتیں سکھائیں۔ بصرہ کے صحابہ میں سب سے آخر میں آپ کا وصال ہوا آپ کی عمر ایک سو تین سال ہوئی۔ علامہ ابن عبد البر کہتے ہیں صحیح یہ ہے کہ ان کی ایک سو اولاد ہوئی اور بعض لوگوں نے کہا کہ اسّی، جن میں اٹھتر لڑکے اور دو لڑکیاں۔ (خطیب تبریزی)

آپ تحریر فرماتے ہیں:

رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَحَانَتْ صَلٰوۃُ الْعَصْرِ فَالْتَمَسَ النَّاسُ الْوَضُوْءَ فَلَمْ یَجِدُوْہُ فَاُتِیَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِوَضُوْءٍ فَوَضَعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ ذٰلِکَ الْاِنَاءِ یَدَہٗ فَاَمَرَ النَّاسَ اَنْ یَّتَوَضَّئُوْا مِنْہُ فَرَأَیْتُ الْمَاءَ یَنْبَعُ مِنْ تَحْتِ بَیْنَ اَصَابِعِہٖ فَتَوَضَّأَ النَّاسُ حَتّٰی تَوَضَّئُوْا مِنْ عِنْدِ اٰخِرِھِمْ۔

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ عصر کی نماز کا وقت ہوگیا تھا اور لوگوں کو وضو کے لئے پانی کی ضرورت تھی مگر انہیں ملتا نہیں تھا۔ تو رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں وضو کے لئے پانی پیش کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس برتن میں اپنا مبارک ہاتھ رکھتے ہوئے لوگوں کو حکم دیا کہ اس پانی سے وضو کرو۔ میں نے دیکھا کہ آپ مبارک انگلیوں کے نیچے سے پانی ابل رہا تھا۔ لوگوں نے وضو کرنا شروع کیا یہاں تک کہ سب نے وضو کر لئے۔ (بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۵۰۴)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزید فرماتے ہیں۔

حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَقَامَ مَنْ كَانَ قَرِيْبَ الدَّارِ مِنَ الْمَسْجِدِ يَتَوَضَّأُ وَبَقِيَ قَوْمٌ فَاُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّم بِمِخْضَبٍ مِنْ حِجَارَةٍ فِيْهِ مَاءٌ فَوَضَعَ كَفَّهُ فَصَغُرَ الْمِخْضَبُ اَنْ يَّبْسُطَ فِيْهِ كَفَّهُ فَضَمَّ اَصَابِعَهُ فَوَضَعَهَا فِي الْمِخْضَبِ فَتَوَضَّأَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ جَمِيْعاً قُلْتُ كَمْ كَانُوْا قَالَ ثَمَانُوْنَ رَجُلًا۔

ترجمہ: نماز کا وقت ہوگیا تو جن لوگوں کے گھر مسجد کے قریب تھے وہ وضو کرنے چلے گئے اور بہت سے لوگ رہ گئے تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پتھر کا ایک برتن حاضر کیا گیا جس کے اندر پانی تھا۔ آپ نے اپنا مقدس ہاتھ پانی میں ڈال دیا، لیکن برتن چھوٹا ہونے کے سبب ہاتھ نہیں کھلتا تھا تو انگلیوں کو ملا کر برتن میں ڈالا تو سب لوگوں نے وضو کرلیا۔ حضرت حمید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس سے پوچھا وہ لوگ کتنے تھے؟ فرمایا اسی ۸۰ آدمی تھے۔ (بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۵۰۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان واقعات کو بیان فرما کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ رسول اکرم مختار دو عالم ﷺ کو خدائے تعالیٰ نے تصرف کی وہ قوت بخشی تھی کہ آپ جب چاہتے اپنی انگلیوں کی گھائیوں سے دریا بہادیتے۔

نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں
انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

حضرت ابو ہریرہ کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وصال ۵۹ ہجری)

آپ کے نام میں اختلاف ہے۔ زیادہ مشہور عبدالرحمٰن ہے۔ عبداللہ بھی کہا گیا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں آپکا نام عبدالشمس یا عبدعمرو تھا۔ چھوٹی سی بلی پالنے کے سبب ابو ہریرہ کنیت کو آپکے نام

سے زیادہ شہرت حاصل ہوگئی اور کنیت کا استعمال نام پر غالب آ گیا۔ آپ بلاد دوس سے ہیں۔ فتح خیبر کے سال جو ہجرت کا ساتواں سال ہے اسلام لائے اور سرکار اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ آپ نے پوری استقامت کے ساتھ علم دین حاصل کیا اور قناعت و کم کھانے کا طریقہ اختیار فرمایا۔ صحابہ کرام میں سب سے بڑے حافظ تھے۔ قوت حافظہ، متانت، مستقل مزاجی، ذکاوت ضبط علم کی صفت میں اپنی مثال آپ تھے۔ روزہ دار، شب بیدار اور ذکر و تسبیح و تہلیل والے تھے۔ (اشعۃ اللمعات)

آپ نے فرمایا قسم ہے اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں بھوک میں روئے زمین پر اپنے جگر پر اعتماد کرتا تھا اور میں بھوک سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھا کرتا تھا۔ ایک دن میں عام راستہ پر بیٹھا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس راستے سے گزر ہوا۔ میں نے ان سے قرآن مجید کی ایک آیت کریمہ کے متعلق پوچھا۔ اور میں نے ان سے صرف اس لئے پوچھا تا کہ وہ مجھے اپنے ساتھ لے جائیں (اور کچھ کھلائیں) مگر وہ چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے پاس سے گزرے میں نے ان سے قرآن مجید کی ایک آیت کے متعلق پوچھا۔ اور ان سے بھی میں نے اسی لئے پوچھا تھا کہ وہ مجھے اپنے ہمراہ لے جائیں مگر وہ بھی چلے گئے اور مجھے اپنے ساتھ نہیں لے گئے۔

پھر ابوالقاسم حضور رحمت عالم ﷺ تشریف لائے تو آپ نے مجھے دیکھا اور میرے دل کی کیفیت جان کر مسکرائے۔ اس کے بعد فرمایا اے ابو ہریرہ! میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ! فرمایا میرے ساتھ چلو۔ اور آپ تشریف لے چلے تو پیچھے پیچھے میں بھی چلنے لگا۔ جب آپ کا شانہ نبوت میں داخل ہو گئے تو میں نے بھی اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے مجھے اجازت دے دی اور میں بھی اندر داخل ہو گیا۔ میں نے وہاں دودھ کا ایک پیالہ دیکھا۔ حضور سید عالم ﷺ نے پوچھا یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟ جواب دیا گیا فلاں نے آپ کو ہدیہ بھیجا ہے۔ حضور نے فرمایا اے ابو ہریرہ! میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! فرمایا جاؤ اصحاب صفہ کو میرے پاس بلا لاؤ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اصحاب صفہ اسلام کے مہمان تھے نہ تو ان کے پاس گھر تھا اور نہ مال و دولت۔ جب حضور ﷺ کے پاس کچھ صدقہ آتا تو آپ اسے ان کے پاس بھیج دیتے۔ اور خود اس میں سے کچھ نہ لیتے۔ اور جب آپ کے پاس کوئی ہدیہ بھیجتا تو آپ اسے قبول فرما لیتے اور اصحاب صفہ کو بھی اس میں شریک کر لیا کرتے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ بات مجھ پر گراں گزری اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ اصحاب صفہ کے لئے صرف ایک پیالہ دودھ کا کیا کام دے گا؟ اور میں چاہتا تھا کہ پورا دودھ مجھے ہی مل جاتا۔ تا کہ اسے

پینے کے بعد میرے اندر کچھ طاقت پیدا ہو جاتی۔ اور چونکہ میں حضور ﷺ کا قاصد ہوں لہذا جب وہ لوگ آئیں گے (جن کی تعداد ستر ہے) تو حضور مجھے حکم دیں گے کہ یہ پیالہ انہیں دے دوں۔ تو پھر شاید ہی مجھے اس دودھ کا کچھ حصہ مل سکے لیکن اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کے سوا میرے لئے کوئی چارہ کار نہ تھا تو مجھے اصحاب صفہ کے پاس آنا پڑا۔ اور جب وہ لوگ آ گئے اور سب اپنی اپنی جگہ پر گھر میں بیٹھ گئے۔ تو حضور نے فرمایا اے ابو ہریرہ! میں نے عرض کیا لبیک یارسول اللہ! فرمایا:

خُذْفَاَعْطِهِمْ فَاَخَذْتُ الْقَدَحَ فَجَعَلْتُ اُعْطِيْهِ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتّٰى يَرْوٰى ثُمَّ يَرُدُّ عَلَى الْقَدَحَ اُعْطِيْهِ الْاٰخَرَ فَيَشْرَبُ حَتّٰى يَرْوٰى ثُمَّ يَرُدُّ عَلَى الْقَدَحَ حَتّٰى اِنْتَهَيْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رَوَى الْقَوْمُ كُلُّهُمْ فَاَخَذَ الْقَدَحَ فَوَضَعَهُ عَلٰى يَدِهٖ وَنَظَرَ اِلَىَّ وَتَبَسَّمَ وَقَالَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بَقِيْتُ اَنَا وَاَنْتَ قُلْتُ صَدَقْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اُقْعُدْ فَاشْرَبْ فَشَرِبْتُ فَقَالَ اِشْرَبْ فَشَرِبْتُ فَمَا زَالَ يَقُوْلُ اِشْرَبْ فَاشْرِبْ حَتّٰى قُلْتُ لَا وَالَّذِىْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا اَجِدُ مَسْلَكًا لَهٗ فَاَعْطَيْتُهُ الْقَدَحَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَسَمّٰى وَشَرِبَ الْفَضْلَةَ.

ترجمہ: پیالہ اٹھاؤ اور ان لوگوں کو دو۔ تو میں نے پیالہ اٹھا کر ایک شخص کو دے دیا۔ اس نے پیا یہاں تک کہ شکم سیر ہو گیا۔ پھر اس نے پیالہ مجھے واپس کر دیا۔ اس طرح یکے بعد دیگرے پیتے اور پلاتے ہوئے وہ پیالہ رسول اکرم ﷺ تک پہونچا۔ اور سب اصحاب صفہ خوب سیر ہو چکے تھے۔ تو حضور ﷺ نے پیالہ اپنے مقدس ہاتھ پر رکھا اور میری طرف دیکھ کر تبسم فرمایا۔ اور فرمایا اے ابو ہریرہ! میں نے عرض کیا لبیک یارسول اللہ! فرمایا اب ہم اور تم باقی رہ گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ نے سچ فرمایا۔ فرمایا بیٹھ جاؤ اور پیو۔ تو میں نے پیا۔ فرمایا اور پیو تو میں نے پھر پیا۔ آپ برابر یہی فرماتے رہے کہ اور پیو۔ تو میں اور پیتا رہا یہاں تک کہ میں نے عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ اب دودھ گزرنے کی بھی راہ باقی نہیں رہی۔ اور وہ پیالہ حضور ﷺ کو پیش کر دیا تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور بسم اللہ پڑھ کر بچا ہوا دودھ پی لیا۔ (بخاری۔ خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۸۴)

کیوں جناب بوہریرہ کیسا تھا جامِ شیر
جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ پھر گیا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ ایک لڑائی میں تھے کہ لشکریوں کو کھانے کی کمی کا سامنا کرنا پڑا، تو حضور نے مجھ سے فرمایا اے ابو ہریرہ! تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟ میں نے عرض کیا میرے تھیلے میں کچھ کھجوریں ہیں۔ فرمایا لے آؤ۔ تو میں تھیلے کو لے کر حاضر ہوا۔ فرمایا دسترخوان لے آؤ۔ تو میں دستر خان لے آیا اور اسے بچھا دیا۔ پھر آپ نے کھجوریں نکالیں تو وہ اکیس دانے تھے۔ آپ نے بسم اللہ پڑھی اور ایک ایک کھجور کو اپنے مقدس ہاتھ میں لیا اور بسم اللہ پڑھتے رہے یہاں تک کہ سب دانے آپ کے دست مبارک میں آ گئے۔ پھر آپ نے ان کو جمع کر کے فرمایا:

اُدْعُ فُلَانًا وَّاَصْحَابَهٗ فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا وَخَرَجُوْا ثُمَّ قَالَ اُدْعُ فُلَانًا وَّاَصْحَابَهٗ فَاَكَلُوْا وَشَبِعُوْا وَخَرَجُوْا ثُمَّ قَالَ اُدْعُ فُلَانًا وَّاَصْحَابَهٗ فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا وَخَرَجُوْا وَفَضَلَ تَمْرٌ فَقَالَ لِیْ اُقْعُدْ فَقَعَدْتُ فَاَكَلَ وَاَكَلْتُ وَفَضَلَ تَمْرٌ فَاَخَذَهٗ وَاَدْخَلَهٗ فِی الْمِزْوَدِ وَقَالَ لِیْ اِذَا اَرَدْتَّ شَيْئًا فَاَدْخِلْ يَدَكَ فَخُذْ وَلَا تُكْفِنَا فَمَا كُنْتُ اُرِيْدُ تَمْرًا اِلَّا اَدْخَلْتُ يَدِیْ فَاَخَذْتُ مِنْهُ خَمْسِيْنَ وَسَقًا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكَانَ مُعَلَّقًا خَلْفَ رُحْلِیْ فَوَقَعَ فِیْ زَمَنِ عُثْمَانَ فَذَهَبَ.

ترجمہ: فلاں اور انکے ساتھیوں کو بلاؤ۔ تو انہوں نے کھایا یہاں تک کہ وہ پیٹ بھر کر چلے گئے۔ پھر فرمایا فلاں اور ان کے ساتھیوں کو لاؤ۔ تو وہ لوگ بھی پیٹ بھر کھا کے چلے گئے۔ پھر فرمایا فلاں اور ان کے ساتھیوں کو بلاؤ تو وہ سب بھی شکم سیر ہو کر کھا کے چلے گئے اور کھجوریں باقی رہیں تو حضور نے انہیں تھیلے میں ڈال دیا اور مجھ سے فرمایا جب تم نکالنا چاہو تو اپنا ہاتھ ڈال کر کھجوریں نکالتے رہنا مگر اسے اوندھا نہ کرنا۔ تو میں ہاتھ ڈالتا اور جتنی کھجوریں چاہتا نکال لیتا۔ اور میں نے اس میں سے پچاس وسق کھجوریں خدا کی راہ میں دیں۔ وہ تھیلی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں میری سواری کے پیچھے لٹکی ہوئی تھی۔ جاتی رہی۔

(بیہقی ابو نعیم، خصائص کبریٰ جلد۲ صفحہ۵۱)

ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع تقریباً چار کلو کا تو پچاس وسق کھجوریں لگ بھگ بارہ ہزار کلوگرام ہوئیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان احادیث کریمہ کو بیان فرما کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو تصرف کی وہ قوت بخشی تھی کہ جب آپ نے چاہا تو ایک پیالہ دودھ سے ستر بھوکوں کا پیٹ بھر دیا اور چند کھجوریں تھیلے میں ڈال دیں تو تین سو بیس من سے زیادہ کھجوریں اس میں سے برآمد ہوئیں۔

محدثین کے عقیدے

حضرت امام بخاری کا عقیدہ
(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ متوفی ۲۵۶ ہجری)

آپ کا اصلی نام محمد ہے۔ آپ کے والد اسمٰعیل بن ابراہیم بن مغیرہ تھے۔ مغیرہ مجوسی تھے جو حاکم یمان جعفی کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے تھے۔ بچپن ہی میں آپ کے والد کا انتقال ہو گیا تو پرورش کی ساری ذمہ داری آپ کی والدہ نے سنبھالی بچپن ہی میں آپ نابینا (اندھے) ہو گئے بہت علاج کیا گیا مگر فائدہ نہ ہوا۔ آپ کی والدہ بڑی عابدہ وزاہد تھیں۔ انہوں نے رو رو کر اللہ تعالیٰ سے فریاد کی۔ ایک رات انہیں خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زیارت ہوئی۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہاری آہ وزاری اور دعاؤں کی کثرت کے سبب تمہارے بیٹے کی آنکھ صحیح کر دی۔ امام بخاری صبح اٹھے تو ان کی آنکھیں روشن تھیں اور ایسی روشن ہوئیں کہ چاند کی روشنی میں تاریخ کبیر تصنیف فرمائی۔

علامہ ابن حجر عسقلانی کی تحریر کے مطابق آپ نے کل ۲۲ کتابیں لکھی ہیں مگر ان میں سب سے زیادہ مشہور و مقبول بخاری شریف ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ آپ ہر حدیث کو لکھنے سے پہلے آب زم زم سے غسل فرماتے' مقام ابراہیم میں دو رکعت نفل پڑھتے اس کے بعد حدیث کو قلمبند فرماتے۔ مسودہ مکمل کرنے کے بعد مدینہ طیبہ میں روضہ انور اور ممبر شریف کے درمیان مبیضہ فرمایا۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی اس کتاب کو سولہ سال کی مدت میں مکمل کیا۔

خدا تعالیٰ نے آپ کو بے مثال قوت حافظہ عطا فرمایا تھا کہ آپ کو چھ لاکھ حدیثیں ان کے راویوں کے نام اور حالات کے ساتھ یاد تھیں۔ بخاری شریف میں کل سات ہزار دو سو پچھتر (۷۲۷۵) حدیثیں ہیں جن کی تعداد حذف مکرّرات کے بعد چار ہزار ہے۔ عید کی چاند رات ۲۵۲ھ میں ۱۳ دن کم ۶۲ سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی۔ سمرقند کے قریب فرتنگ میں آپ کا مزار مبارک زیارت گاہ خلائق ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہجرت کے موقع پر ہم اور رسول اکرم ﷺ ساری رات صبح تک چلتے رہے یہاں تک کہ دوپہر ہو گئی۔ ہمیں ایک بڑا سا پتھر نظر آیا جس کا سایہ تھا اور وہاں دھوپ نہیں تھی۔ ہم نے اس کے سایہ میں اپنی پوستین بچھا دی اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ اس پر

سو جایئے۔ تو حضور آرام فرمانے لگے اور میں پہرہ دیتا رہا۔ اسی درمیان ہم نے ایک بکری کا دودھ اس کے چرواہے سے اجازت لے کر دوہا اور جب رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے تو میں نے وہ دودھ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اسے پی لیا اور بہت خوش ہوئے۔ اب ہم وہاں سے چل پڑے کیوں کہ دن ڈھل چکا تھا۔

وَاتَّبَعَنَا سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكٍ فَقُلْتُ اُتِيْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَدَعَا عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَارْتَطَمَتْ بِهٖ فَرَسُهٗ اِلٰى بَطْنِهَا فَقَالَ اِنِّىْ اَرَاكُمَا قَدْ دَعَوْتُمَا عَلَيَّ فَادْعُوَا اللّٰهَ لِيْ وَاللّٰهِ لَكُمَا اَنْ اَرُدَّ عَنْكُمَا الطَّلَبَ فَدَعَالَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَجَا فَجَعَلَ لَايَلْقٰى اَحَدًا اِلَّا قَالَ قَدْ كَفَيْتُكُمْ مَاهُنَا فَلَا يَلْقٰى اَحَدًا اِلَّا رَدَّهٗ قَالَ وَوَفٰى لَنَا.

ترجمہ: اسی اثنا میں ہمارا پیچھا کرتا ہوا سراقہ بن مالک آگیا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! کوئی ہمارے پیچھے آگیا ہے۔ فرمایا نہ ڈرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے اس کے لئے دعا کی تو اس کا گھوڑا پیٹ تک سراقہ سمیت زمین میں دھنس گیا۔ اس نے کہا میرے خیال میں آپ دونوں نے میری ہلاکت کے لئے دعا کی ہے۔ اب میری نجات کے لئے دعا کریں۔ خدا کی قسم میں آپ کی تلاش میں پھرنے والوں کو واپس کر دوں گا۔ تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس کے لئے دعا کی تو زمین نے اسے چھوڑ دیا۔ پس جو شخص بھی اس سے ملتا تو اس سے کہہ دیتا کہ ادھر تو میں تلاش کر آیا ہوں۔ پس جو بھی ملتا وہ اسے واپس کر دیتا اور اس نے جو ہم سے وعدہ کیا تھا اسے پورا کیا۔ (بخاری شریف جلد ا صفحہ ۵۱۱)

امام بخاری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا یارسول اللہ!

اِنِّىْ سَمِعْتُ مِنْكَ حَدِيْثًا كَثِيْرًا فَاَنْسَاهُ قَالَ اُبْسُطْ رِدَاءَكَ فَبَسَطْتُهٗ فَغَرَفَ بِيَدِهٖ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ ضُمَّهٗ فَضَمَمْتُ فَمَا نَسِيْتُ حَدِيْثًا بَعْدَهٗ.

ترجمہ: میں نے آپ سے بہت سی حدیثیں سنیں لیکن وہ سب بھول گئیں۔ حضور نے فرمایا اپنی چادر پھیلاؤ۔ میں نے پھیلا دی۔ تو آپ نے لپ بھر کر اس میں ڈال دیا۔ پھر فرمایا اسے سینے سے لگا لو۔ تو میں نے لگا لیا۔ پس میں اس کے بعد کسی حدیث کو نہیں بھولا۔ (بخاری شریف جلد ا صفحہ ۵۱۵)

حضرت امام بخاری اور تحریر فرماتے ہیں۔ سعید بن مینا کا بیان ہے کہ میں نے حضرت جابر

بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب خندق کھودی جارہی تھی تو میں نے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ کو سخت بھوک لگی ہے۔ پس میں اپنی بیوی کے پاس آ کر کہنے لگا کہ کھانے کی کوئی چیز ہے؟ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سخت بھوک کی حالت میں دیکھا ہے۔ اس نے بوری نکالی تو اس میں ایک صاع (چار کلو سے کچھ زائد) جو تھے۔ اور ہمارے پاس بکری کا ایک بچہ تھا۔ پس میں نے بکری کا بچہ ذبح کیا اور بیوی نے جو پیس لئے۔ میں نے گوشت کی بوٹیاں بنا کر انہیں پانی میں ڈال دیا۔ جب میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے کی خاطر جانے لگا تو بیوی نے کہا کہیں مجھے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کے سامنے رسوا نہ کرنا۔

میں نے حاضر خدمت ہو کر آہستہ سے عرض کیا کہ میں نے بکری کا ایک بچہ ذبح کیا ہے اور ہمارے پاس ایک صاع جو کا آٹا ہے۔ لہذا آپ چند حضرات کو ساتھ لے کر تشریف لے چلیں۔ تو نبی اکرم ﷺ نے بلند آواز سے فرمایا کہ اے خندق والو! جابر نے تمہارے لئے دعوت کا انتظام کیا ہے۔ لہذا آؤ چلو۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ میرے آنے تک ہانڈی نہ اتارنا اور روٹیاں نہ پکوانا۔ پس رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور آپ سب لوگوں کے آگے تھے۔ جب میں گھر گیا تو بیوی نے گھبرا کر مجھ سے کہا کہ آپ نے میرے ساتھ وہی بات کر دی جس کا اندیشہ تھا۔ میں نے کہا کہ تم نے جو کچھ کہا وہ میں نے عرض کر دیا تھا۔

فَبَصَقَ فِيهِ وَ بَارَكَ ثُمَّ عَمَدَ اِلٰى بُرْمَتِنَا فَبَصَقَ فِيهِ وَ بَارَكَ ثُمَّ قَالَ اُدْعُ خَابِزَةً فَلْتَخْبِزْ مَعِيْ وَاقْدَحِيْ مِنْ بُرْمَتِكُمْ فَلَا تُنْزِلُوْهَا وَهُمْ اَلْفٌ فَاُقْسِمُ بِاللّٰهِ لَا كَلُوْا حَتّٰى تَرَكُوْهُ وَانْحَرَفُوْا وَاِنَّا بُرْمَتَنَا لَتَغِطُّ كَمَا هِيَ وَ اِنَّ عَجِيْنَنَا لَيُخْبَزُ كَمَا هُوَ.

ترجمہ: پس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آٹے میں لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا مانگی۔ پھر ہانڈی میں لعاب دہن ڈالا اور دعائے برکت کی اس کے بعد فرمایا کہ روٹی بنانے والی ایک اور بلا لو تا کہ میرے سامنے روٹیاں پکائے اور تو اپنی ہانڈی سے گوشت نکال کر دیتی جائے اور فرمایا کہ ہانڈی کو نیچے نہ اتارنا۔ کھانے والوں کی تعداد ایک ہزار تھی۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم سب نے کھانا کھا لیا یہاں تک کہ سب شکم سیر ہو کر چلے گئے اور کھانا بھی پیچھے چھوڑ گئے۔ دیکھا گیا تو ہانڈی میں اتنا ہی گوشت موجود تھا۔ جتنا پکنے کے لئے رکھا تھا اور ہمارا آٹا بھی اتنا ہی تھا جتنا کہ پکانے سے پہلے تھا۔ (بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۵۸۹)

حضرت امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پنڈلی پر

غزوہ خیبر کے دن ایسی زبردست مار لگی کہ لوگوں کو آپ کے شہید ہونے کا گمان ہو گیا۔ حضرت سلمہ فرماتے ہیں۔

فَاَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَنَفَثَ فِیْہِ ثَلَاثَ نَفَثَاتٍ فَمَا اشْتَکَیْتُھَا حَتَّی السَّاعَۃَ۔

ترجمہ: میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے تین بار اس پر تھک تھکایا پھر اس کے بعد پنڈلی میں کبھی درد نہ ہوا۔

(بخاری شریف جلد۲ صفحہ ۶۰۵)

حضرت امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مذکورہ بالا حدیثوں کو تحریر فرما کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ خدائے تعالیٰ نے پیارے مصطفیٰ ﷺ کو ایسے عظیم مرتبہ سے سرفراز فرمایا تھا کہ ان کے چاہنے سے گھوڑا اپنے سوار سمیت پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔ پھر حضور ہی کے چاہنے سے زمین نے اس کو چھوڑا۔ اور قوت حافظہ جیسی چیز کو آپ نے چادر میں ڈال کر اسے دماغ تک پہنچا دیا اور آٹا و ہانڈی میں تھوک ڈال دیا تو وہ بہت زیادہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ گوشت کے ساتھ شوربے کا مسالہ بھی بڑھ گیا۔ اور صرف تھوک دیا تو ہلاک کرنے والا زخم ہمیشہ کے لئے اچھا ہو گیا۔

حضرت امام مسلم کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ متوفی ۲۶۱ ہجری)

آپ کا نام نامی مسلم بن حجاج قشیری ہے۔ کنیت ابوالحسین اور لقب عساکر الدین ہے۔ آپ کا تعلق قبیلہ بنی قشیر سے تھا۔ اس لئے آپ کو قشیری کہا جاتا ہے۔ آپ ۲۰۴ ہجری میں پیدا ہوئے۔ وطن نیشاپور ہے جو ایران میں صوبہ خراسان کا مشہور شہر ہے۔ آپ نے کئی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، لیکن ان تمام تصانیف میں صحیح مسلم سب سے زیادہ مشہور و مقبول ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک آپ کی صحیح مسلم صحت و متانت میں صحیح بخاری کے بعد دوسرے درجہ کی کتاب ہے، جسے آپ نے تین لاکھ احادیث سے چھانٹ کر تصنیف کیا ہے۔

بقول شیخ محقق علیہ الرحمۃ والرضوان آپ علمائے سلف میں ایسے مقتداء و پیشوا ہیں کہ بعد کا کوئی عالم و محدث آپ کے درجہ کو نہیں پہنچ سکا۔ آپ کی وفات ۲۶۱ ہجری میں ہوئی، جس کا سبب عجیب و غریب ہے کہ آپ کو ایک حدیث کی تلاش تھی جسے اپنے مسودات میں آپ تلاش کر رہے تھے اور قریب ہی ایک ٹوکرہ کھجور کا رکھا ہوا تھا۔ اس میں سے کھجوریں نکال کر کھاتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ سب کھجوریں ختم ہو گئیں اور اس وقت آپ کو اس کا احساس نہ ہوا، مگر بعد میں وہی بے اندازہ

کھجوریں کھالینا ہی آپؓ کی وفات کا سبب بنا۔

آپؓ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ نبیٔ اکرم ﷺ مدینہ طیبہ میں مقام زوراء پر تھے کہ ایک پیالہ حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا جس میں کچھ پانی تھا، تو آپ نے اپنی مقدس ہتھیلی اس میں رکھ دی۔

فَجَعَلَ یَنْبُعُ مِنْ بَیْنِ اَصَابِعِهٖ فَتَوَضَّاَ جَمِیْعُ اَصْحَابِهٖ قَالَ قُلْتُ کَمْ کَانُوْا یَا اَبَا حَمْزَةَ قَالَ کَانُوْا زُهَاءَ الثَّلٰثِ مِائَةٍ.

ترجمہ: پس حضور ﷺ کی مبارک انگلیوں کی گھائیوں سے پانی نکلنے لگا تو سارے صحابہؓ نے وضو کرلیا۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس سے پوچھا کہ اے ابوحمزہ آپ لوگ کتنے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ تقریباً تین سو۔

(مسلم شریف جلد۲ صفحہ۲۴۶)

اور حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ کے سامنے ایک شخص نے اپنے بائیں ہاتھ سے کھایا تو حضور ﷺ نے فرمایا۔

کُلْ بِیَمِیْنِکَ قَالَ لَا اَسْتَطِیْعُ قَالَ لَا اسْتَطَعْتَ مَا مَنَعَهٗ اِلَّا الْکِبْرُ قَالَ فَمَا رَفَعَهَا اِلٰی فِیْهِ.

ترجمہ: اپنے داہنے ہاتھ سے کھا! اس نے کہا میں داہنے ہاتھ سے نہیں کھا پاتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا تو داہنے ہاتھ سے نہ کھا سکے گا۔ ''اس نے تکبر کی وجہ سے جھوٹا عذر کیا تھا۔'' راوی نے کہا تو وہ اپنا داہنا ہاتھ منہ تک کبھی نہیں پہنچا سکا۔

(مسلم شریف بحوالہ مشکوٰۃ صفحہ۵۳۶)

اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ

سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی نَزَلْنَا وَادِیًا اَفْتَحَ فَذَهَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقْضِیْ حَاجَتَهٗ فَلَمْ یَرَ شَیْئًا یَسْتَتِرُ بِهٖ وَاِذَا شَجَرَتَانِ بِشَاطِیءِ الْوَادِیْ فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی اِحْدٰهُمَا فَاَخَذَ بِغُصْنٍ مِّنْ اَغْصَانِهَا فَقَالَ اِنْقَادِیْ عَلَیَّ بِاِذْنِ اللّٰهِ تَعَالٰی فَانْقَادَتْ مَعَهٗ کَالْبَعِیْرِ الْمَخْشُوْشِ الَّذِیْ یُصَانِعُ قَائِدَهٗ حَتّٰی اَتَی الشَّجَرَةَ الْاُخْرٰی فَاَخَذَ بِغُصْنٍ مِّنْ اَغْصَانِهَا فَقَالَ اِنْقَادِیْ عَلَیَّ بِاِذْنِ اللّٰهِ فَانْقَادَتْ مَعَهٗ کَذٰلِکَ حَتّٰی اِذَا کَانَ بِالْمَنْصَفِ مِمَّا بَیْنَهُمَا قَالَ اِلْتَئِمَا عَلَیَّ بِاِذْنِ اللّٰهِ فَالْتَئَمَا فَجَلَسْتُ اُحَدِّثُ نَفْسِیْ

فَجَائَتْ مِنِّي لَفْتَةٌ فَإِذَا اَنَا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقْبِلًا وَّاِذَا الشَّجَرَتَانِ قَدِ افْتَرَقَتَا فَقَامَتْ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا عَلٰى سَاقٍ.

ترجمہ: ہم حضور ﷺ کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ بے آب و گیاہ وادی یعنی میدان میں اترے۔ حضور ﷺ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے، لیکن پردہ کی کوئی جگہ آپ ﷺ کو نہ ملی۔ آپ ﷺ کی نظر اس وادی کے کنارے دو درختوں پر پڑی۔ حضور ﷺ ان میں سے ایک کے پاس تشریف لے گئے اور اس کی ایک شاخ کو پکڑ کر درخت سے فرمایا کہ بحکم خدا میرے ساتھ چل۔ وہ درخت اس اونٹ کی طرح چل پڑا جس کی ناک میں نکیل بندھی رہتی ہے اور اپنے ساربان کی فرمانبرداری کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک حضور ﷺ اس دوسرے درخت کے پاس تشریف لے گئے اور اس کی ایک شاخ پکڑ کر فرمایا کہ اے درخت تو بھی بحکمِ الٰہی میرے ساتھ چل، تو وہ بھی پہلے درخت کی طرح حضور ﷺ کے ساتھ چل پڑا۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ جب ان درختوں کی درمیان کی جگہ میں پہنچے تو فرمایا کہ اے درختو! تم دونوں بحکمِ الٰہی آپس میں مل کر میرے لئے پردہ بن جاؤ تو دونوں ایک دوسرے سے مل گئے اور حضور ﷺ نے ان درختوں کی آڑ میں قضائے حاجت فرمائی۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بیان ہے کہ اس عجیب واقعہ کو دیکھ کر میں بیٹھا سوچ رہا تھا کہ میری نگاہ اُٹھی تو اچانک میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ تشریف لا رہے ہیں اور دیکھا کہ دفعتاً وہ دونوں درخت جدا ہو کر چلے اور اپنے تنے پر کھڑے ہو گئے۔ (مسلم شریف بحوالہ مشکوٰۃ صفحہ ۵۴۳)

حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ان احادیثِ مبارکہ کو لکھ کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ حضور سیدِ عالم ﷺ کو خدائے تعالٰی نے تصرف کا وہ مرتبہ عطا فرمایا تھا کہ حضور ﷺ اپنی انگلیوں کی گھائیوں سے پانی نکالتے اور ایک شخص کو کہہ دیا کہ تو داہنے ہاتھ سے نہ کھا سکے تو پھر ویسا ہی ہوا اور حضور ﷺ درختوں کو اس طرح چلاتے، جیسے اونٹ چلائے جاتے ہیں۔

حضرت امام ترمذی کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ متوفی ۲۷۹ ہجری)

آپ ؒ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ اسلمی ہیں۔ آپ ؒ بلند پایہ علماء، رسولِ اکرم ﷺ کی احادیث کے حفاظ اور متفق علیہ ثقہ محدثین میں سے ہوئے ہیں۔ علمِ فقہ و حدیث میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ آپ ؒ کی کتاب ترمذی شریف صحاح ستہ میں سے ایک ہے جو آپ ؒ کی عظمتِ شان، وسعتِ حفظ، کثرتِ مطالعہ اور

حدیث کے فن میں آپؒ کی غایت درجہ تبحرِ علمی پر دلالت کرتی ہے۔ علماء نے آپؒ کی کتاب ترمذی شریف کی شان میں کہا ہے۔ هُوَ كَافٍ لِلْمُجْتَهِدِ وَمُغْنٍ لِلْمُقَلِّدِ. یعنی یہ کتاب مجتہد کے لئے کافی ووافی اور مقلد کو بے نیاز کرنے والی ہے۔

آپؒ نے ترمذی شریف تصنیف کرنے کے بعد حجاز، عراق اور خراسان کے علماء کی خدمت میں پیش کی تو سب نے اسے پسند فرمایا اور اچھی کتاب قرار دیا۔ شمائل النبی ﷺ بھی آپؒ کی تصنیف ہے، جو شمائلِ نبوی کے موضوع پر ایک بہترین کتاب ہے اور بہت خیر و برکت کی حامل ہے۔ حل المشکلات کے لئے اس کا پڑھنا مشائخ و اکابر کے تجربہ میں آچکا ہے۔ آپ ۲۰۹ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۲۷۹ ہجری میں وفات پائی۔ علیہ الرحمۃ والرضوان۔ (ماخوذ از اشعۃ اللمعات)

حضور سید عالم ﷺ کے تصرف کے متعلق آپؒ کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بِمَا اَعْرِفُ اَنَّكَ نَبِيٌّ قَالَ اِنْ دَعَوْتُ هٰذَا الْعِذْقَ مِنْ هٰذِهِ النَّخْلَةِ تَشْهَدُ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَدَعَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَنْزِلُ مِنَ النَّخْلَةِ حَتّٰى سَقَطَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ارْجِعْ فَعَادَ فَاَسْلَمَ الْاَعْرَابِيُّ.

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ایک دیہاتی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں کیسے یقین کروں کہ آپ سچے نبی ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کھجور کے اس خوشہ کو اگر میں بلاؤں اور وہ میرے پاس آکر اس بات کی گواہی دے کہ میں خدا تعالیٰ کا رسول ﷺ ہوں، جب تجھے یقین آجائے گا۔ چنانچہ حضور ﷺ نے اس خوشہ کو بلایا تو وہ کھجور کے درخت سے اترنے لگا، یہاں تک کہ حضور ﷺ کے قریب زمین پر آکر گرا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا، واپس چلا جا! تو وہ خوشہ واپس چلا گیا۔ یہ دیکھ کر وہ اعرابی مسلمان ہوگیا۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۰۳)

اس حدیث شریف کو لکھ کر حضرت امام ترمذی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنا یہ عقیدہ واضح کردیا کہ خدا تعالیٰ نے درخت کے پھلوں کو بھی حضور ﷺ کے زیر فرمان کردیا تھا۔

حضرت علامہ قاضی عیاض کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۵۴۴ ہجری)

آپؒ کا نام نامی عیاض ہے اور باپ کا نام موسیٰ بن عیاض بن عمر بن موسیٰ بن عیاض یحصبی سبتی

غرناطی۔ آپؒ مالکی المذہب تھے۔ ۴۷۶ ہجری میں پیدا ہوئے اور مراکش میں جمعہ کے دن جمادی الاخریٰ ۵۴۴ ہجری میں وفات ہوئی۔ آپ کو یحصبی اس لئے کہا جاتا ہے کہ یمن کے مشہور قبیلہ بنی یحصب سے آپؒ کا تعلق تھا اور شہر سبتہ میں پیدا ہوئے، جہاں آپ کا وطن تھا۔ اس بنیاد پر آپؒ کو سبتی کہا جاتا ہے اور عرصہ دراز تک سبتہ کے قاضی رہ کر ۵۳۱ ہجری میں چونکہ آپؒ غرناطہ منتقل ہو گئے تھے۔ اس لئے آپ کو غرناطی بھی کہا جاتا ہے اور آپؒ کے آباء و اجداد اندلس (اسپین) کے رہنے والے تھے جو وہاں سے شہر فاس منتقل ہوئے۔ پھر سبت میں آکر مستقل سکونت اختیار کی۔ اس بنیاد پر بعض لوگوں نے آپ کو اُندلسی بھی لکھا ہے۔

آپؒ تفسیر، حدیث، فقہ اور دیگر علومِ عقلیہ کے امام و بہترین خطیب تھے۔ کل ۳۰ کتابیں آپؒ نے تصنیف فرمائی ہیں، جن میں سب سے زیادہ مشہور و مقبول الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ ہے۔ بزرگوں نے فرمایا شفا شریف وہ متبرک کتاب ہے کہ جس مکان میں رہے اسے کوئی ضرر نہ پہنچے اور جس کشتی میں رہے وہ ڈوبنے سے محفوظ رہے اور جو مریض اس کتاب کو پڑھے یا سنے وہ شفا پائے۔

آپؒ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ غزوۂ ذی قرد میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر ایک تیر لگا تو حضور ﷺ نے ان کو بلایا۔

فَبَصَقَ عَلٰی اَثَرِ سَھْمٍ فِیْ وَجْہِ اَبِیْ قَتَادَۃَ قَالَ فَمَا ضَرَبَ عَلَیَّ وَلَا قَاحَ۔

ترجمہ: اور زخم پر تھوک دیا۔ فرماتے ہیں، اس وقت سے نہ تو مجھے درد ہوا اور نہ زخم میں پیپ پڑی بلکہ اچھا ہو گیا۔ (شفا شریف جلد ا صفحہ ۲۱۲)

مزید تحریر فرماتے ہیں کہ جنگِ بدر میں ابوجہل نے حضرت معوذ بن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ کاٹ ڈالا۔

فَجَاءَ یَحْمِلُ یَدَہٗ فَبَصَقَ عَلَیْھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَلْصَقَھَا فَلَصِقَتْ۔

ترجمہ: پس وہ اپنا ہاتھ اُٹھائے ہوئے حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے اس ہاتھ پر تھوک دیا اور اس کو جوڑ دیا تو وہ اُسی وقت جُڑ گیا۔ (شفا شریف جلد ا صفحہ ۲۱۳)

مزید تحریر فرمایا کہ جنگ بدر میں حضرت حبیب بن یساف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مونڈھے پر ایسی ضرب لگی کہ جس سے مونڈھا کٹ کر لٹک گیا۔

فَرَدَّہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَفَثَ عَلَیْہِ حَتّٰی صَحَّ۔

ترجمہ: پس رسول اللہ ﷺ نے اس مونڈھے کو اس جگہ پر رکھا اور اس پر تھوک دیا تو وہ مونڈھا بالکل ٹھیک ہو گیا۔ (شفا شریف صفحہ ۲۱۳ جلد ۱)

اور تحریر فرماتے ہیں۔

مَسَحَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَجْہَ قَتَادَۃَ بْنَ مِلْحَانَ فَکَانَ لِوَجْھِہٖ بَرِیْقٌ حَتّٰی کَانَ یَنْظُرُ فِیْ وَجْھِہٖ کَمَا یَنْظُرُ فِی الْمِرْاٰۃِ۔

ترجمہ: رحمتِ عالم ﷺ نے حضرت قتادہ بن ملحان کے چہرہ پر اپنا مقدس ہاتھ پھیرا تو ان کے چہرے میں اتنی چمک پیدا ہو گئی کہ اس میں چیزوں کا عکس اسی طرح دیکھا جاتا، جیسے آئینہ میں۔ (شفا شریف جلد ۱ صفحہ ۲۲۰)

امام قاضی عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تحریر فرماتے ہیں۔

مَسَحَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی رَاْسِ صَبِیٍّ بِہٖ عَاھَۃٌ فَبَرِاَ وَاسْتَوٰی رَاْسُہٗ۔

ترجمہ: ایک عورت اپنے ایسے لڑکے کو لے کر حاضرِ خدمت ہوئی جسے جنون (پاگل پن) تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا مقدس ہاتھ اس کے سینہ پر پھیرا تو اس نے قے کی اور اس کے پیٹ سے کالے بلے جیسی ایک چیز نکلی جو دوڑتی پھرتی تھی۔

(شفا شریف ج ۱ صفحہ ۲۱۴)

حضرت امام قاضی عیاض علیہ الرحمۃ والرضوان نے ان احادیث کریمہ کو لکھ کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ حضور سید عالم ﷺ کو خدا تعالیٰ نے تصرّف کی بے پناہ قوت مرحمت فرمائی تھی۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب: اگر کوئی شخص کہے کہ جب حضور ﷺ کو یہ قدرت حاصل تھی کہ حضرت معوذ بن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کٹا ہوا ہاتھ آپ ﷺ نے جوڑ دیا اور حضرت حبیب بن یساف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کٹ کر لٹکے ہوئے مونڈھے کو آپ ﷺ نے صحیح کر دیا تو پھر حضور ﷺ کی ظاہری زندگی میں لشکرِ اسلام کے کسی ایک سپاہی کو بھی زخمی ہو کر شہید نہیں ہونا چاہیے تھا۔

تو اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ارشادِ خداوندی ہے اِذَا جَآءَ اَجَلُھُمْ فَلَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَۃً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ یعنی جب ان کو موت آئے گی تو ایک ساعت آگے پیچھے نہیں ہوں گے۔ (پارہ ۱۱ رکوع ۱۰)

مزید ارشاد فرمایا وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰہُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُھَا ؕ یعنی اللہ تعالیٰ کسی جان کی موت کو ہرگز مؤخر نہیں فرمائے گا، جب کہ اس کا وقت آ جائے گا۔ (پارہ ۲۸ رکوع ۱۴)

تو جب رحمتِ عالم ﷺ جانتے کہ اس زخمی کی شہادت کا وقت ابھی نہیں آیا ہے تو آپ ﷺ اس

کے بارے میں تصرف فرماتے اور جب جان لیتے کہ اس کی دنیوی زندگی ختم ہوگئی ہے تو اس کے بارے میں آپ کچھ نہ کرتے۔

صاحبِ مشکوٰۃ علامہ خطیب تبریزی کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ متوفی ۷۴۰ ہجری)

آپؒ تحریر فرماتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَاَقْبَلَ اَعْرَابِيٌّ فَلَمَّا دَنٰى قَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ قَالَ وَمَنْ يَّشْهَدُ عَلٰى مَا تَقُوْلُ قَالَ هٰذِهِ السَّلَمَةُ فَدَعَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِشَاطِئِ الْوَادِيْ فَاَقْبَلَتْ تَخُدُّ الْاَرْضَ حَتّٰى قَامَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ فَاسْتَشْهَدَهَا ثَلٰثًا فَشَهِدَتْ اَنَّهُ كَمَا قَالَ ثُمَّ رَجَعَتْ اِلٰى مَنْبَتِهَا . رواہ دارمی

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ ایک دیہاتی آیا۔ جب وہ حضور ﷺ کے قریب پہنچا تو آپ نے اس سے فرمایا کیا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ خدائے واحد کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ خدا تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ دیہاتی نے کہا آپ کی باتوں پر میرے سوا اور کون گواہی دے گا؟ حضور ﷺ نے فرمایا یہ ببول کا درخت گواہی دے گا۔ یہ فرما کر آپ ﷺ نے اس درخت کو بلایا۔ آپ وادی کے کنارے تھے۔ وہ درخت زمین کو پھاڑتا ہوا چلا۔ یہاں تک کہ آپ کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ حضور ﷺ نے اس سے تین بار (خدا تعالیٰ کی واحدانیت اور اپنی رسالت پر) گواہی طلب فرمائی۔ اس درخت نے تینوں بار گواہی دی کہ حقیقت میں ایسا ہی ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا، اس کے بعد وہ درخت اپنی جگہ پر چلا گیا۔

(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۴۱)

حضرت علامہ خطیب تبریزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث شریف کو لکھ کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ خدا تعالیٰ نے حضور ﷺ کو تصرف کا وہ اختیار بخشا تھا کہ آپ درخت کو بلاتے تو وہ زمین کے سینہ کو چیرتا ہوا حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا اور جس بات کی آپ ﷺ اس سے گواہی

طلب فرماتے، وہ اس بات کی گواہی دیتا۔

علامہ جلال الدین سیوطی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۹۱۱ ہجری)

آپؒ کا نام عبدالرحمٰن، لقب جلال الدین اور کنیت ابوالفضل ہے۔ یکم رجب ۸۴۹ ہجری میں شہر سیوط میں پیدا ہوئے جو نواح مصر میں دریائے نیل کے مغربی جانب واقع ہے۔ آپؒ پانچ سال سات ماہ کے تھے کہ باپ کے سایے سے محروم ہوگئے۔ حسب وصیت چند بزرگوں نے آپؒ کی سرپرستی کی، جن میں شیخ کمال الدین ابن الہمام حنفی تھے۔ انہوں نے آپؒ کی طرف پوری توجہ کی تو آپؒ نے آٹھ سال سے کم عمر میں حفظِ قرآن سے فارغ ہوکر کئی علمی کتابیں حفظ کرلیں۔

تحصیلِ علوم کے بعد ۸۷۱ ہجری میں فتویٰ نویسی کا کام شروع کیا اور ۸۷۲ ہجری سے حدیث شریف کے لکھانے میں مشغول ہوئے اور پڑھانے کی اجازت تو آپؒ کو ۸۶۶ ہجری میں مل گئی تھی۔ آپؒ نے خود حسن المحاضرہ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، معانی، بیان اور بدیع، سات علوم میں تبحر عطا فرمایا ہے...... آپ اپنے زمانہ میں علمِ حدیث کے سب سے بڑے عالم تھے۔ آپ نے خود فرمایا ہے کہ مجھے دو لاکھ حدیثیں یاد ہیں۔ اگر مجھ کو اس سے زیادہ ملتیں تو ان کو بھی یاد کرتا۔ آپ نے کل تین سو کتابیں لکھی ہیں، جن میں تفسیرِ جلالین کا نصف اوّل، تفسیر اتقان، خصائصِ کبریٰ اور تاریخ الخلفاء، بہت مشہور ہیں۔

چالیس سال کی عمر میں آپ نے درس وتدریس، افتاء وقضا اور تمام دنیوی تعلقات سے الگ ہوکر گوشہ نشینی اختیار کرلی اور ہمہ تن تصنیف وتالیف اور عبادت وریاضت ورشد وہدایت میں مشغول ہوگئے۔ آپ نے ۶۳ سال کی عمر پائی اور معمولی سے مرض ہاتھ کے ورم میں مبتلا ہوکر ۹۱۱ ہجری میں المستمسک باللہ کے عہد میں انتقال فرمایا۔

آپ تحریر فرماتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضر موت کے چند زمیندار حضور سیدِ عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے جن میں اشعث بن قیس بھی تھے۔ ان لوگوں نے کہا، ہم نے ایک بات دل میں چھپا رکھی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا سبحان اللہ! یہ تو کاہن کا کام ہے اور کاہن وکہانت کا مقام دوزخ ہے۔

فَقَالُوْا کَیْفَ نَعْلَمُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَفًا مِنْ حَصٰی فَقَالَ ھٰذَا یَشْھَدُ اَنِّی رَسُوْلُ اللّٰہِ فَسَبَّحَ الْحَصٰی فِیْ یَدِہٖ قَالُوْا نَشْھَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔

ترجمہ: تو لوگوں نے کہا پھر ہم کس طرح جانیں آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں؟ تو آپ ﷺ نے ایک مٹھی کنکری زمین سے اٹھا کر فرمایا کہ یہ گواہی دیں گی کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ چنانچہ حضور ﷺ کے مقدس ہاتھ میں کنکریوں نے تسبیح پڑھی۔ یہ سنتے ہی ان لوگوں نے کہا ہم بھی گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ (خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۷۵)

بہت سی حدیثوں سے ثابت ہے کہ حضور سید عالم ﷺ دلوں کی کیفیات پر مطلع تھے۔ لیکن اس موقع پر جو فرمایا کہ یہ کاہن کا کام ہے تو اس میں مصلحت یہ تھی کہ جب حضور ان کے دل کی بات بتا دیتے تو ہو سکتا تھا وہ کہتے کہ یہ تو کاہن بھی کر دیا کرتے ہیں۔ لہٰذا حضور ﷺ نے اس کی بجائے کنکریوں سے اپنا کلمہ پڑھوا دیا۔ جو کاہن سے ممکن نہیں اور لکھتے ہیں کہ عکاشہ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بدر کی لڑائی میں میری تلوار ٹوٹ گئی۔

فَاَعْطَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عُوْدًا فَاِذَا ھُوَ سَیْفٌ اَبْیَضُ طَوِیْلٌ وَّ قَاتَلْتُ بِہٖ حَتّٰی ھَزَمَ اللّٰہُ الْمُشْرِکِیْنَ فَلَمْ یَزَلْ عِنْدَہٗ حَتّٰی ھَلَکَ۔

ترجمہ: پس رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک لکڑی دی تو وہ سفید رنگ کی لمبی تلوار ہو گئی اور میں نے اس سے لڑائی کی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو شکست دی۔ وہ تلوار حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ان کی وفات تک رہی۔
(بیہقی، ابنِ عساکر، خصائصِ کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۲۰۵)

لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار جنگِ احد میں ٹوٹ گئی۔

فَاَعْطَاہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَسِیْبًا مِّنْ نَّخْلٍ فَرَجَعَ فِیْ یَدِ عَبْدِاللّٰہِ سَیْفًا۔

ترجمہ: تو نبی اکرم ﷺ نے ان کو کھجور کی ایک شاخ عطا فرمائی، جو ان کے ہاتھ میں تلوار بن گئی۔ (بیہقی، خصائصِ کبریٰ، جلد ۱ صفحہ ۲۱۷)

اور تحریر فرماتے ہیں۔ حضرت ابو عمرہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم ایک غزوہ میں حضور سید عالم ﷺ کے ہمراہ تھے تو ایک روز بہت پیاسے ہوئے۔ حضور ﷺ نے ایک چھاگل منگوا کر اس کو اپنے سامنے رکھا اور تھوڑا سا پانی ڈال کر اس میں کلی کی اور جو کچھ اللہ نے چاہا۔ کلام پڑھا۔

ثُمَّ اَدْخَلَ خِنْصَرَہٗ فِیْھَا فَاُقْسِمُ بِاللّٰہِ لَقَدْ رَاَیْتُ اَصَابِعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَتَفَجَّرُ بِیَنَابِیْعِ الْمَاءِ ثُمَّ اَمَرَ النَّاسَ فَشَرِبُوْا وَسَقَوْا وَمَلَئُوْا قِرَبَھُمْ وَاَدَاوِیَھُمْ فَضَحِکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی بَدَتْ نَوَاجِذُہٗ ۔

ترجمہ۔ پھر حضور ﷺ نے اپنی چھوٹی انگلی اس میں ڈال دی، خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑے۔ پھر آپ نے لوگوں کو حکم دیا تو لوگوں نے خود پیا اور اپنے جانوروں کو پلایا اور مشکیں وڈولچیاں بھر لیں۔ یہ دیکھ کر آپ ﷺ مسکرائے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔

(ابو نعیم، خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۴۲)

انگلیاں پائیں وہ پیاری پیاری جن سے دریائے کرم ہیں جاری
جوش پر آتی ہے جب غم خواری تشنے سیراب ہوا کرتے ہیں

مزید تحریر فرماتے ہیں، حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ غزوہ تبوک میں ایک رات حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اے بلال! کیا تمہارے پاس کوئی کھانے کی چیز ہے؟ انہوں نے عرض کیا حضور! آپ ﷺ کے رب کی قسم ہمارے توشہ دان خالی ہو چکے ہیں۔ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا، اچھی طرح دیکھو! اور اپنے توشہ دان جھاڑو۔ سب نے اپنے اپنے توشہ دان جھاڑے تو کل سات کھجوریں ملیں۔ آپ نے ان کو ایک دسترخوان پر رکھا، پھر ان پر اپنا مقدس ہاتھ رکھا اور فرمایا بسم اللہ! کھاؤ! ہم تینوں حضور ﷺ کے دستِ مبارک کے نیچے سے ایک ایک اٹھا کر کھانے لگے۔ حضرت بلال فرماتے ہیں کہ میں بائیں ہاتھ میں گٹھلیاں رکھتا جاتا تھا، پیٹ بھر کھانے کے بعد جب میں نے ان کو گنا تو وہ چون ۵۴ تھیں۔ اسی طرح ہمارے دونوں ساتھیوں نے بھی پیٹ بھر کھایا۔ جب ہم لوگ سیر ہو گئے تو حضور ﷺ نے اپنا ہاتھ اٹھالیا۔ وہ سات کھجوریں اسی طرح موجود تھیں۔

سرکارِ اقدس ﷺ نے فرمایا اے بلال! ان کھجوروں کو سنبھال کر رکھو، ان میں سے کوئی نہ کھائے، پھر کام آئیں گی۔ حضرت بلال فرماتے ہیں کہ ہم نے ان کو نہیں کھایا۔ پھر جب دوسرا دن آیا اور کھانے کا وقت ہوا تو آپ ﷺ نے انہیں سات کھجوروں کو لانے کا حکم فرمایا۔ آپ ﷺ نے پھر اسی طرح ان پر اپنا دستِ مبارک رکھا اور فرمایا۔ بسم اللہ! کھاؤ! اب ہم دس آدمی تھے۔ سب نے پیٹ بھر کر کھایا۔ پھر جب حضور ﷺ نے اپنا دستِ مبارک ہٹایا تو بدستور سات کھجوریں موجود تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے بلال!

لَوْلَا اِنِّیْ اَسْتَحْیِیْ مِنْ رَّبِّیْ لَاَکَلْنَا مِنْ ھٰذِہِ التَّمَرَاتِ حَتّٰی نَرِدُ الْمَدِیْنَۃَ عَنْ

اٰخِرِنَا وَاَعْطَاهُنَّ غُلَامًا فَوَلّٰی وَهُوَ يَلُوْ كُهُنَّ۔

ترجمہ: اگر مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم نہ آئی تو مدینہ واپس ہونے تک ہم ان ہی سات کھجوروں سے کھاتے۔ پھر آپ نے وہ کھجوریں ایک لڑکے کو عطا فرما دیں۔ وہ انہیں کھاتا ہوا چلا گیا۔ (ابونعیم، ابن عساکر، خصائصِ کبریٰ جلد ا صفحہ ۲۷۵)

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مذکورہ بالا حدیثوں کو خصائصِ کبریٰ میں لکھ کر اپنا یہ عقیدہ کھلم کھلا واضح کر دیا کہ حضور سیدِ عالم ﷺ کو من جانب اللہ ہر قسم کے تصرفات عطا کئے گئے تھے۔

دیوبند کے مولانا محمد حنیف گنگوہی لکھتے ہیں کہ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خاص خادم محمد علی حباک کا بیان ہے کہ ایک روز آپ نے قیلولہ کے وقت فرمایا کہ اگر تم میرے مرنے سے پہلے اس راز کو افشا (ظاہر) نہ کرو تو آج عصر کی نماز مکہ معظمہ میں پڑھوا دوں۔ عرض کیا ضرور۔ فرمایا، آنکھیں بند کر لو اور ہاتھ پکڑ کر تقریباً ستائیس ۲۷ قدم چل کر فرمایا، آنکھیں کھول دو۔ دیکھا تو ہم باب معلاۃ پر تھے۔ حرم پہنچ کر طواف کیا۔ زم زم پیا۔ پھر فرمایا کہ اس سے تعجب مت کرو کہ ہمارے لئے طیِ ارض ہوا بلکہ زیادہ تعجب اس کا ہے کہ مصر کے بہت سے مجاورین حرم ہمارے جاننے والے یہاں موجود ہیں، مگر ہمیں نہ پہچان سکے۔ پھر فرمایا چاہو تو ساتھ چلو۔ ورنہ حاجیوں کے ساتھ آ جانا۔ عرض کیا ساتھ ہی چلوں گا۔ باب معلاۃ تک گئے اور فرمایا، آنکھیں بند کر لو اور مجھے سات قدم دوڑایا۔ آنکھیں کھولیں تو ہم مصر میں تھے۔ (احوال المصنفین صفحہ ۴۶)

اس واقعہ سے حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنا عقیدہ ثابت کر دیا کہ چند ساعت میں ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچنے بلکہ دوسرے کو پہنچانے کی بھی قوت خدائے تعالیٰ نے مجھے مرحمت فرمائی ہے۔

ہر کہ عشقِ مصطفٰی سامانِ اوست
بحر و بر در گوشۂ دامانِ اوست

(ڈاکٹر اقبال)

زبدۃ العارفین حضرت علامہ شطنوفی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۷۱۳ ہجری)

آپ کو علامہ شمس الدین ذہبی نے اپنی کتاب طبقات المقرئین میں اور خاتم الحفاظ علامہ

جلال الدین سیوطی نے حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاہرہ میں الامام الاوحد یعنی بے نظیر امام کہا ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں۔

لَقَدْ اَدْرَکْتُ الْمَشَائِخَ مِنْ صَدْرِ الْقَرْنِ الْمَاضِیْ یَقُوْلُوْنَ اَرْبَعَۃٌ ھُمُ الَّذِیْنَ یُبْرِءُوْنَ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ الشَّیْخُ عَبْدُالْقَادِرِ وَالشَّیْخُ بَقَاءُ بْنُ بَطُوْا وَالشَّیْخُ اَبُوْ سَعْدِنِ الْقَیْلَوِیُّ وَالشَّیْخُ عَلِیُّ بْنُ الْھِیْتِیْ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

ترجمہ: میں نے پہلے زمانہ کے مشائخ کو یہ کہتے ہوئے پایا کہ چار بزرگ ایسے ہیں جو مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتے ہیں۔ شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ بقاء بن بطو، شیخ ابوسعد قیلوی اور شیخ علی بن ہیتی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین (بہجۃ الاسرار صفحہ ۶۳)

اور تحریر فرماتے ہیں۔

لَقَدْ رَأَیْتُ اَرْبَعَۃً مِّنَ الْمَشَائِخِ یَتَصَرَّفُوْنَ فِیْ قُبُوْرِھِمْ کَتَصَرُّفِ الْاَحْیَاءِ الشَّیْخُ عَبْدُالْقَادِرِ وَالشَّیْخُ مَعْرُوْفِ نِ الْکَرْخِیُّ وَالشَّیْخُ عَقِیْلُ نِ الْمُنْجِیُّ وَالشَّیْخُ حَیَاءُ بْنُ قَیْسِ نِ الْحَرَانِیْ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔

ترجمہ: میں نے ایسے چار مشائخ کو دیکھا ہے جو اپنی قبروں میں ایسے تصرف کرتے ہیں، جیسے زندہ کرتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، حضرت شیخ معروف کرخی، حضرت شیخ عقیل منجی اور حضرت شیخ حیاء بن قیس حرانی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین (بہجۃ الاسرار صفحہ ۶۳)

اور حضرت شیخ علی بن ہیتی علیہ الرحمۃ والرضوان کے تعارف میں تحریر فرماتے ہیں۔

ھُوَاَحَدُالْاَرْبَعَۃِ الَّذِیْنَ کَانَتْ مَشَائِخَ الْعِرَاقِ یُسَمُّوْنَھُمْ الْبَرَءَۃَ عَلٰی مَعْنٰی اَنَّھُمْ یُبْرِءُوْنَ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ وَھُمُ الشَّیْخُ عَبْدُالْقَادِرِ الْجِیْلِیُّ وَالشَّیْخُ عَلِیُّ بْنُ الْھِیْتِیْ وَالشَّیْخُ بَقَاءُ بْنُ بَطُوْ وَالشَّیْخُ اَبُوْ سَعْدِ نِ الْقَیْلَوِیُّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ۔

ترجمہ: آپ ان چار بزرگوں میں سے ایک ہیں جن کو عراق کے مشائخ بَرَءَہ کہتے تھے۔ اس معنی سے کہ وہ حضرات مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو اچھا کرتے تھے اور وہ شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ علی بن ہیتی، شیخ بقاء بن بطو اور شیخ ابوسعد قیلوی ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

فَمَا اَخْبَرَنَا اَبُوْ الْفُتُوْحِ عَبْدُالْحَمِیْدِ بْنُ مَعَالِیِ الصَّرْصَرِیُّ قَالَ اَخْبَرَنَا الشَّیْخُ عَلِیُّ نِ الْخَبَّازُ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَیْنِ الْکِیْمَانِیُّ وَالْبَزَّازُ یَقُوْلَانِ

اَدْرَکْنَا اَعْیَانَ الْمَشَائِخِ مِنَ الصَّدْرِ الْاَوَّلِ یُسَمُّوْنَ الشَّیْخُ عَبْدُالْقَادِرِ وَالشَّیْخُ عَلِیُّ بْنُ الْھِیْتِیْ وَالشَّیْخُ بَقَاءُ بْنُ بَطُوْ وَالشَّیْخَ اَبَا سَعْدِنِ الْقَیْلَوِیَّ الْبَرَأَۃِ یَعْنِیْ یُبْرِءُوْنَ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ.

ترجمہ: یہ وہ بات ہے جس کی ہم کو ابوالفتوح عبدالحمید بن معالی صرصری نے خبر دی۔ انہوں نے کہا کہ ہم کو شیخ علی بن خباز نے خبر دی۔ انہوں نے کہا میں نے دو عمر کیانی اور بزاز سے سنا۔ وہ دونوں کہتے تھے کہ ہم نے پہلے زمانہ کے مخصوص مشائخ کو پایا کہ وہ شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ علی بن ہیتی، شیخ بقاء بن بطو اور شیخ ابوسعد قیلوی (علیہم الرحمۃ والرضوان) کو بَـرَءَہ کہتے تھے۔ یعنی یہ مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو اچھا کرتے تھے۔ (بہجۃ الاسرار صفحہ ۱۵۳)

حضرت علامہ شطنوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مذکورہ بالا عبارتوں میں اپنا یہ عقیدہ صاف لفظوں میں بیان کر دیا کہ چار مشائخ مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دیا کرتے تھے۔ ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا کہ یہ صرف میرا عقیدہ نہیں ہے بلکہ پہلے زمانہ کے بزرگوں کا بھی یہی عقیدہ رہا اور اپنا یہ عقیدہ بھی ظاہر کر دیا کہ چار مشائخ اپنی قبروں میں زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں۔

حضرت علامہ شطنوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور تحریر فرماتے ہیں کہ خبر دی ہم کو شیخ صالح ابو محمد عبدالجبار بن احمد بن علی قرشی مصری مؤدت نے۔ انہوں نے کہا خبر دی ہم کو شیخ امام ابوربیع سلیمان بن احمد بن علی سعدی مقری مشہور بہ ابن مغزل نے انہوں نے کہا کہ میں نے شیخ عارف ابوالعباس احمد بن برکات بن اسمٰعیل سعدی مقری جو حضرت شیخ ابوعمرو عثمان بن مرزوق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خادم تھے۔ ان سے سنا وہ کہتے تھے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت کے ساتھ ملک شام تک تجرید کے قدم پر سفر کیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی تیسرا ہمارے ساتھ نہ تھا۔ تین دن گزر گئے کہ مجھے کوئی کھانے پینے کی چیز نہ ملی۔ قریب تھا کہ میں زمین پر گر پڑوں۔ جب حضرت نے مجھے اس حال میں دیکھا تو ریت کے ٹیلے پر چڑھ کر دونوں ہاتھوں سے ریت بھر لی۔ فَنَاوَلَنِیْہِ سَوِیْقًا مَّشْوِیًا فَاَکَلْتُ مِنْہُ حَتّٰی شَبِعْتُ یعنی تو مجھ کو بھنا ہوا ستو جس میں شکر پڑی ہوئی تھی دیا تو میں نے اس کو کھایا یہاں تک کہ میرا پیٹ بھر گیا۔ پھر ٹیلے پر ایک ہاتھ مارا تو اس میں سے ایک میٹھا چشمہ نکل آیا جو کہ دنیا کے میٹھے چشموں سے بہتر تھا۔ میں نے اس سے پانی پیا یہاں کہ آسودہ ہو گیا۔ (بہجۃ الاسرار صفحہ ۱۷۵)

حضرت علامہ شطنوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور تحریر فرماتے ہیں کہ خبر دی ہم کو ابو محمد مالک بن شیخ ابوالفتح منجی نے۔ انہوں نے کہا خبر دی ہم کو شیخ عارف فقیہ فاضل ابوالفرح عبید بن منیع بن کامل عصعصی مقری نے۔ انہوں نے کہا خبر دی ہم کو شیخ عارف ابویحیٰ زکریا بن شیخ ابوزکریا یحیٰی بن شیخ

بزرگ ابو حفص عمر بن یحییٰ مشہور حدیدی نے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ میں نے شیخ عارف ہوشیار ابو الثنا احمد بن عبد الحمید سنجاری زرعی سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ ایک سال میں نے شیخ سوید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ قدم تجرید پر حج کیا۔ جب ہم جنگل میں پہنچے تو پانی ہمارے پاس ختم ہو گیا اور ہم کو سخت پیاس لگی۔ یہاں تک کہ ہم قریب المرگ ہو گئے۔ حضرت نے راستہ سے تھوڑا ہٹ کر دو رکعت نماز پڑھی اور میں آپ کے ساتھ تھا۔ وہاں ایک پتھر تھا جس پر آپ نے اپنا ہاتھ مارا فَانْفَجَرَتْ مِنْهَا عَيْنٌ شَدِيْدَةُ الْحَلَاوَةِ. یعنی تو اس میں سے ایک نہایت میٹھا چشمہ پھوٹ پڑا۔ ہم نے خوب پانی پیا یہاں تک کہ سیر ہو گئے اور حضرت نے اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر کر مجھے پلایا تو میں نے پانی اور ستو پیا۔ پھر ایک چلو بھرا اور پیا۔ پھر اس پر اپنا ہاتھ پھیرا تو وہ پہلے کی طرح سخت پتھر بن گیا، جس پر تری کا کچھ نام ونشان نہ تھا۔ فَاسْتَغْنَيْتُ عَنِ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ سَبْعَةَ اَيَّامٍ یعنی پھر مجھے سات روز تک کھانے پینے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔

(بہجۃ الاسرار صفحہ ۱۷۹)

حضرت علامہ شطنوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور تحریر فرماتے ہیں کہ خبر دی ہم کو ہمارے شیخ نجیب الدین ابو الفرح عبد اللطیف بن شیخ نجم الدین عبد المنعم بن علی بن صیقل حرانی نے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے باپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا وہ کہتے کہ حضرت شیخ حیات حرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سال حج کیا۔ جب ایک منزل پر سب قافلہ اترا تو حضرت اور ان کے ساتھی ایک ببول کے درخت کے نیچے بیٹھے۔ ان کے خادم نے عرض کیا۔ اے میرے سردار! میں تازہ کھجور کھانا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا هُزِّ هٰذِهِ الشَّجَرَةَ ۔ یعنی اس درخت کو ہلا۔ اس نے عرض کیا اے میرے سردار! یہ تو ببول کا درخت ہے۔ آپ نے فرمایا اسی کو ہلا۔ جب اس نے ہلایا تو اس پر سے تازہ کھجوریں گریں اور ان کو سب نے کھایا۔ یہاں تک کہ وہ سیر ہو گئے اور پھر وہاں سے چل دیئے۔ (بہجۃ الاسرار صفحہ ۱۸۲)

مزید تحریر فرماتے ہیں کہ خبر دی ہم کو شیخ ابو المعالی عبد الرحیم بن مظفر بن مہذب قرشی نے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے باپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا جو حضرت شیخ علی بن ادریس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مریدوں میں سے تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ہمارے علاقہ میں ایک ایسا حاکم آیا جس نے ہم لوگوں پر بہت ظلم اور زیادتی کی۔ میں حضرت شیخ علی بن ادریس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کے پاس یعقوبیہ کے مقام پر ٹھہرا رہا، مگر ان کے رعب ودبدبہ اور ہیبت کی وجہ سے حاکم کے بارے میں ان سے کچھ عرض نہ کر سکا۔ پھر جب چوتھی رات ہوئی اور حضرت مغرب کی نماز پڑھ کر بیٹھے اور تمام مریدوں نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا تو آپ نے ایک مرید کے ہاتھ میں تیر اور کمان دیکھ کر فرمایا کہ یہ مجھے دے دے۔ اس نے آپ کو دے دیا۔ پھر شیخ

نے تیر کو کمان کے جگر پر رکھ مجھے فرمایا کیا میں تیر چلا دوں؟ میں نے عرض کیا اے میرے سردار! اگر آپ چاہیں تو چلا دیں۔ دوسری مرتبہ پھر آپ نے انہیں زمین پر رکھ دیا تیسری بار پھر انہیں اٹھا کر فرمایا کیا میں تیر چلا دوں؟ میں نے عرض کیا اے میرے سردار! جیسی آپ کی مرضی ہو۔

تب آپ نے تیر پھینکا تو وہ ایک درخت میں لگا جو آپ کے سامنے تھا۔ آپ میں اور اس درخت میں چار پانچ گز کا فاصلہ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تیر چلا دیا اور اس ظالم حاکم کی گردن پر لگا۔ تو ہم نے اور تمام حاضرین نے نعرۂ تکبیر لگایا اور تیر و کمان کے مالک نے کھڑے ہو کر ان کو لے لیا۔ جب صبح ہوئی تو ہم کو خبر ملی کہ حاکم اپنے مکان میں مغرب کے بعد گھر کی چھت پر لیٹا ہوا تھا کہ اس کو ایک غیبی تیر پہنچا جو نہ معلوم کہاں سے آیا ہوا تھا۔ اس کی گردن میں لگا جس سے وہ ذبح ہو کر مر گیا۔ (بہجۃ الاسرار صفحہ ۲۴۰)

حضرت علامہ شطنوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا واقعات کو لکھ کر بھی اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ خدا تعالیٰ نے اولیائے کرام کو کائنات میں تصرف کا اختیار عطا فرمایا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وصال ۱۰۵۲ ہجری)

آپ کا نام عبدالحق۔ والد گرامی کا نام سیف الدین بن سعد اللہ ترک دہلوی بخاری۔ ابوالمجد کنیت تھی۔ آپ کے آباؤ اجداد بخارہ کے رہنے والے تھے جو دہلی میں آکر سکونت پذیر ہوئے۔ آپ ماہِ محرم ۹۵۸ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد سے دو تین مہینے میں پورا قرآن مجید پڑھ لیا اور ایک ماہ کی قلیل مدت میں لکھنا سیکھ لیا۔ اس کے بعد میزان یاد کی۔ گلستاں، بوستاں، دیوانِ حافظ اور مصباح و کافیہ بھی اپنے والد سے پڑھی۔ بارہ سال کی عمر میں شرح شمسیہ و شرح عقائد اور پندرہ سال کی عمر میں مختصر و مطول پڑھی اور ابتدائی زمانہ ہی میں ایک سال کچھ مہینے میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ ساتھ آٹھ سال تک فقہائے ماوراء النہر کے درس میں رہے، جنہوں نے رخصت ہوتے وقت آپ سے یہ کہا کہ ہم نے تم سے فائدہ اٹھایا تم پر ہمارا کوئی احسان نہیں۔

بائیس سال کی عمر میں تحصیلِ علم سے فارغ ہو کر مسند تدریس پر جلوہ افروز ہوئے، مگر پھر عمر کے اڑتیسویں سال میں مکہ معظمہ چلے گئے۔ وہاں کے محدثین سے بخاری اور مسلم کا درس لیا۔ ماہِ رمضان ۹۹۶ ہجری میں حضرت شیخ عبدالوہاب متقی علیہ الرحمۃ والرضوان کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور مشکوٰۃ شریف پڑھنا شروع کی۔ درمیان میں تقریباً تین ماہ مدینہ طیبہ سرکارِ اقدس ﷺ کی بارگاہ میں حاضر رہے۔ پھر مکہ معظمہ واپس آکر حضرت شیخ عبدالوہاب سے مشکوٰۃ شریف کا

درس مکمل کیا۔ حقیقت میں حدیث، تصوف اور فقہ کی اعلیٰ تعلیم آپ نے اسی برگزیدہ ہستی سے حاصل کی۔ آپ کی ذات پر ہندوستان کو فخر ہے کہ مکہ معظمہ سے ۹۹۹ ہجری میں واپس آکر سب سے پہلے علمِ حدیث سے ہندوستان کو آپ ہی نے منور کیا اور اپنی تصنیفات سے علمِ حدیث کو اس ملک کے ہر گوشے میں پہنچا دیا۔

آپ کی کل تصنیفات ساٹھ ۶۰ ہیں، جن میں لمعات شرح مشکوٰۃ۔ عربی، اشعۃ اللمعات، شرح مشکوٰۃ فارسی، مدارج النبوۃ، شرح سفر السعادت، شرح فتوح الغیب، جذب القلوب، اخبار الاخیار، زبدۃ الآثار اور ماثبت بالسنۃ وغیرہ بہت زیادہ مشہور و مقبول ہیں۔

سرکارِ اقدس ﷺ کی بارگاہ میں آپ کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی کہ حضور ﷺ نے چار بار آپ کو خواب میں اپنے جمالِ جہاں آرا کے دیدار سے مشرف فرمایا۔ ۱۰۵۲ ہجری میں آپ کا وصال ہوا۔ شہرِ دہلی کے مشہور محلّہ مہرولی شریف میں حوضِ شمسی کے قریب آپ کا مزار مبارک ہے۔ آج جس کی ویرانی دیکھ کر محبت والے کا دل خون کے آنسو بہاتا ہے کہ عوام تو عوام علمائے اہلسنت حضرت قطب صاحب کے یہاں تو بڑے شوق سے جاتے ہیں، مگر اسی محلّہ میں حضرت شیخ کے آستانہ پر حاضری نہیں دیتے جبکہ ان کے احسانات سے وہ کبھی سبکدوش نہیں ہوسکتے۔

حضرت شیخ، حضور سید عالم ﷺ کے بارے میں اپنا عقیدہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

وازاں جملہ آنست کہ دادہ شد آنحضرت ﷺ را مفاتیح خزائن و سپردہ شد بوئے۔ وظاہرش آنست کہ خزائن ملوک فارس و روم ہمہ بدستہ صحابہ افتادہ و باطن، آں کہ مراد خزائن اجناس عالم ست کہ رزق ہمہ در کف اقتدار اوے سپرد۔ وقوت تربیت ظاہر و باطن ہمہ بودے (مدارج النبوۃ جلد ا صفحہ ۱۴۰)

حضور ﷺ کو خزانوں کی کنجیاں دی گئیں اور خزانے ان کے سپرد کردیئے گئے۔ اس کا ظاہر تو یہ ہے کہ شاہانِ فارس و روم کے سارے خزانے صحابہ کے ہاتھ میں آئے اور باطن یہ ہے کہ اجناسِ عالم کے خزانے مراد ہیں کہ سب کے رزق ان کے دستِ قدرت و اختیار میں دے دیئے گئے اور انہیں ظاہر و باطن سب کی تربیت کی قوت حاصل تھی۔ (مقدمہ اشعۃ اللمعات اردو صفحہ ۱۰۶)

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۸۴ پر مسلم شریف کی ایک حدیث ہے جو حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا سَلْ یعنی مانگ۔ تو میں نے عرض کیا میں جنت میں حضور ﷺ کی رفاقت چاہتا ہوں۔ فرمایا کچھ اور؟ میں نے عرض کیا میری مراد تو بس یہی ہے۔ اس حدیث شریف کی شرح کرتے ہوئے حضرت شیخ تحریر فرماتے ہیں۔

واز اطلاق سوال کہ فرمود سَلْ بخواہ و تخصیص نہ کرد بمطلوبے خاص معلوم می شود کہ کار ہمہ بدست ہمت و کرامت اوست ﷺ ہر چہ خواہد ہر کرا خواہد باذن پروردگار خود بدہد فَاِنَّ مِنْ جُوْدِکَ الدُّنْیَا

وَضَـرَّتَهَا وَمِنْ عُلُوْمِکَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ ۔ اگر خیریت دنیاو عقبیٰ آرزو داری۔ بدرگاہش بیاد ہر چہ می خواہی تمنا کن۔

ترجمہ: مانگ سوال کو مطلق فرمانے کسی خاص چیز سے مقید نہ فرمانے سے معلوم ہوتا ہے کہ سارا

معاملہ حضور ﷺ کے مقدس ہاتھوں میں ہے جو کچھ چاہیں، جس کے لئے چاہیں اپنے رب کے حکم سے عطا فرمادیں۔ اس لئے کہ دنیا اور اس کی شادابی آپ ہی کی سخاوت سے ہے اور لوح و قلم آپ کے علوم کا ایک حصہ ہے۔ اگر دنیا و آخرت کی بھلائی چاہتے ہو تو ان کی بارگاہ میں حاضر ہو اور جو چاہو مانگ لو۔ (اشعۃ اللمعات جلد ا صفحہ ۳۹۶)

حضور سید عالم ﷺ کے اختیار کلی کے متعلق واضح لفظوں میں مزید تحریر فرماتے ہیں۔

ملک و ملکوت جن و انس و تمامہ عوالم بتقدیر و تصرف الٰہی عزوجل در حیطۂ قدرت و تصرف وے بود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (اشعۃ اللمعات جلد ا صفحہ ۳۳۷ مطبع کلکتہ)

ترجمہ: جن و انس کے تمام ملک و حکومت اور سارے جہان خداوند قدوس کی عطاء سے حضور ﷺ کے قدرت و تصرف میں ہیں۔ (مقدمہ اشعۃ اللمعات اردو جلد ا صفحہ ۱۰۷)

حضرت شیخ، بزرگوں کے تصرف کے بارے میں مزید تحریر فرماتے ہیں۔

اَلشَّیْخُ عَلِیُّ بْنُ الْهِیْتِیْ اَحَدُ الْاَرْبَعَةِ الَّذِیْنَ کَانَتْ مَشَائِخُ الْعِرَاقِ یُسَمُّوْنَهُمُ الْبُرُوْءَةَ عَلٰی اَنَّهُمْ یُبْرِءُوْنَ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَهُمُ الشَّیْخُ عَبْدُالْقَادِرِ الْجِیْلِیُّ وَالشَّیْخُ عَلِیُّ بْنُ الْهِیْتِیْ وَالشَّیْخُ بَقَاءُ بْنُ بَطُوْ وَالشَّیْخُ اَبُوْ سَعْدِنِ الْقَیْلَوِیُّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ۔

ترجمہ: حضرت شیخ علی بن ہیتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان چار مشائخ میں سے ہیں، جنہیں بُرُوْءَہ یعنی شفا کہتے تھے۔ اس لئے کہ وہ مادرزاد اندھے اور برص کے مریض کو اچھا کر دیتے تھے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ علی بن ہیتی، شیخ بقاء بن بطو اور شیخ ابوسعد قیلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم (زبدۃ الاسرار صفحہ ۹)

بعد وصال اولیاء اللہ کے تصرف کرنے کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

قَالَ الشَّیْخُ عَلِیُّ نِ الْقُرَشِیُّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ رَاَیْتُ اَرْبَعَةً مِنَ الْمَشَائِخِ یَتَصَرَّفُوْنَ فِیْ قُبُوْرِهِمْ کَتَصَرُّفِ الْاَحْیَاءِ الشَّیْخُ عَبْدُالْقَادِرِ وَالشَّیْخُ مَعْرُوْفُ نِ الْکَرْخِیُّ وَالشَّیْخُ عَقِیْلُ نِ الْمُنْجِیُّ وَالشَّیْخُ حَیَاتُ بْنُ قَیْسِ نِ الْحَرَانِیُّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ۔

ترجمہ: حضرت شیخ علی قرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے چار ایسے مشائخ کو دیکھا جو اپنی قبروں میں زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، حضرت شیخ معروف کرخی، حضرت شیخ عقیل منجی اور شیخ حیات بن قیس حرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم (زبدۃ الاسرار صفحہ ۹)

اسی کے مثل آپ نے اشعۃ اللمعات جلد ا صفحہ ۷۱۵ میں بھی تحریر فرمایا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان نے مذکورہ بالا تحریروں سے اپنا یہ عقیدہ واضح کر دیا کہ خدا تعالیٰ نے تمام عالم کو حضور ﷺ کے تصرف میں کر دیا ہے اور اولیاء اللہ بھی اپنی ظاہری زندگی اور بعد وصال دونوں حالتوں میں تصرف کرتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا عقیدہ

(رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ متوفی ۱۱۷۶ ہجری)

آپ لکھتے ہیں کہ حضرت خلیفہ ابوالقاسم اکبر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سفرِ حج میں جہاز کے اپنے ساتھیوں کو مقامات اور کرامات اولیاء سنایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ اولیاء کے پانی پر چلنے اور دُور دراز مقامات کو آناً فاناً طے کرنے کی بات چل پڑی تو جہاز کے کپتان نے ان کرامات سے انکار کر دیا اور کہنے لگا کہ ایسے جھوٹ کے تومار بہت سننے میں آتے ہیں، جن کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ یہ سن کر آپ کی غیرتِ ایمانی جاگ اٹھی اور سمندر میں چھلانگ لگا دی۔

یہ دیکھ کر لوگوں نے کپتان کو ملامت کی اور وہ خود بھی اس بات پر نادم ہوا کہ میرے جھگڑنے کی وجہ سے فقیر ہلاک ہوا اور خلیفہ کے ساتھی حضرت کی جدائی کے تصور سے غمگین ہونے لگے۔ عین اسی وقت حضرت خلیفہ نے بلند آواز سے کہا کہ رنجیدہ نہ ہوں میں خیر و عافیت سے پانی کے اوپر چل رہا ہوں۔ یہ سن کر تمام اہل جہاز اور کپتان نے آئندہ فقیروں کے ساتھ گستاخی کرنے سے توبہ کی اور حلقۂ نیاز منداں میں شامل ہو گئے۔ ان کے رجوع و توبہ کے بعد حضرت خلیفہ صحیح و سالم جہاز پر چڑھ آئے۔ (انفاس العارفین صفحہ ۷۷)

مزید لکھتے ہیں کہ رحمت اللہ کفش دوز نے بیان کیا کہ ایک موقع پر حضرت شیخ ابوالرضا محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور میں ان کے سامنے ایک درخت کے نیچے کھڑا تھا کہ آپ کی خدمت میں ایک شخص نے کہا کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بعض اوقات کسی کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے تھے تو قوت جذب اور شیخ کی گرمیٔ نگاہ سے اس کی جان نکل جاتی تھی۔ آج کل ہم مشائخ کا شور سنتے ہیں، مگر کسی کی قوتِ باطنی میں یہ تاثیر نہیں دیکھی۔ یہ سن کر حضرت شیخ نے

جوش میں فرمایا کہ بایزید روحیں تو نکال لیتے تھے، مگر جسم میں واپس نہیں لوٹاتے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے میرے دل کو اپنے قلبِ اطہر کے زیرِ سایہ ایسی تربیت اور وہ قوت عطا فرمائی ہے کہ جب چاہوں کسی کی روح کھینچ لوں اور جب چاہوں اسے واپس لوٹا دوں۔

عین اسی وقت شیخ نے مجھ پر نظر کر کے میری روح کھینچ لی اور میں زمین پر گر کر مر گیا اور مجھے اس دنیا کا کوئی شعور نہیں رہا، سوائے اس کے کہ میں نے اپنے آپ کو ایک بہت بڑے دریا میں ڈوبا ہوا پایا۔ آپ نے اعتراض کرنے والے کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اسے دیکھو! مردہ ہے یا زندہ؟ اس نے سوچ کر کہا کہ مردہ ہے۔ فرمایا اگر تو چاہے تو اسے مردہ چھوڑ دوں اور اگر پسند کرے تو اسے زندہ کر دوں۔ کہنے لگا اگر زندہ ہو جائے تو یہ انتہائی مہربانی ہوگی۔ آپ نے مجھ پر دوبارہ توجہ ڈالی تو میں زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔ تمام حاضرینِ مجلس حضرت شیخ کی قوتِ حال سے بہت متعجب ہوئے۔ (انفاس العارفین صفحہ ۲۰۷)

مزید تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بار سید برہان بخاری قولنج کے درد میں مبتلا ہو گئے اور شدید بے چینی محسوس کرنے لگے۔ حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کیا گیا تو آپ ان کے گھر تشریف لے گئے اور ان کے سرہانے بیٹھ کر ان کے مرض کو اس طرح کھینچ لیا کہ انہیں فوراً شفائے کاملہ ہو گئی۔ البتہ کبھی کبھی قولنج کا یہ عارضہ حضرت شیخ کو ہو جاتا تھا۔ (انفاس العارفین صفحہ ۳۶۷)

مزید تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ احمد نخلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فرزند حضرت شیخ عبدالرحمٰن نخلی قدس سرہٗ بیان کرتے ہیں کہ ان کے دادا کے یہاں اولادِ نرینہ زندہ نہیں رہتی تھی، جس کی وجہ سے وہ پریشان رہتے تھے۔ جب شیخ احمد پیدا ہوئے تو ان کے لئے اولیاء اللہ سے دعا کی درخواست کی اور ان سے استمداد و روحانی توجہ کے طالب ہوئے۔ وہ ہر جمعہ کے دن شیخ احمد نخلی کو حضرت شیخ تاج سنبھلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں بھیجتے تھے۔ ایک روز اتفاق سے شیخ تاج سنبھلی نے قدرے تأمل کے بعد شیخ احمد کو لانے والے خادم کے ذریعے کہلا بھیجا کہ یہ بچہ آپ کی طرح کا نہیں ہے بلکہ آپ سے بڑھ کر صاحبِ فضل اور سعادت مند ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کی عمر کم ہے۔

جب خادم اپنے مالک کے پاس پہنچا اور انہیں شیخ تاج سنبھلی کا پیغام سنایا تو انہوں نے یہ کہہ کر اسے فوراً واپس بھیجا کہ میری طرف سے حضرت شیخ تاج سنبھلی کی خدمت میں التماس کرو کہ آقائے من! میں نے اپنی عمر اس بچہ کو دے دی ہے اور اس بارے میں آپ سے سفارش کا طالب ہوں۔

جب حضرت شیخ نے یہ پیغام سنا تو فوراً توجہ کی اور چند منٹ کے بعد اس خادم سے کہا اپنے مالک سے کہہ دو کہ ان کا مدعا پورا ہو گیا ہے اور اپنی طرف سے انہیں (یعنی شیخ احمد نخلی کے والد کو) تین ماہ کی مہلت سفرِ آخرت کی تیاری کے لئے عطا کی۔ چنانچہ احمد نخلی کے والد اسی مدت میں اس عالمِ فانی

سے رخصت ہو گئے اور شیخ احمد نخلی نے نوے ۹۰ سال کی عمر پائی۔ (انفاس العارفین صفحہ ۳۹۳)

مذکورہ بالا واقعات کو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحریر فرما کر اپنا یہ عقیدہ بالکل واضح کر دیا کہ خدا تعالیٰ نے اولیاء اللہ کو کائناتِ عالم میں تصرّف کرنے کی بے پناہ قوت عطا فرمائی ہے۔ یہاں تک کہ وہ بیک وقت نگاہ زندہ سے مردہ اور مردہ سے زندہ کر دینے کا اختیار رکھتے ہیں اور لوگوں کی عمریں گھٹانے بڑھانے پر بھی قادر ہوتے ہیں۔ اگر حضرت شاہ صاحب کا ایسا عقیدہ نہ ہوتا تو وہ ان واقعات کو اپنی کتاب میں ہرگز نہ لکھتے، بلکہ آپ اولیاء اللہ کے تصرّفات کو بیان کرتے ہوئے اپنا عقیدہ صاف لفظوں میں لکھتے ہیں کہ

وَلِلنَّقْشَبَنْدِيَّةِ تَصَرُّفَاتٌ عَجِيبَةٌ مِّنْ جَمْعِ الْهِمَّةِ عَلٰى مُرَادٍ فَيَكُوْنُ عَلٰى وَفْقِ الْهِمَّةِ وَالتَّاثِيْرِ فِي الطَّالِبِ وَدَفْعِ الْمَرَضِ عَنِ الْمَرِيْضِ وَاَفَاضَةِ التَّوْبَةِ عَنِ الْعَاصِيْ وَالتَّصَرُّفِ فِيْ قُلُوْبِ النَّاسِ حَتّٰى يُحِبُّوْا وَيُعَظِّمُوْا وَفِيْ مَدَارِكِهِمْ حَتّٰى تَتَمَثَّلَ فِيْهَا وَاقِعَاتٌ عَظِيْمَةٌ وَّالْاِطِّلَاعِ عَلٰى نِسْبَةِ اَهْلِ اللّٰهِ مِنَ الْاَحْيَاءِ وَاَهْلِ الْقُبُوْرِ وَلِاِشْرَافِ عَلٰى خَوَاطِرِ النَّاسِ وَمَا يَخْتَلِجُ فِي الصُّدُوْرِ وَكَشْفِ الْوَقَائِعِ الْمُسْتَقْبِلَةِ وَدَفْعِ الْبَلِيَّةِ النَّازِلَةِ وَغَيْرِهَا وَنَحْنُ نُنَبِّهُكَ عَلٰى نَمُوْذَجٍ مِّنْهَا. (القول الجمیل صفحہ ۱۰۳)

ترجمہ: اور نقشبندیوں کے لئے عجائب تصرفات ہیں۔ ہمت باندھنا کسی مراد پر۔ پس ہوتی ہے۔ وہ مراد ہمت کے موافق اور طالب میں تاثیر کرنا اور بیماری کو مریض سے دفع کرنا اور عاصی پر توبہ کا افاضہ کرنا اور لوگوں کے دلوں میں تصرفات کرنا تا کہ وہ محبوب اور معظم ہو جائیں یا ان کے خیالات میں تصرف کرنا تا کہ ان میں واقعاتِ عظیمہ متمثل ہوں اور آگاہ ہو جانا اہلِ اللہ کی نسبت پر زندہ ہوں یا اہلِ قبور اور لوگوں کے خطراتِ قلبی پر اور جوان کے سینوں میں حلجان کر رہا ہے اس پر مطلع ہونا اور واقعاتِ آئندہ کا مکشوف ہونا اور بلائے نازل کو دفع کر دینا اور سوائے ان کے اور بھی تصرفات ہیں اور ہم تجھ کو اے کتاب کے دیکھنے والے! ان میں سے بعض تصرفات پر آگاہ کرتے ہیں۔ بطریق نمونے کے۔ (شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل)

مزید لکھتے ہیں۔ والد ماجد نے فرمایا کہ اکبر آباد میں مرزا محمد زاہد سے تعلیم کے دوران ایک دفعہ سبق سے واپسی پر ایک لمبی گلی سے گزر ہوا۔ اس وقت میں خوب ذوق میں حضرت سعدی شیرازی کے یہ اشعار گنگنا رہا تھا۔

جز یاد دوست ہر چہ کنی عمر ضائع ست   جز سر عشق ہر چہ بخوانی بطالت ست

سعدی بشوی لوحِ دل از نقشِ غیر حق   علمے کہ رہِ حق نہ نماید جہالت ست

ترجمہ: محبوب کی یاد کے علاوہ جو کچھ تو کرے عمر ضائع ہے۔ عشق کے رمز کے سوا تو جو کچھ پڑھے سب باطل ہے۔ اے سعدی! ایسا نقش جو حق کے علاوہ ہو اس نے دل کی تختی دھو ڈال، جو علم کہ راہِ حق نہ دکھائے جہالت ہے)۔

والد ماجد نے فرمایا اتفاق کی بات چوتھا مصرعہ میرے ذہن سے اتر گیا۔ ہر چند ذہن پر زور دیا لیکن یاد نہ آیا۔ اس تار کے ٹوٹنے سے میرے دل میں سخت اضطراب اور بے ذوقی کی کیفیت پیدا ہوئی کہ اچانک ایک فقیر منش، ملیح چہرہ، دراز زلف پیر مرد نمودار ہوا اور اس نے مجھے بتایا

علمے کہ رہ حق نہ نماید جہالت ست

میں نے کہا جزاک اللہ خیر الجزاء۔ آپ نے مجھے کتنی پریشانی سے نجات دلائی اور میں نے ان کی خدمت میں کچھ پان پیش کیئے۔ انہوں نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ یہ بھولا ہوا مصرعہ یاد دلانے کی مزدوری ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں، یہ تو بطور ہدیہ اور شکریہ پیش کر رہا ہوں۔ اس پر انہوں نے فرمایا میں پان استعمال نہیں کیا کرتا۔ میں نے عرض کیا پان کے استعمال میں کوئی شرعی پابندی ہے یا طریقت کی رکاوٹ؟ اگر کوئی ایسی بات ہے تو مجھے بتایئے تاکہ میں بھی اس سے احتراز کروں۔ انہوں نے فرمایا ایسی کوئی بات نہیں۔ البتہ میں پان کھایا نہیں کرتا۔ پھر فرمانے لگے مجھے جلدی جانا چاہیئے۔ میں نے کہا میں جلدی چلوں گا۔ انہوں نے فرمایا میں بہت جلد جانا چاہتا ہوں۔ یہ کہہ کر انہوں نے قدم اٹھایا اور گلی کے آخر میں رکھا۔ میں نے جان لیا کہ کسی اہل اللہ کی روح مبارک انسانی شکل میں جلوہ گر ہے۔ میں نے آواز دی، اپنے نام سے تو اطلاع کرتے جایئے تاکہ میں فاتحہ تو پڑھ لیا کروں۔ فرمایا فقیر کو سعدی کہتے ہیں۔ (انفاس العارفین صفحہ ۱۱۲)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس واقعہ کو لکھ کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کیا کہ اللہ والے بعد وصال بھی تصرف کی وہ قوت رکھتے ہیں کہ انسانی شکل میں دور دراز مقامات پر بھی پہنچ کر لوگوں کی مدد کرتے ہیں اور ان کو پریشانیوں سے چھٹکارا دلاتے ہیں۔

زبدۃ العرفاء حضرت علامہ نبہانی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۱۳۵۰ ہجری)

﴿آپ کا مختصر تعارف اسی کتاب کے بیان حاضر و ناظر میں ملاحظہ ہو ۱۲۔ انوار احمد قادری﴾

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت شیبان راعی علیہ الرحمۃ والرضوان سفرِ حج کے لئے نکلے۔ راستے میں ایک جگہ ایک شیر ہمارے سامنے

آ گیا۔ میں نے حضرت شیبان سے کہا دیکھئے! یہ کتا ہمارے راستے میں حائل ہو گیا ہے۔ فرمانے لگے سفیان! خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ شیر نے حضرت کے الفاظ سنے تو دُم ہلانے لگا، جس طرح پالتو کتا دُم ہلاتا ہے۔ حضرت شیبان اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے کان پکڑ کر مروڑے۔ میں نے کہا یہ تو شہرت طلبی ہوئی۔ فرمانے لگے ثوری! اس میں کون سی شہرت طلبی ہے۔ میں تو شہرت کو پسند نہیں کرتا۔ اگر مجھے شہرت پسند ہوتی تو میں مکہ شریف تک اپنا سامان اس کی پشت پر لاد کر لے جاتا۔ (جامع کرامات اولیاء صفحہ ۴۷۴)

مزید تحریر فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ حضرت محمد بن احمد حمدویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مہمان ہوئے، آپ ان کے پاس تواضع کے لئے میدہ کی روٹیاں اور بھونا ہوا گوشت لائے۔ وہ لوگ کہنے لگے یہ تو ہمارا کھانا نہیں ہے۔ آپ نے پوچھا، آپ لوگوں کا کھانا کیا ہے؟ کہنے لگے بس سبزی ہی ہے۔ آپ نے انہیں سبزی پیش کر دی اور خود گوشت تناول فرمایا۔ وہ لوگ رات بھر عبادت میں مصروف رہے اور حضرت پوری رات پیٹھ کے بل سوتے رہے۔ صبح کی نماز ان کے ساتھ پڑھی۔ پھر فرمایا حضرت! آیئے ذرا سیر و تفریح کر آئیں۔ سب ایک تالاب پر پہنچے۔ آپ نے اپنی چادر پانی پر بچھائی اور اس پر کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر چادر اٹھائی اسے پانی نہیں لگا تھا۔ پھر فرمایا یہ تو گوشت کا عمل ہے۔ بتایئے! سبزی کا عمل کہاں تک ہے؟ (جامع کرامات اولیاء صفحہ ۴۸۱)

مزید لکھتے ہیں کہ ایک عورت اپنے بچے کو لے کر سمندر کی طرف گئی۔ حبشی کشتی میں سوا ہو کر وہاں آئے، بچے کو پکڑ کر اپنی کشتی میں بٹھایا اور سمندر میں کشتی لے کر چل دیئے۔ حضرت شیخ محمد بن یوسف بوراقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے عبادت خانہ سے باہر تشریف لا رہے تھے کہ وہ عورت آپ کے دامن سے چمٹ گئی اور کہنے لگی، حبشی لڑکا لے کر چلتے بنے ہیں اور اب وہ اس کشتی میں ہیں۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سمندر کی طرف بڑھے اور فرمایا اے ہوا! تھم جا! اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوا رک گئی۔ پھر آپ نے کشتی والوں کو پکارا کہ بچہ اس کی ماں کو دے دو، لیکن وہ نہ مانے اور آگے بڑھتے رہے۔ آپ نے فرمایا اے کشتی ٹھہر جا۔ کشتی کھڑی ہو گئی۔ آپ پانی پر چل کر گئے اور بچے کو کشتی سے لے کر ماں کے پاس پہنچا دیا۔ (جامع کرامات اولیاء صفحہ ۴۸۵)

مزید تحریر فرماتے ہیں کہ ملک زاہر کے پاس اولیاء اللہ کے دشمن گروہ کے کچھ افراد نے حضرت شیخ محمد مسقار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلاف شکایتیں کیں۔ بادشاہ نے بطورِ تمسخر آپ کے پاس دو برتن شراب سے بھر کر ہدیہ بھیجے۔ حضرت شیخ نے برتن دیکھ کر اہلاً و سہلاً فرما کر فقیروں کو برتنوں کا منہ کھولنے کا حکم فرمایا۔ بادشاہ کا ایلچی کہنے لگا حضور! یہ آستانہ خراب ہو جائے گا (یعنی شراب سے گندہ ہو جائے گا) آپ نے فرمایا کھول دو کوئی حرج نہیں۔ فقیروں نے برتن کا منہ کھول دیا مگر کوئی

چیز باہر نہ نکلی۔ فرمایا ذرا جھکاؤ اور دباؤ! جب برتن جھکایا تو ایک سے شہد اور دوسرے سے بہترین قسم کا گھی نکلا۔ بادشاہ کا ایلچی یہ دیکھ کر بے ہوش ہوگیا۔ حضرت شیخ نے فقیروں کے ہاتھ اس میں سے تھوڑا سا بادشاہ ظاہر کو تبرّکاً بھیجا۔ اس نے توبہ کی اور اس کے دل کی دنیا بدل گئی۔ (ایضاً صفحہ ۵۶۰)

مزید لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ صالح وعابد محمد بن ناصر شہیدی کہتے ہیں کہ میں حضرت مرشد محمد بن عمر ابو بکر بن قوام علیہ الرحمۃ والرضوان المتوفی ۶۵۸ ہجری) کے پاس تھا۔ آپ نے اسی مسجد میں نمازِ عصر پڑھی، جہاں عموماً پڑھا کرتے تھے۔ بہت بڑے ہجوم نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ حاضرین میں سے ایک شخص عرض کرنے لگا! حضور! مردِ کامل کی نشانی کیا ہے، جسے تصرف حاصل ہو؟ مسجد کا کھمبا سامنے تھا، فرمایا مرد متمکن ومتصرف کی نشانی یہ ہے کہ وہ اس کھمبے کی طرف اشارہ کرے تو کھمبا روشنی سے جگمگانے لگے۔ لوگوں نے کھمبے کو دیکھا تو وہ آپ کے ارشاد کے مطابق جگمگا رہا تھا۔ (جامع کرامات اولیاء صفحہ ۵۶۷)

مزید آپ لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر بن قوام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا معبود کی عزت کی قسم مجھے وہ حال عطا ہوا ہے کہ اگر بغداد کو کہوں کہ مراکش کی جگہ چلا جا۔ یا مراکش کو کہوں، بغداد بن جا تو ایسا ہی ہو۔ آپ نے ایک جماعت کی موجودگی میں ارشاد فرمایا کہ میں اسی طرح عرش کا پایہ دیکھ رہا ہوں جس طرح تمہارے چہرے ملاحظہ کر رہا ہوں۔ (ایضاً صفحہ ۵۷۹)

مزید تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابوعبداللہ محمد بن عیسیٰ زیلعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک جوان لڑکا تھا۔ دیہاتی عربوں کی عادت کے مطابق ایک دعوت میں تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے لوگوں کے ساتھ کھیل کود میں مشغول تھا۔ اتفاق سے تلوار ایک شخص کی آنکھ میں لگ گئی اور اس کی آنکھ باہر نکل آئی۔ حضرت کو علم ہوا تو اسے بلایا۔ آنکھ کو پھر اس کی جگہ پر رکھا اور اس پر تھوکا آنکھ بالکل ٹھیک ہوگئی۔ اپنے گاؤں والی مسجد کی آپ تعمیر کرا رہے تھے کہ ایک آدمی اوپر سے نیچے گرا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ اسے آپ کی خدمت میں اٹھا لائے۔ آپ نے ہاتھ پھیر کر اس پر تھوک لگا دیا تو اس کی گردن سیدھی ہوگئی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ پھر وہ اسی وقت اٹھ کر کام کرنے لگ گیا۔
(جامع کرامات اولیاء صفحہ ۶۲۰)

علامہ نبہانی مزید لکھتے ہیں کہ ابوبکر مکدش سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت فقیہ محمد بن علی یوسف اشکل یمنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے کوئی کرامت دکھائیں۔ آپ نے فرمایا دیکھئے۔ میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو آگے بڑھا کر پھیلائے ہوئے تھے۔ ان میں ایک سے آگ نکل رہی تھی اور دوسری سے پانی اُبل رہا تھا۔ فرمانے لگے ابوبکر تم نے کرامت دیکھ لی؟ میں نے کہا جی ہاں! بقول شرجی، پھر آپ

نے انگلیاں بند کرلیں۔ (جامع کرامات اولیاء صفحہ ۶۵۵)

علامہ نبہانی مزید تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ محمد شربینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادے حضرت احمد فرماتے ہیں کہ حضرت اپنی لاٹھی کو حکم دیا کرتے تھے کہ ایک بہادر انسان کی شکل دھار لے۔ وہ اسی وقت انسانی شکل میں آ جاتی۔ آپ اسے حاجتیں پوری کرنے کے لئے بھیج دیتے۔ اس کے بعد میں وہ پھر لاٹھی بن جاتی۔ (جامع کرامات اولیاء صفحہ ۳۴۷)

مزید لکھتے ہیں کہ حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں جب آپ کا لڑکا احمد شدت مرض سے کمزور ہوگیا، موت کے دروازہ پر پہنچا اور حضرت عزرائیل علیہ السلام اس کی روح قبض کرنے آ گئے تو حضرت نے ان سے فرمایا کہ اس کی موت کا معاملہ منسوخ ہوگیا ہے۔ آپ واپس جا کر اللہ تعالیٰ سے پوچھ لیں۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام واپس تشریف لے گئے اور احمد اس بیماری کے بعد تیس سال تک زندہ رہے۔ (ایضاً صفحہ ۳۴۷)

مزید تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت محمد بن ابوالحسن بکری مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ (متوفی ۹۹۴ ہجری) ایک دن سیر کے لئے نکلے۔ ساتھیوں میں سے ایک کو فرمایا جاؤ اور ہمارے لئے کھانا خرید لاؤ۔ اس نے کہا حضور جس شخص کے پاس رقم ہے وہ ابھی نہیں آیا ہے۔ حضرت نے فرمایا ہمارا خرچ اللہ جل مجدہٗ کے علاوہ کسی کے ذمہ نہیں۔ پھر آپ نے ہاتھ بڑھا کر درخت کا ایک پتہ توڑا اور اس آدمی کو پکڑا دیا۔ اس نے دیکھا تو وہ دینار تھا۔ فرمایا جاؤ اور ہمارا کھانا خرید لاؤ۔ حاضرین یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ (بحوالہ الکوکب الدری جامع کرامات اولیاء صفحہ ۴۸۳)

حضرت علامہ نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان واقعات کو لکھ کر اپنا یہ عقیدہ واضح طور پر ثابت کر دیا کہ خدا تعالیٰ نے اولیائے کرام کو کائنات میں طرح طرح کے تصرف کا اختیار عطا فرمایا ہے۔ یہاں کہ جب وہ چاہتے ہیں، درخت کے پتے کو سونے کا سکہ بنا لیتے ہیں اور عصا (لاٹھی) کو آدمی بنا لیتے ہیں۔ اگر حضرت علامہ نبہانی کا ایسا عقیدہ نہ ہوتا تو وہ اس قسم کے واقعات کو اپنی کتاب میں ہرگز نہ لکھتے۔

صاحب قلائد الجواہر علامہ تادفی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی)

آپ حضرت شیخ محی الدین ابوالعباس سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۵۷۸ ہجری) کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپ ان چار ہستیوں میں سے ہیں جو بحکم الٰہی اندھوں کو بینا، کوڑھیوں کو تندرست اور مردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔ (قلائد الجواہر صفحہ ۲۸۹)

مزید حضرت شیخ علی بن ہیتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۵۶۴ ہجری) کے بارے میں لکھتے ہیں کہ آپ ان شیوخ میں ایک ہیں جو اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کر دیتے تھے۔ (قلائد الجواہر صفحہ ۳۱۴)

مزید حضرت شیخ ابونعمہ مسلمہ بن نعمہ سرودی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۴۶۶ ہجری) کے بتارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپ ان ہستیوں میں سے ایک تھے جن کے تصرف میں اللہ تعالیٰ تکوینی نظام دیتا ہے۔ (قلائد الجواہر صفحہ ۳۲۳)

مزید حضرت شیخ رُسلان دمشقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ آپ کا تصرف سب پر نافذ تھا۔ (قلائد الجواہر صفحہ ۳۳۹)

مزید حضرت شیخ ابومحمد قاسم بن عبدالبصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۵۸۰ ہجری) جو عراق کے عارفین ومقربین میں بہت بلند مقام پر فائز تھے ان کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپ ان ہستیوں میں سے تھے، جنہیں اللہ تعالیٰ ظاہر کر کے عالم تکوینی کے نظام میں تصرف کا فرض تفویض کر دیتا ہے۔ (قلائد الجواہر صفحہ ۳۴۹)

مزید حضرت شیخ ابوالحسن جوسقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں عراق کے مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ ان کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپ ان برگزیدہ ہستیوں میں سے ایک تھے جن کو اللہ تعالیٰ مخلوق کے لئے ظاہر فرما کر وجودِ مخلوق میں تصرف کا حق ادا کر دیتا ہے۔ (قلائد الجواہر صفحہ ۳۵۷)

مزید حضرت شیخ عبدالرحمٰن طفسونجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں عراق کے مشہور مشائخ میں سے تھے، ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ آپ جو بات بھی کہہ دیتے، وہ ضرور پوری ہوتی، خواہ برسوں کے بعد ہی کیوں نہ ہو۔

(قلائد الجواہر صفحہ ۳۶۴)

مزید حضرت شیخ بقاء بن بطو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں عراق کے صاحب کرامت بزرگ گزرے ہیں، ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ آپ ان چار ہستیوں میں سے ایک ہیں جو بحکمِ الٰہی اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا اور مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔ (قلائد الجواہر صفحہ ۳۶۹)

اور حضرت شیخ مطر بازرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں عراق کے جلیل القدر اور صاحبِ کرامت شیوخ میں سے ہوئے ہیں، ان کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کے تصرفات اظہر من الشمس تھے۔ (قلائد الجواہر صفحہ ۳۷۴)

اور حضرت شیخ ابومدین شعیب مغربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ آپ کو

تصرفات میں یدِ طولیٰ اور احکاماتِ ولایت میں یدِ بیضا حاصل تھا اور آپ ان ہستیوں میں سے ایک تھے، جن کو اللہ تعالیٰ نے کائنات میں تصرّف کی قوت عطا فرمائی تھی اور جن کے دستِ تصرّف میں مملکتِ باطنی کی عنان تھی۔ (قلائد الجواہر صفحہ ۳۷۸)

اور حضرت شیخ ابوالمفاخر عدی بن ابوالبرکات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو عراق کے سربرآوردہ مشائخ میں سے تھے، ان کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کو تصرف میں یدِ طولیٰ اور احکامِ ولایت میں یدِ بیضا حاصل تھا۔ (قلائد الجواہر صفحہ ۳۸۷)

اور حضرت شیخ جاکیر کردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو عراق کے مشہور مشائخ میں سے ہیں، ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ آپ ان ہستیوں میں سے تھے، جن کے تصرف میں لوگوں کے قلوب دے دیئے جاتے ہیں۔ (قلائد الجواہر صفحہ ۳۹۴)

اور حضرت شیخ عثمان بن مرزوق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۵۶۴ ہجری) جو مصر کے سربرآوردہ بزرگوں میں سے تھے، ان کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپ ان ہستیوں میں سے تھے، جن کو اللہ تعالیٰ تصرفات کی طاقت عطا فرما دیتا ہے۔ (قلائد الجواہر صفحہ ۳۹۷)

اور حضرت شیخ سوید سنجاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو مشائخِ مشرق کے سردار اور عارفین و محققین کے اکابرین سے تھے اور حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے بے حد مدّاح تھے، ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ آپ ان ہستیوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر تصرفِ تام عطا فرما دیتا ہے۔ (قلائد الجواہر صفحہ ۴۰۰)

اور حضرت شیخ حیات بن قیس حرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۵۸۱ ہجری) کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپ ان برگزیدہ ہستیوں میں سے تھے، جن کو اللہ تعالیٰ موجودات میں تصرّف کا حق عطا فرماتا ہے۔ (قلائد الجواہر صفحہ ۴۰۳)

اور حضرت شیخ قضیب البان موصلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۵۰۷ ہجری) کے متعلق لکھتے ہیں کہ آپ کا شمار ان بزرگ ہستیوں میں ہوتا ہے، جن کو اللہ تعالیٰ قبولیتِ تامہ عطا کر دیتا ہے اور تکوینی نظام ان کے سپرد کر دیتا ہے۔ (قلائد الجواہر صفحہ ۴۱۴)

اور حضرت شیخ ادریس بن مکارم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو حضرت سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں عراق کے مشہور مشائخ اور عارفین کے سربرآوردہ بزرگوں میں سے تھے، ان کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپ ان ہستیوں میں سے تھے جن کو اللہ ربّ العالمین عالم میں تصرفات کے اختیار عطا کر دیتا ہے۔ (قلائد الجواہر صفحہ ۴۲۲)

اور حضرت شیخ صالح ابو عبداللہ بن محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۵۹۹ ہجری) جو مصر کے مشہور

مشائخ میں سے ہوئے ہیں، ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ آپ ان ہستیوں میں سے تھے، جن کو اللہ تعالیٰ موجودات میں تصرّف تام عطا فرما دیتا ہے۔ (قلائد الجواہر صفحہ ۴۳۲)

اور حضرت شیخ ابو اسحٰق بن علی المعروف بہ اعرب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۶۰۹ ہجری) جو عراق میں بطائح کے مشائخ میں بہت بڑے محقق اور عارف ہوئے ہیں، ان کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپ ان برگزیدہ ہستیوں میں سے تھے، جن کو اللہ تعالیٰ عالمِ ظاہری تکوینی نظام تفویض فرما دیتا ہے۔ (قلائد الجواہر صفحہ ۴۴۱)

اور حضرت شیخ ابو الحسن علی بن حمید المعروف بہ صباغ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۶۱۲ ہجری) جو مصر کے مشہور مشائخ اور محققین و عارفین میں سے ہوئے ہیں۔ ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ آپ ان ہستیوں میں سے تھے، جن کی شخصیت کو عالم میں تصرّف تام عطا کیا گیا تھا۔ (قلائد الجواہر صفحہ ۴۵۴)

حضرت علامہ محمد یحیٰی تادنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مذکورہ بالا عبارتوں سے روزِ روشن کی طرح ان کا یہ عقیدہ ظاہر ہو گیا کہ خدا تعالیٰ بہت سے اولیائے کرام کو کائنات میں پورا تصرف عطا فرما دیتا ہے۔

اور تحریر فرماتے ہیں کہ مغرب (یعنی مراکش کے علاقہ) کا ایک شخص عبد الرحمٰن نامی حضرت شیخ علی بن وہب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک چاندی کا ٹکڑا آپ کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ اس کو میں نے فقراء کے لئے تیار کیا ہے۔ یہ سن کر آپ نے حاضرین میں سے ایک شخص سے فرمایا۔ ''تمہارے اور دوسروں کے پاس تانبے کے جتنے برتن ہوں لے آؤ!'' جب لوگ بہت سے برتن لے آئے تو شیخ نے برتنوں کو بیچ خانقاہ میں رکھ کر ان پر چلنا شروع کر دیا۔ کچھ دیر بعد ان میں سے بعض نے سونے کی شکل اختیار کر لی اور بعض نے چاندی کی۔ پھر شیخ نے برتن لانے والوں سے فرمایا کہ یہ سب لے جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے وہ سب سونا چاندی اٹھا لیا۔ پھر آپ نے چاندی کا ٹکڑا پیش کرنے والے سے مخاطب ہو کر فرمایا اے عبد الرحمٰن! خدا نے مجھے سب کچھ عطا فرمایا ہے، لیکن میں نے اس لئے چھوڑ دیا کہ مجھ کو اس کی حاجت نہیں۔ لہٰذا اپنا چاندی کا ٹکڑا اٹھا لو۔''

عبد الرحمٰن نے ان برتنوں کی مختلف شکل اختیار کرنے کا سبب پوچھا تو آپ نے جواب دیا کہ ''جو شخص بلا کسی غرض کے تانبا لایا تھا، وہ تو سونا بن گیا اور جس کی کوئی ذاتی غرض وابستہ تھی، اس نے چاندی کی شکل اختیار کر لی۔'' (قلائد الجواہر صفحہ ۳۳۵)

علامہ تادنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس واقعہ کو لکھ کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ علی بن وہب علیہ الرحمۃ والرضوان کو قلبِ ماہیت کا اختیار عطا فرمایا تھا۔

مزید لکھتے ہیں کہ شیخ علی جونی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت شیخ ابو یعقوب یوسف بن ایوب ہمدانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۵۳۵ ہجری) کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ لوگوں کو

نصیحتیں فرما رہے تھے، لیکن حاضرین میں دو عالموں نے آپ کو بد مذہب کہہ کر خاموش ہونے کے لئے کہا تو آپ نے فرمایا "تم دونوں خاموش رہو، خدا تمہیں زندہ نہ رکھے" تو وہ دونوں اسی مجلس میں فوت ہو گئے۔ (قلائد الجواہر صفحہ ۳۸۸)

مزید تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی عورت نے حضرت شیخ ابو یعقوب یوسف بن ایوب ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ میرے لڑکے کو فرنگیوں نے قید کر لیا ہے۔ میں صبر کی دعا کرتی ہوں، لیکن اپنی محبت کی وجہ سے جذبات پر قابو نہیں پاتی ہوں۔ آپ میرا لڑکا ملنے کے لئے دعا فرمائیں۔ جب عورت نے بہت اصرار کیا تو شیخ نے فرمایا کہ "جاؤ! انشاء اللہ اپنے لڑکے کو گھر میں پاؤ گی۔" چنانچہ جب وہ اپنے گھر پہنچی تو واقعی اس کا لڑکا مکان میں موجود تھا۔ ماں نے جب حیرت زدہ ہو کر اس سے کیفیت پوچھی تو اس نے بتایا کہ میں اس وقت قسطنطنیہ میں قید تھا۔ اچانک ایک شخص جس سے میں واقف نہیں، آیا اور مجھ کو اٹھا کر پلک جھپکنے میں یہاں پہنچا دیا۔ پھر جب اس کی ماں نے اس واقعہ کی اطلاع شیخ کو دی تو آپ نے فرمایا کہ "تمہیں اللہ کے امور میں حیرت کیوں ہے؟ وہ اپنے مخلص اور با عمل بندوں کو تصرفات عطا کرتا ہے اور ان کا ہر ارادہ پورا ہو جاتا ہے۔"

(قلائد الجواہر صفحہ ۳۹۰)

حضرت علامہ تادفی علیہ الرحمہ نے ان واقعات کو قلائد الجواہر میں درج فرما کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ حضرت شیخ ابو یعقوب یوسف بن ایوب ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کو صرف زبان ہلا کر کسی کی زندگی کا چراغ بجھانے کی قدرت خدا تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی اور امور تکوینی میں ان کو تصرف کا اختیار بخشا تھا۔ اگر علامہ تادفی کا ایسا عقیدہ نہ ہوتا تو وہ ان واقعات کو اپنی کتاب میں درج نہ فرماتے اور ساتھ ہی حضرت شیخ ابو یعقوب یوسف بن ایوب ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ بھی ان کے اس فرمان سے معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مخلص اور با عمل بندوں کو تصرفات عطا کرتا ہے اور ان کا ہر ارادہ پورا ہو جاتا ہے۔

حضرت علامہ تادفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ عبد اللطیف بن احمد قرشی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سات شکاری حضرت شیخ ابو عمرو عثمان بطائحی علیہ الرحمۃ والرضوان کے وطن بطیحہ میں پہنچ گئے اور بہت سے پرندوں کا شکار کیا، لیکن جو چڑیا بھی زمین پر گرتی وہ مری ہوئی ہوتی۔ ان لوگوں سے شیخ نے فرمایا "ان پرندوں کا کھانا تمہارے لئے حرام ہے۔ کیونکہ یہ سب مردہ ہیں۔" ان شکاریوں نے استہزاء کے طور پر کہا کہ پھر آپ ہی ان کو زندہ کر دیں، تو آپ نے بسم اللہ پڑھ کر کہا۔ یَا مُحْیِ الْمَوْتٰی وَ یَا مُحْیِ الْعِظَامِ وَھِیَ رَمِیْمٌ. (اے مردوں کو زندہ کرنے والے اور بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کرنے والے) یہ پڑھتے ہی تمام پرندے زندہ ہو کر ہوا میں پرواز

کر کے نظروں سے اوجھل ہوگئے اور شکاری دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے اور سب تائب ہوکر آپ کی خدمت میں رہنے لگے۔

ایک مرتبہ بطائح کے دو افراد جن میں ایک نابینا تھا اور دوسرا کوڑھی۔ آپ کی خدمت میں دعا کرانے کے لئے روانہ ہوئے۔ راستہ میں ایک بھلا چنگا شخص مل گیا اور جب دونوں نے اپنا خیال ظاہر کیا تو اس نے کہا کہ کیا شیخ عثمان، عیسیٰ بن مریم ہیں؟ جو اندھوں اور کوڑھیوں کو تندرست کردیں گے۔ یہ کہہ کر وہ شخص بھی ان دونوں کے ہمراہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا اے اندھے اور کوڑھی! اپنا مرض اس شخص کے اندر منتقل کردو، یہ کہتے ہی وہ دونوں تندرست ہوگئے اور وہ شخص اسی وقت اندھا اور کوڑھی ہوگیا۔ شیخ نے اس سے فرمایا۔ ''اب خواہ تصدیق کر یا تکذیب''۔ پھر یہ تینوں آپ کے پاس سے واپس آ کر زندگی بھر اپنی اپنی حالت پر قائم رہے اور اسی حالت میں دنیا سے رخصت ہوئے۔ (قلائدالجواہر صفحہ ۲۱۲)

مزید تحریر فرماتے ہیں کہ شریف محمد بن خضر حسینی بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا ہے کہ موصل کے قاضی یہ کہا کرتے تھے کہ شیخ قضیب البان (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی مبالغہ آمیز کرامات و مکاشفات کی وجہ سے مجھ کو ان سے بدظنی ہوگئی تھی اور میں نے بادشاہ سے شکایت کرنے کا ارادہ کرلیا تھا کہ ان کو موصل سے نکال دیا جائے، لیکن میرے اس ارادے کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں تھا۔

ایک دن میں ایک گلی سے گزر رہا تھا کہ شیخ قضیب البان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سامنے آ گئے۔ اس وقت گلی میں ہم دونوں کے سوا کوئی اور نہیں تھا۔ اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ اگر اس وقت یہاں کوئی دوسرا موجود ہوتا تو میں ان کی گرفتاری کا حکم دیتا۔ اس خیال کے آتے ہی چند قدم چلنے کے بعد دیکھا تو شیخ قضیب البان نے کردیوں جیسی شکل اختیار کرلی تھی۔ پھر چند قدم چل کر بدویوں جیسی صورت تبدیل کرلی۔ پھر چند قدم چل کر فقیہوں جیسی صورت ہوگئی۔ اس کے بعد اپنی اصلی شکل اختیار کر کے پوچھا کہ ''اے قاضی! ان چار صورتوں میں سے قضیب البان کی کون سی صورت ہے، جس کو شہر بدر کرنے کے لئے بادشاہ سے کہنا چاہتے ہو؟ قاضی صاحب کا بیان ہے کہ یہ کیفیت دیکھ کر میں نے ادب کے ساتھ جھک کر شیخ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور اللہ سے اپنے سوئے ظن پر استغفار کیا۔ (قلائدالجواہر صفحہ ۲۱۸)

اولیائے کرام کے اختیارات و تصرفات کے بارے میں حضرت علامہ تادنی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ قلائدالجواہر کے مذکورہ بالا واقعات سے بھی روز روشن کی طرح ظاہر ہے۔

آئمہ عظام کے عقیدے

حضرت امام ابومنصور ماتریدی کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ متوفی ۳۳۳ ہجری)

آپ مشائخ کبار میں سے بہت بڑے محقق و مدقق اور متکلمین کے امام ہیں۔ مسلمانوں کے عقائد کی آپ نے تصحیح فرمائی اور باطل عقیدہ والوں کے رد میں کتاب التوحید، کتاب المقالات، کتاب اوہام المعتزلہ اور کتاب الرد قرامطیہ وغیرہ کئی کتابیں لکھیں۔ ان کے علاوہ کتاب تاویلات القرآن آپ کی ایسی تصنیف ہے جو اپنا نظیر نہیں رکھتی۔ آپ کا مزار مبارک سمرقند میں ہے جو زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

صاحب حدائق الحنفیہ مولانا فقیر محمد جہلمی ثم لاہوری لکھتے ہیں کہ حضرت ابو منصور ماتریدی (علیہ الرحمۃ والرضوان) کے زمانہ میں ایک بادشاہ بڑا ظالم تھا کہ لوگ اس سے تنگ آ چکے تھے۔ یہاں تک کہ زمینداروں کا ایک گروہ اس کے ہاتھ سے تنگ آ کر شکایت کرنے کے لئے آپ کے پاس آیا۔ آپ اس وقت گھر میں نہ تھے۔ آپ کی بیوی نہایت بدخلق تھی، وہ زمینداروں کو مہمان سمجھ کر بہت سختی سے پیش آئی۔ زمیندار یہ معلوم کر کے کہ آپ باغ میں ہیں باغ میں پہنچے۔ دیکھا کہ آپ باغ کی زمین درست کر رہے ہیں۔

آپ نے ان کو دیکھتے ہی فرمایا کہ شاید آپ کو ہمارے گھر کے کتے نے کاٹا ہوگا۔ پھر آپ باغ میں گئے اور وہاں سے زرد آلو کا طبق بھر لائے اور زمینداروں کے سامنے رکھ دیا۔ چونکہ جاڑے کا موسم تھا زمیندار غیر موسم میں زرد آلو دیکھ کر حیران ہو گئے اور آپ سے دریافت کیا، آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے ہاتھوں سے کوئی گناہ نہیں کیا ہے۔ اس لئے جو چیز میں اس کے ذریعے سے چاہتا ہوں وہ حاصل ہو جاتی ہے۔ پھر آپ نے گھاس سے کمان اور تنکے سے تیر بنا کر اس ظالم بادشاہ کی طرف پھینکا۔ زمینداروں نے وہ تاریخ لکھ لی اور چلے گئے۔ معلوم ہوا کہ وہ بادشاہ اسی روز قتل ہو گیا۔ (حدائق الحنفیہ صفحہ ۱۶۸)

غیر موسم میں باغ سے زرد آلو لا کر یہ فرمانا کہ میں ان ہاتھوں کے ذریعے جو چیز چاہتا ہوں، حاصل ہو جاتی ہے اور پھر تنکا و گھاس کے تیر و کمان سے دُور دراز مقام پر موجود ظالم بادشاہ کو قتل فرما کر حضرت ابو منصور ماتریدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے عالم

میں تصرّف کی بے پناہ قوت عطا فرمائی ہے۔

حضرت علامہ امام فخر الدین رازی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان ۔ متوفی ۶۰۶ ہجری)

آپ تحریر فرماتے ہیں۔

اَلْعَبْدُ اِذَا وَاظَبَ عَلَی الطَّاعَاتِ بَلَغَ الْمُقَامِ الَّذِیْ یَقُوْلُ اللّٰہِ کُنْتُ لَہٗ سَمْعًاوَّبَصَرًا . فَاِذَا صَارَ نُوْرُ جَلَالِ اللّٰہِ سَمْعاً لَّہٗ سَمِعَ الْقَرِیْبَ وَالْبَعِیْدَ وَاِذَا صَارَ ذٰلِکَ النُّوْرُ بَصَرًا لَّہٗ رَاٰیَ الْقَرِیْبَ وَالْبَعِیْدَ وَاِذَا صَارَ ذٰلِکَ النُّوْرُ یَدًا لَّہٗ قَدَرَ عَلٰی تَصَرُّفِ فِی السَّھْلِ وَالصَّعْبِ وَالْقَرِیْبِ وَالْبَعِیْدِ.

ترجمہ: جب کوئی بندہ نیکیوں پر ہمیشگی اختیار کرتا ہے تو وہ اس بلند مقام تک پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کُنْتُ لَہٗ سَمْعًاوَّبَصَرًا . فرمایا ہے (یعنی حدیثِ قدسی میں دیکھئے بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۹۶۳۔ انوار احمد قادری) تو جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور اس کی سمع ہو جاتا ہے تو وہ دور و نزدیک کی آواز کو سن لیتا ہے اور جب وہی نور اس کی بصر ہو جاتا ہے تو وہ دور و نزدیک کی چیزوں کو دیکھ لیتا ہے اور جب یہی نور جلال اس کا ہاتھ ہو جاتا ہے تو وہ بندہ آسان و مشکل اور نزدیک و دور کی چیزوں میں تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔ (تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۴۸۰)

حضرت علامہ امام رازی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس عبارت سے اپنا عقیدہ صاف لفظوں میں بیان فرما دیا کہ جب بندہ اللہ کا محبوب ہو جاتا ہے تو خدا تعالیٰ کے جلال کا نور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہے، تو پھر وہ بندہ آسان و سخت ہر پریشانی میں اور نزدیک و دور ہر جگہ کی چیزوں میں تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے اور الحمد للہ ہم اہلسنت والجماعت کا بھی یہی عقیدہ ہے۔

عارف باللہ حضرت عبد الوہاب امام شعرانی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان ۔ وصال)

حضرت علامہ نبہانی نے لکھا ہے کہ حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ جب سلطان حسن نے ایک فوجی جماعت کو امیرِ مصر ابن عمر کی گرفتاری کے لئے بھیجا، تو ان لوگوں نے اسے گرفتار کر لیا اور لوہے کی بیڑیاں پہنا کر اسے لے چلے۔ راستہ میں حضرت محمد بن عمر واسطی غمری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۸۴۹ ہجری) کے ایک غلام جو مولیاں بیچا کرتا تھا اس کا گدھا پھسل

گیا۔اس نے پکارااے میرے آقا محمد غمری!ابن عمر نے جب یہ سنا تو اس سے پوچھا کہ یہ محمد غمری جنہیں تم بلا رہے ہو کون ہیں؟ اس نے کہا یہ میرے پیرومرشد ہیں۔ابنِ عمر کہنے لگا،اب میں انہیں مدد کے لئے پکارتا ہوں اور کہتا ہوں،اے میرے آقا محمد غمری! مجھے نگاہ میں رکھیں۔حضرت محمد غمری نے اپنے محلہ میں یہ پکار سن لی۔

حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ واقعہ بیان کرنے والے شیخ شہاب الدین ابن نخال نے مجھے بتایا کہ حضرت محمد غمری علیہ الرحمۃ والرضوان نے تین گدھے منگائے اور فرمایا ان پر سوار ہو جاؤ۔ہم حضرت شیخ کے ساتھ سوار ہو کر قاہرہ پہنچے۔حضرت شیخ سلطان حسن کے قبہ کے نیچے چند منٹ بیٹھے۔یکایک دیکھا کہ ابنِ عمر کو لوگ بیڑیاں پہنائے ہوئے قلعہ کی طرف لے جا رہے ہیں۔حضرت نے ابن النخال (راویٔ واقعہ) کو فرمایا۔اس آدمی (یعنی ابن عمر) کے پیچھے پیچھے جا۔جب تو دیکھے کہ سلطان اس کے ساتھ سختی کر رہا ہے اور اسے ہلاک کرنے کا حکم دے رہا ہے تو اپنی شہادت کی انگلی اپنے انگوٹھے پر رکھ کر دبانا۔اس محفل میں سب لوگوں کی جانوں پر بن آئے گی اور سلطان سمیت سب کے گلے بند ہونے لگیں گے۔

جب ابن نخال پیچھے گئے تو دیکھا کہ سلطان نے ابن عمر پر سختی کرنا شروع کر دی ہے۔انہوں نے حضرت کے فرمانے کے مطابق عمل کیا۔سلطان چلایا،اسے چھوڑ دو! اسے خلعت پہناؤ! ان کے ساتھیوں پر زعفران ڈالو!(یہ خوشی اور رضامندی کی علامت تھی) ابن نخال واپس آئے اور حضرت کو اطلاع دی۔آپ نے فرمایا اب سوار ہو جاؤ! واپس چلیں کام ہو گیا۔ابن عمر کو اس واقعہ کی کوئی اطلاع نہ تھی اور نہ حضرت کی آمد کا اسے پتہ تھا۔آپ محلہ میں واپس تشریف لائے اور فرمایا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔آپ میں سے کسی کو اجازت نہیں کہ میری موت سے پہلے یہ واقعہ بیان کرے۔امام شعرانی فرماتے ہیں کہ ابنِ نخال نے مجھے بتایا کہ آپ سے پہلے میں نے کسی سے یہ واقعہ ذکر نہیں کیا۔ (جامع کرامات اولیاء صفحہ ۶۸۲)

حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد بن محمد وفا سکندری علیہ الرحمۃ والرضوان کو وفا اس لئے کہتے ہیں کہ دریائے نیل کا بہاؤ رک گیا اور حضرت محمد بن محمد وفا کے دور تک یہی حال رہا۔مصر والے ملک چھوڑ کر جانا چاہتے تھے۔آپ دریا پر تشریف لے گئے اور فرمایا،اللہ کے حکم سے بڑھ جا۔اسی دن سترہ گز پانی دریا میں چڑھ آیا اور دریا نے آپ کی بات پوری کر دی۔اس لئے لوگ آپ کو وفا کہنے لگے۔ (جامع کرامات اولیاء صفحہ ۶۱۵)

حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ،علامہ تبنوفی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ

حضرت محمد حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مصر سے روضہ تک اپنے ساتھیوں سمیت پانی پر چلتے جاتے تھے اور آپ لوگوں کے دلوں کے بھیدوں پر مطلع ہوتے تھے۔ (جامع کرامات اولیاء اردو صفحہ ۶۶۴)

حضرت امام شعرانی علیہ الرحمۃ والرضوان کے ان بیانات سے اولیائے کرام کے تصرّفات کے بارے میں ان کا عقیدہ بالکل واضح ہے۔

حضرت علامہ ابنِ عابدین شامی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۱۲۵۳ ہجری)

صاحب حدائق الحنفیہ آپ کے تذکرہ کی ابتدا اس طرح کرتے ہیں۔ سید محمد امین بن عمرو الشہیر یا بن العابدین۔ اپنے زمانے کے علامہ، فہامہ، فقیہ، محدث، محقق، مدقق اور جامع علومِ عقلیہ و نقلیہ تھے۔ انتہیٰ کلامہٗ۔

آپ نے کئی اہم کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، جن میں ردالمختار حاشیہ درمختار جو شامی کے نام سے مشہور ہے۔ ایسی مقبولِ عام ہوئی کہ پانچ ضخیم جلدوں میں ہونے کے باوجود تھوڑے ہی زمانہ میں کئی بار چھپ کر ساری دنیا کے حنفی دارالافتاء کی زینت بن گئی کہ وہ فقہ کی بے شمار جزئیات پر مشتمل ہے اور مفتیانِ کرام کے لئے عظیم سرمایہ ہے۔

آپ اپنی اسی مایۂ ناز تصنیف میں تحریر فرماتے ہیں۔

وَمِنْهُمْ خَتْمُ دَائِـرَةِ الْوِلَايَةِ قُطْبُ الْوُجُوْدِ سَيِّدِیْ مُحَمَّدُ بن الشَّاذِلِیُّ الْبِكْرِیُّ الشَّهِيْرُ بِالْحَنَفِیِّ الْفَقِيْهُ الْوَاعِظُ اَحَدُ مَنْ صَرَّفَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی فِی الْكَوْنِ وَمَكَّنَهٗ مِنَ الْاَحْوَالِ وَنَطَّقَ بِالْمَغِيْبَاتِ.

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متبعین میں سے ختم دائرۃ الولایت قطب الوجود سیدی محمد شاذلی بکری حنفی فقیہ واعظ۔ آپ ان بزرگوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے کائنات میں تصرّف، حالات پر قدرت اور غیب کی باتوں کے بیان کرنے کی طاقت عطا فرمائی ہے (ردالمختار جلد اوّل صفحہ ۴۱)

حضرت علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ والرضوان نے مذکورہ بالا عبارت میں اپنا یہ عقیدہ کھلم کھلا واضح کر دیا کہ خدا تعالیٰ اپنے محبوب بندے اولیاء اللہ کو کائناتِ عالم میں تصرّف کی قدرت عطا فرماتا ہے۔

اولیائے کرام کے عقیدے

غوثِ اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ متوفی ۵۶۱ ہجری)

حضرت علامہ شطنوفی رحمۃ اللہ علیہ محدثانہ اسانید کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک عورت حضرت غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں اپنا ایک لڑکا لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرے اس بچے کو آپ سے قلبی لگاؤ ہے، اس لئے میں اس کے حق سے دست بردار ہو کر اس کو اللہ کی اور پھر آپ کی سپردگی میں دیتی ہوں۔ حضرت غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی عرض قبول فرمائی اور اس بچے کو بزرگوں کے طریقے پر مجاہدات اور ریاضتیں کرنے کا حکم فرمایا۔ کچھ دنوں بعد اس کی ماں اپنے بچے کو ملنے کے لئے آئی دیکھا کہ اس کا بچہ بہت لاغر اور زرد ہو گیا ہے اور دیکھا کہ جو کی روٹی کا ٹکڑا کھا رہا ہے۔ پھر جب وہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی تو دیکھا کہ آپ کے سامنے برتن میں پوری مرغی کی ہڈیاں رکھی ہوئی ہیں، جس کو آپ تناول فرما چکے ہیں۔ اس نے کہا اے میرے سردار! آپ خود تو مرغی کھاتے ہیں اور میرے بیٹے کو جو کی روٹی کھلاتے ہیں۔ اس وقت حضرت نے ان ہڈیوں پر اپنا مبارک ہاتھ رکھا اور فرمایا۔ قُوْمِیْ بِاِذْنِ اللّٰہِ الَّذِیْ یُحْیِ الْعِظَامَ وَھِیَ رَمِیْمٌ ۔ یعنی اس اللہ کے حکم سے کھڑی ہو جا، جو بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ فرمائے گا۔ آپ کے اس حکم پر فوراً وہ مرغی زندہ ہو کر کھڑی ہو گئی اور چلّائی۔ پھر آپ نے اس عورت سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اِذَا صَارَ اِبْنُکَ ھٰکَذَا فَلْیَاْکُلْ مَھْمَا شَآءَ. یعنی جب تیرا بیٹا اس درجہ کو پہنچ جائے گا تو پھر جو جی چاہے کھائے گا۔ (بہجۃ الاسرار صفحہ ۶۵)

اس واقعہ سے حضرت غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کھائی ہوئی مرغی کو دوبارہ زندہ کر دینے کا اختیار عطا فرمایا ہے۔

حضرت علامہ شطنوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید تحریر فرماتے ہیں کہ کئی معتبر راویوں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضرت غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کی مجلس

کے اوپر سے ایک چیل چلاتی اڑتی ہوئی گزری، جس سے مجلس کے لوگوں کو الجھن ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔ يَارِيُحُ خُذِىُ رَأْسَ هٰذِهِ الْجِدَاةِ. یعنی اے ہوا! اس چیل کا سر کاٹ لے۔ یہ کہتے ہی، چیل مردہ ہوکر زمین پر گر پڑی۔ ایک طرف اس کا سر اور دوسری طرف اس کا دھڑ گیا۔ آپ نے کرسی سے اتر کر اس کو ایک ہاتھ سے اٹھا کر دوسرا ہاتھ اس پر پھیرا اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. پڑھی، وہ اللہ کے حکم سے زندہ ہوکر اڑ گئی اور سب لوگ دیکھتے رہے۔ (بہجۃ الاسرار صفحہ ۶۵)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ عقیدہ تھا کہ خدا تعالیٰ نے ان کو ہوا پر حکومت بخشی ہے، اسی لئے انہوں نے ہوا کو حکم دے کر چیل کا سر کٹوا دیا۔

حضرت علامہ شطنوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید تحریر فرماتے ہیں کہ ابوالحسن علی بن ابو بکر ابہری نے ہم سے بیان کیا کہ میں نے قاضی القضاۃ ابو صالح نصر سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے باپ عبدالرزاق سے سنا، وہ کہتے تھے کہ میرے والدِ گرامی یعنی حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن جمعہ کی نماز کے لئے نکلے، میں اور میرے دو بھائی عبدالوہاب اور عیسیٰ آپ کے ساتھ تھے۔ راستے میں ہم کو شراب کے تین مٹکے ملے جو بادشاہ کے تھے اور جن کی بو بہت تیز تھی۔ ان کے ساتھ کوتوال اور کچہری کے کچھ دوسرے لوگ تھے۔ حضرت نے ان لوگوں سے فرمایا کہ ٹھہر جاؤ! وہ نہیں ٹھہرے اور جانوروں کے چلانے میں انہوں نے جلدی کی تو حضرت نے جانوروں سے فرمایا قِفِى ٹھہر جاؤ فَوَقَفَتْ كَاَنَّهَا جَمَادَاتٌ تو وہ ایسے ٹھہر گئے گویا کہ وہ جمادات ہیں۔ یعنی بے جان چیزیں پتھر اور پہاڑ وغیرہ کی طرح اپنی جگہ پر ٹھہر گئے۔ وہ لوگ جانوروں کو بہتیرا مارتے تھے، مگر وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلتے تھے اور ان لوگوں کو قولنج کا درد شروع ہوگیا اور سخت درد کی وجہ سے سب کے سب دائیں بائیں زمین پر لوٹنے لگے۔ پھر وہ لوگ خدا تعالیٰ کو یاد کرنے لگے اور اعلانیہ توبہ واستغفار کرنے لگے، تو ان کا درد جاتا رہا اور شراب کی بو سرکہ سے بدل گئی۔ انہوں نے برتنوں کو کھولا تو دیکھا وہ سب سرکہ ہوگیا تھا۔ (بہجۃ الاسرار صفحہ ۴۱)

حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعہ سے اپنا یہ عقیدہ اچھی طرح واضح کر دیا کہ چلتے ہوئے جانوروں کو صرف زبان سے حکم دے کر جمادات کی طرح ٹھہرا دینے، لوگوں کو دردِ قولنج میں مبتلا کر دینے اور بیک نگاہ شراب کو سرکہ بنا دینے کی قدرت اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہے۔

حضرت علامہ شطنوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید تحریر فرماتے ہیں کہ ابو عبداللہ محمد بن شیخ ابوالعباس خضر بن عبداللہ بن یحیٰ موصلی نے مجھ سے قاہرہ میں بیان کیا کہ ۶۲۳ ہجری میں مجھ کو میرے باپ نے شہرِ موصل میں خبر دی کہ ہم ایک رات اپنے شیخ حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مدرسہ بغداد میں تھے کہ آپ کی خدمت میں بادشاہ مستنجد باللہ ابو مظفر یوسف حاضر ہوا۔ اس

نے آپ سے سلام عرض کیا اور نصیحت طلب کرتے ہوئے آپ کے سامنے دس تھیلیاں رکھ دیں، جنہیں دس غلام اٹھا کر لائے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے ان کی حاجت نہیں اور قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ بادشاہ نے بڑی عاجزی کی تو آپ نے ایک تھیلی اپنے دائیں ہاتھ میں لی اور دوسری بائیں ہاتھ میں لی اور دونوں کو ہاتھ میں دبایا تو وہ خون ہو کر بہہ گئی۔

آپ نے فرمایا اے ابوالمظفر ! کیا تم خدا تعالیٰ سے نہیں ڈرتے کہ لوگوں کا خون چوستے ہو اور میرے سامنے لاتے ہو۔ بادشاہ بے ہوش ہو گیا۔ آپ نے فرمایا وَعِزَّةِ الْمَعْبُوْدِ لَوْلَا حُرْمَةُ اِتِّصَالِهٖ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِتَرَكْتُ الدَّمَ يَجْرِىْ اِلٰى مَنْزِلِهٖ. یعنی معبود کی عزت کی قسم۔ اگر رسول اللہ ﷺ سے اس کے رشتہ کا لحاظ نہ ہوتا تو میں خون کو ضرور چھوڑتا کہ وہ اس کے مکان تک بہتا۔ (بہجۃ الاسرار صفحہ ۶۱)

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعہ سے اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں تصرف کی وہ قوت عطا فرمائی ہے کہ میں چاندی اور سونے کے سکّے درہم و دینار کو خون بنا کر اسے دُور تک بہا سکتا ہوں۔

حضرت علامہ شطنوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید تحریر فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابو عبداللہ محمد بن شیخ ابوالعباس خضر بن عبداللہ بن یحیٰ موصلی نے بیان کیا کہ مجھے میرے باپ نے خبر دی کہ میں نے خلیفہ مستنجد باللہ ابوالمظفر یوسف کو حضرت شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں دیکھا۔ اس نے عرض کیا کہ میں آپ کی کوئی کرامت دیکھنا چاہتا ہوں تا کہ مجھے تسلی ہو جائے۔ آپ نے فرمایا تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا میں غیب سے سیب چاہتا ہوں اور پورے ملک عراق میں وہ زمانہ سیب کا نہیں تھا۔

حضرت نے ہوا میں ہاتھ بڑھایا تو دو سیب آپ کے ہاتھ میں آ گئے۔ تو ایک سیب آپ نے خلیفہ کو دیا۔ حضرت نے اپنے ہاتھ کے سیب کو کاٹا تو نہایت سفید خوشبودار تھا، جس سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی اور خلیفہ مستنجد نے اپنے ہاتھ کا سیب کاٹا تو اس میں کیڑے تھے۔ اس نے ازراہِ تعجب کہا یہ کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا اے ابوالمظفر لَمَسَتْهَا يَدُ الظُّلْمِ فَدَوَّدَتْ. یعنی تمہارے سیب کو ظلم کے ہاتھ لگے تو اس میں کیڑے پڑ گئے۔ (بہجۃ الاسرار صفحہ ۶۱)

حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعہ سے اپنا یہ عقیدہ ظاہر فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ قدرت عطا فرمائی ہے کہ میں جس موسم میں بھی چاہوں، بغیر ظاہری اسباب کے صرف ہاتھ بڑھا کر سیب حاصل کر سکتا ہوں۔

حضرت علامہ شطنوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ۵۷۱ھ میں ابو محمد رجب بن ابو

منصور داری ابوزید عبدالرحمٰن بن سالم قرشی اور ابوعبداللہ محمد بن عبادہ انصاری نے قاہرہ میں ہم سے بیان کیا کہ ان لوگوں سے برگزیدہ شیخ حضرت ابوالحسن قرشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قاسیون پہاڑ پر ۶۱۷ھ میں بیان کیا کہ میں اور شیخ ابوالحسن علی بن ہیتی علیہ الرحمۃ والرضوان ۵۴۹ھ میں حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ان کے مدرسہ میں جو کہ ازج کے دروازہ میں تھا موجود تھے کہ حضرت کے پاس سوداگر ابوغالب فضل اللہ بن اسمٰعیل بغدادی ازجی حاضر ہوا اور عرض کیا۔ یَاسَیِّدِیْ قَالَ جَدُّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ مَنْ دُعِیَ فَلْیُجِبْ وَھَا اَنَا قَدْدَعَوْتُکَ اِلٰی مَنْزِلِیْ. (اے حضرت! آپ کے محترم و مکرم نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص کی دعوت کی جائے اس کو چاہیے کہ وہ اس کو قبول کرلے اور میں آپ کو اپنے مکان پر دعوت کی زحمت دینے کے لئے ظاہر ہوا ہوں۔) آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے اجازت ملی تو آؤں گا۔ آپ نے کچھ دیر مراقبہ فرمایا اور فرمایا کہ اچھا میں آؤں گا۔ مقررہ وقت پر آپ سوار ہوئے۔ شیخ ہیتی نے آپ کی دائیں رکاب پکڑی اور میں نے بائیں رکاب تھامی۔ اس طرح اس شخص کے مکان پر پہنچے وہاں دیکھا تو بغداد کے بہت سے علماء مشائخ اور اعیان موجود تھے۔

آپ کے پہنچنے کے بعد دستر خوان لگایا گیا۔ اور بہت قسم کے کھانے دستر خوان پر رکھے گئے۔ اس کے بعد دو شخص ایک بہت بڑا ٹوکرا اٹھا کر لائے جس کا سر ڈھکا ہوا تھا۔ یہ ٹوکرا دستر خوان کے ایک طرف لاکر رکھ دیا گیا۔ میزبان نے شیخ سے عرض کیا کہ اجازت ہے کھانا شروع کیا جائے۔ شیخ نے کچھ نہیں فرمایا اپنا سر جھکائے رہے۔ نہ خود کھانا شروع کیا اور کھانے کی اجازت بھی مرحمت نہیں فرمائی۔ چنانچہ کسی نے بھی کھانا شروع نہیں کیا۔ اہلِ مجلس پر آپ کی ہیبت اس طرح طاری تھی، گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں (یعنی بے حس و حرکت تمام حاضرینِ مجلس بیٹھے ہوئے تھے) پھر آپ نے مجھے اور شیخ علی ہیتی کو اشارہ کیا کہ اس ٹوکرے کو اٹھا کر یہاں لاؤ! چنانچہ وہ ٹوکرا ہم نے اٹھا کر شیخ کے سامنے رکھ دیا۔ ٹوکرا بہت وزنی تھا، شیخ نے ہمیں حکم دیا کہ اس ٹوکرے کو کھولو! جب ہم نے اس کو کھولا تو اس میں اس امیر کا فرزند تھا جو لنجا، مادرزاد اندھا اور مفلوج تھا، جذامی بھی تھا۔ شیخ نے اس کو دیکھ کر فرمایا قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ (اللہ کے حکم سے تندرست ہو کر کھڑا ہو جا) شیخ کے یہ فرماتے ہی وہ لڑکا تندرست شخص کی طرح کھڑا ہو گیا اور کوئی بیماری اس میں موجود نہیں تھی۔ حاضرینِ مجلس میں ایک جوش پیدا ہوا اور نعرے لگانے لگے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بغیر کچھ کھائے پیئے اس ہجوم میں سے اُٹھ کر باہر آ گئے۔

کچھ عرصہ کے بعد ہم شیخ ابوسعید قیلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں گئے اور ان کو یہ قصہ

سنایا۔انہوں نے فرمایا اَلشَّیْخُ عَبْدُالْقَادِرِ یُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَیُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ ۔ (ہاں شیخ عبدالقادر اللہ تعالیٰ کے حکم سے مادرزاداندھوں اور برص والوں کو اچھا کرتے اور مُردوں کو زندہ کرتے ہیں۔ (بہجۃ الاسرار صفحہ ۶۳)

حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعہ سے اپنا یہ عقیدہ ثابت کردیا کہ ایک شخص جو لُنجا، مادرزاداندھا، فالج زدہ اور جذامی (کوڑھی) ہو اسے بھی بیک زبان تندرست کرنے کا خدا تعالیٰ نے مجھے اختیار عطا فرمایا ہے۔

حضرت ابوسعید قیلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۵۵۷ ہجری) کے تعارف میں حضرت علامہ تادفی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ بڑے صاحبِ حال وکرامت بزرگ ہوئے ہیں۔آپ کا شمار ان چار ہستیوں میں ہوتا ہے جن کی دعائیں ہمیشہ قبول ہوئی ہیں۔اگر کسی مریض کے لئے دعا کرتے تو وہ تندرست ہوجاتا۔آپ معتبر فقہا و مفتیانِ شرع میں سے تھے۔آپ کی صحبت سے اکابر اولیاء وعلماء فیض یاب ہوتے۔ایک مرتبہ آپ نے قیلویہ کی بستی میں ایک چٹان پر کھڑے ہوکر اذان پڑھی تو وہ پھٹ کر پانچ حصوں میں تقسیم ہوگئی اور زمین بھی ہیبتِ تکبیر سے پھٹ گئی۔ایک مرتبہ کسی مرید نے قضائے حاجت کے لئے آپ کے ہاتھ سے لوٹا لیا لیکن وہ اتفاق سے گر کر ٹوٹ گیا اور جب آپ نے اس لوٹے کو ہاتھ لگایا تو وہ صحیح وسالم ہوگیا اور اس میں پہلے کی طرح پانی بھرا ہوا تھا۔
(قلائد الجواہر صفحہ ۱۷۳)

ایسے بلند پایہ بزرگ کا عقیدہ بھی تصرف کے بارے میں معلوم ہوگیا کہ وہ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر اللہ تعالیٰ کے حکم سے مادرزاداندھوں اور برص والوں کو اچھا کرتے اور مُردوں کو زندہ کرتے ہیں۔

حضرت علامہ عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز ابوالمعال نامی درویش حضرت غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں حاضر ہوئے۔مجلس کے دوران اُن کو پاخانہ کی حاجت ہوئی جس نے اس قدر شدت اختیار کرلی کہ یہ اپنی جگہ سے جنبش نہیں کرسکتے تھے۔یہ بالکل بے طاقت ہوگئے۔انہوں نے شیخ کی طرف استغاثہ کے طور پر دیکھا۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر سے ایک زینہ نیچے اتر آئے۔اس وقت پہلے زینہ پر آدمی کے سر کی طرح ایک سر ظاہر ہوا۔جب دوسری سیڑھی پر حضرت اترے تو اس سر کے دوسرے اعضاء کندھا اور سینہ ظاہر ہوئے۔اس طرح حضرت زینہ بہ زینہ اترتے تھے اور وہ شکلِ انسانی مکمل ہوتی جاتی تھی، یہاں تک کہ وہ حضرت کی شکل میں متشکل ہوگئے اور آواز بھی بالکل حضرت جیسی اس شکل سے آتی تھی۔کلام بھی بالکل حضرت کے کلام کی طرح تھا۔اس شکل کو سوائے اس حاجت مند کے اور

کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس وقت حضرت اس شخص کے قریب آ کر کھڑے ہو گئے اور اپنی آستین اس شخص کے سر پر ڈال دی۔

آستین کا پڑنا تھا کہ ابوالمعالی نے اپنے آپ کو ایک لق و دق میدان میں پایا، جہاں ایک نہر جاری تھی اور نہر کے کنارے ایک گھنا درخت تھا، ابوالمعالی نے اپنی کنجیوں کا گچھا اس درخت کی شاخ سے لٹکا دیا اور قضائے حاجت میں مشغول ہو گئے۔ فراغت کے بعد نہر سے وضو کیا اور دو رکعت نماز ادا کی۔ سلام پھیرنے کے بعد حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ آستین اس کے سر سے اٹھائی تو انہوں نے اپنے آپ کو پھر اسی مجلس میں موجود پایا۔ ابوالمعالی کے اعضائے وضو ابھی تک پانی سے تر تھے اور پاخانہ کی حاجت رفع ہو چکی تھی اور حضرت اسی طرح منبر پر وعظ میں مصروف تھے۔ گویا نیچے تشریف ہی نہیں لائے تھے۔ ابوالمعالی بھی خاموش بیٹھے رہے اور کسی سے کچھ نہ کہا، لیکن جب کنجیوں کا گچھا اپنے پاس موجود نہیں پایا تو سخت پریشان ہوا۔

ایک مدتِ دراز کے بعد ابوالمعالی کو سفر کرنے کا اتفاق ہوا۔ بغداد شریف سے چودہ دن کا راستہ تھا۔ اثنائے سفر ایک میدان سے گزرے، جہاں نہر جاری تھی۔ ابوالمعالی وضو کرنے کے لئے نہر پر گئے تو یہ وہی نہر تھی، جہاں قضائے حاجت کے بعد اس روز وضو کیا تھا۔ وہاں انہوں نے اس درخت کو بھی پہچان لیا۔ ان کی کنجیوں کا گچھا اسی طرح درخت کی شاخ سے لٹکا ہوا تھا۔ ابوالمعالی کہتے ہیں کہ جب میں بغداد شریف واپس آیا تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ قصہ بیان کیا۔ شیخ نے میرا کان پکڑ کر فرمایا اے ابوالمعالی! جب تک ہم زندہ ہیں، یہ بات کسی سے نہ کہنا۔ (نفحات الانس صفحہ ۵۶۷)

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعہ سے اپنا یہ عقیدہ واضح طور پر ثابت کر دیا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے تصرّف کی وہ قدرت عطا فرمائی ہے کہ جنہیں سن کر انسانی عقل حیران ہو جائے۔

حضرت علامہ محمد یحیٰی تادنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ دریائے دجلہ میں ایسا سیلاب آیا کہ پانی بغداد شریف کی آبادی تک پہنچ گیا اور تمام لوگوں کو اپنے ڈوب جانے کا یقین ہو گیا، تو وہ لوگ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا کے لئے درخواست کی۔ آپ اپنا عصاء مبارک لے کر دریائے دجلہ پر پہنچ گئے اور عصا کو دریا کی اصل حد پر نصب (گاڑ) کر فرمایا کہ "اسی جگہ ٹھہر جا" چنانچہ فوراً ہی پانی گھٹنا شروع ہوا اور اپنی اصل حد پر آ گیا۔ (قلائد الجواہر صفحہ ۹۲)

اس واقعہ سے حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا یہ عقیدہ ظاہر کر دیا کہ خدا تعالیٰ نے

دریا کے پانی پر بھی حکومت عطا فرمائی ہے۔

حضرت علامہ تادفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ ابو صالح عباس بیان کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ منصورا کی جامع مسجد میں تشریف لائے اور وہاں سے اپنے مدرسہ کی طرف واپس ہوئے تو اپنے چہرے پر سے رومال ہٹایا اور ایک بچھو پیشانی پر سے ہاتھ میں پکڑ کر زمین پر پھینک دیا اور جب وہ بھاگنے لگا تو فرمایا کہ "خدا کے حکم سے مرجا"۔ چنانچہ اسی وقت وہ مر گیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اس نے جامع مسجد سے لے کر یہاں تک مجھے ساٹھ مرتبہ ڈنک مارا ہے۔ (قلائد الجواہر صفحہ ۱۱۱)

حضرت علامہ تادفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ معمر جرادہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر حاضر ہوا تو آپ کچھ تحریر فرما رہے تھے۔ اچانک چھت میں سے تین مرتبہ مٹی گری اور آپ نے اس کو جھاڑ دیا، لیکن چوتھی مرتبہ ایسا ہوا تو آپ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو وہاں ایک چوہا مٹی گرا رہا تھا، آپ نے فرمایا "تیرا سر اُڑ جائے"۔ یہ کہتے ہی اس کا جسم ایک جانب گرا اور سر دوسری جانب۔ یہ دیکھ حضرت شیخ لکھنا چھوڑ کر رونے لگے اور جب میں نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا "مجھے یہ خطرہ ہے کہ کہیں میرے دل کو تکلیف پہنچانے کے سبب سے کسی مسلمان کو اسی طرح کی تکلیف نہ پہنچ جائے، جیسی کہ چوہے کو پہنچی ہے۔"

شیخ عمر بن مسعود بزاز بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدرسہ میں وضو فرما رہے تھے کہ اچانک ایک چڑیا نے آپ کے کپڑوں پر بیٹ کر دی اور جب آپ نے اوپر نظر اٹھا کر دیکھا تو چڑیا مُردہ ہو کر نیچے گر پڑی۔ (قلائد الجواہر صفحہ ۱۲۸)

مذکورہ بالا واقعات اور اپنے کلمات سے حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا یہ عقیدہ واضح طور پر ظاہر کر دیا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے تصرف کی وہ قوت عطا فرمائی ہے کہ جو میری زبان سے نکل جائے گا یا جو میں دِل سے چاہوں گا، وہی ہو جائے گا۔

حضرت علامہ تادفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ ابو الحسن علی بن ملاعب القواس (جن کی صداقت مشہورِ زمانہ ہے) فرماتے ہیں کہ میں ایک جماعت کے ہمراہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ اس جماعت نے اپنے حالات کے مطابق دعا کرانے کا ارادہ کیا، لیکن ہماری اس بڑی جماعت میں ایک بغیر داڑھی مونچھ کا نو عمر لڑکا بھی شامل تھا، جس کے بارے میں ہم سب لوگوں کو معلوم تھا کہ اس کی عادتیں بہت بری ہیں، کیونکہ وہ نہ تو پیشاب، پاخانہ کر کے استنجا کرتا تھا اور نہ غسلِ جنابت کرتا تھا۔ چنانچہ ہم

لوگوں نے اپنی حاجتیں بیان کرنے کے بعد حضرت شیخ سے دعا کے لئے درخواست کی اور جب میں نے آگے بڑھ کر آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیا تو پوری جماعت بوسہ دینے کے لئے ٹوٹ پڑی، مگر جب وہ نوعمر لڑکا بڑھا، تو آپ نے اپنا دستِ مبارک کھینچ کر آستین میں چھپالیا اور اس لڑکے پر ایسی نظر ڈالی کہ وہ بے ہوش ہو گیا۔ جب اسے ہوش آیا تو اس کی داڑھی اور مونچھیں نکل آئی تھیں۔ اس کے بعد اس نے توبہ کی اور پھر آپ نے اس سے مصافحہ کیا۔ (بہجۃ الاسرار صفحہ ۱۱۸)

حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعہ سے اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ خدا تعالیٰ نے تصرف پر مجھے ایسی قدرت بخشی ہے کہ میں بیک نگاہ نوعمر لڑکے کو داڑھی مونچھ والا بنا سکتا ہوں۔ آپ خود تحریر فرماتے ہیں۔

وَهِیَ حَالَةُ الْفَنَاءِ الَّتِی هِیَ غَایَةُ اَحْوَالِ الْاَوْلِیَاءِ وَالْاَبْدَالِ ثُمَّ قَدْ یُرَدُّ اِلَیْهِ التَّكْوِیْنُ فَیَكُوْنُ جَمِیْعُ مَایَحْتَاجُ اِلَیْهِ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَهُوَقَوْلُهٗ جَلَّ وَعَلَا فِیْ بَعْضِ كُتُبِهٖ یَا ابْنَ آدَمَ اَنَا اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا اَقُوْلُ لِلشَّیْ ءِ كُنْ فَیَكُوْنُ اَطِعْنِیْ اَجْعَلْكَ تَقُوْلُ لِلشَّیْ ءِ كُنْ فَیَكُوْنُ.

ترجمہ: اور یہی فنا کی حالت ہے جو اولیاء و ابدال کی حالتوں کی انتہا ہے۔ پھر ان کو تکوین (یعنی کُن کہنا) عطا کیا جاتا ہے تو پھر ان کو جس چیز کی بھی حاجت ہوتی ہے وہ سب کچھ باذن اللہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حق سبحانہٗ جل وعلا کا ارشاد اس کی بعض کتابوں میں ہے کہ اے ابنِ آدم! میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ میں وہ ہوں کہ کسی چیز کو کہتا ہوں، ہو جا! تو وہ ہو جاتی ہے۔ تُو بھی میری اطاعت کر میں تجھے بھی ایسا کر دوں گا کہ تو بھی کسی چیز کو کہے گا کہ ہو جا تو وہ ہو جائے گی۔

(فتوح الغیب مع بہجۃ الاسرار صفحہ ۱۰۹)

اس عبارت سے حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصرّف کے بارے میں اپنا عقیدہ خود ہی واضح لفظوں میں بیان فرمایا کہ خدا تعالیٰ اپنے مطیع و فرمانبردار بندوں کو مرتبۂ تکوین عطا فرما دیتا ہے کہ وہ کسی چیز کو کہتے ہیں کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔

وَوَلَّانِیْ عَلَی الْاَقْطَابِ جَمْعًا   فَحُكْمِیْ نَافِذٌ فِیْ كُلِّ حَالٍ
فَلَوْ اَلْقَیْتُ سِرِّیْ فِیْ بِحَارٍ   لَصَارَ الْكُلُّ غَوْرًا فِی الزَّوَالِ
وَلَوْ اَلْقَیْتُ سِرِّیْ فِیْ جِبَالٍ   لَدُكَّتْ وَاخْتَفَتْ بَیْنَ الرِّمَالِ
وَلَوْ اَلْقَیْتُ سِرِّیْ فَوْقَ نَارٍ   لَخَمَدَتْ وَانْطَفَتْ مِنْ سِرِّ حَالٍ

وَلَوْ اَلْقَیْتُ سِرِّیْ فَوْقَ مَیْتٍ لَقَامَ بِقُدْرَۃِالْمَوْلٰی تَعَالٰی
بِلَادُ اللّٰہِ مُلْکِیْ تَحْتَ حُکْمِیْ وَوَقْتِیْ قَبْلَ قَلْبِیْ قَدْ صَفَالِیْ

ترجمہ: مجھے اللہ تعالیٰ نے تمام قطبوں پر والی وحاکم بنادیا، تو میرا حکم ہر حال میں نافذ ہے۔ تو اگر میں اپنی محبت کا بھید دریاؤں پر ظاہر کردوں تو ان کا کل پانی زمین کی تہ میں دھنس جائے۔ یعنی سارے دریا خشک ہوجائیں۔ اور اگر میں اپنی محبت کا راز پہاڑوں پر ظاہر کردوں تو وہ ریزہ ریزہ ہوکر ریت میں چھپ جائیں۔ اور اگر میں اپنی محبت کی حقیقت آگ پر ظاہر کردوں تو وہ بجھ جائے اور اپنی روشنی سے محروم ہوجائے۔ اور اگر میں اپنی محبت کا راز کسی مُردہ پر ظاہر کردوں تو وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے زندہ ہوکر کھڑا ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ کے شہر میرا ملک اور میرے حکم کے تحت ہیں اور میرا وقت میری جان سے پہلے میرے لئے صاف ہوچکا ہے۔

ان اشعار سے بھی حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ کھلم کھلا ظاہر ہے۔

قدوۃ السالکین حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ متوفی ۶۳۲ ہجری)

حضرت علامہ جامی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان القاب کے ساتھ آپ کا تذکرہ شروع کرتے ہیں۔

استاذِ زمانہ، فریدِ یگانہ، مطلع الانوار، منبع الاسرار، دلیلِ طریقت، ترجمان الحقیقت، استاذ الشیوخ الاکابر، الجامع بین علم الباطن والظاہر، قدوۃ العارفین، عمدۃ السالکین، العالم الرّبانی شہاب الدین ابو حفص عمر بن محمد البکری سہروردی علیہ الرحمۃ والرضوان)۔

آپ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ الرّسول ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔ تصوّف میں آپ کی نسبت آپ کے عمِ محترم حضرت شیخ النجیب عبدالقاہر سہروردی علیہ الرحمۃ والرضوان (متوفی ۵۶۳ ہجری) سے ہے۔ آپ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کی صحبت میں بھی رہے ہیں۔ ان دو حضرات کے علاوہ اور بہت سے مشائخ کے ساتھ آپ کی صحبت رہی ہے۔

آپ اپنے وقت میں بغداد کے شیخ الشیوخ تھے۔ اہلِ طریقت دُور ونزدیک کے شہروں سے مسائل دریافت کرنے کے لئے آپ کے پاس آتے اور آپ ان کو حل فرمایا کرتے۔ رسالہ اقبالیہ میں مذکور ہے کہ شیخ رکن الدین علاؤالدولہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت شیخ سعد الدین حموی علیہ الرحمۃ والرضوان سے دریافت کیا کہ آپ نے حضرت شیخ محی الدین ابنِ

عربی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو کیسا پایا؟ تو انہوں نے جواب میں کہا بَحْرٌ مَوَّاجٌ لَانِهَايَةَ یعنی وہ ایک اتھاہ موجزن سمندر ہیں۔ پھر دریافت کیا کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ والرضوان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ انہوں نے فرمایا نُوْرُ مُتَابَعَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جَبِيْنِ السُّهْرَوَرْدِيِّ شَيْءٌ آخَرُ. یعنی حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی پیشانی میں نبی اکرم ﷺ کی متابعت کا نور کچھ اور ہی چیز ہے۔

(نفحات الانس صفحہ ۱۳-۱۴-۷)

حضرت علامہ محمد یحییٰ تادنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ آپ عراق کے ان بزرگوں میں سے ہیں جن پر حکومت باطنی کا اختتام ہو جاتا ہے۔ آپ عالم و فاضل تھے اور بہت فصیح و بلیغ کلام فرماتے تھے۔ نہ صرف آپ کو علم لدنی حاصل تھا بلکہ آپ غیب کے حالات بھی بتا دیا کرتے تھے۔ اکثر خارق عادات و کرامات کا آپ سے ظہور ہوتا رہتا تھا۔ کتاب و سنت پر شدت کے ساتھ عمل پیرا تھے اور شریعت و طریقت میں اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے۔

آپ ان ہستیوں میں سے تھے، جن کے پاس حضرت غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بذاتِ خود تشریف لائے اور فرمایا کہ "اے شہاب الدین! تم مشاہرین کے آخری فرد ہو۔

(قلائد الجواہر صفحہ ۳۹۱)

اولیائے کرام کے تصرفات و اختیارات کے بارے میں ایسی عظیم المرتبت شخصیت کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔ حضرت علامہ جامی قدس سرہٗ السامی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ جوانی کے زمانے میں مجھے علمِ کلام سے شغف ہو گیا اور میں نے علمِ کلام کی چند کتابیں حفظ کر ڈالیں۔ میرے چچا (حضرت شیخ ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) مجھے اس بات سے روکتے تھے۔ ایک دن حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کے لئے گئے اور میں بھی ان کے ساتھ گیا۔ چچا نے مجھ سے فرمایا کہ حضورِ قلب کا خیال رکھنا کہ تم ایک ایسے بزرگ کے پاس چل رہے ہو جن کا قلب مبارک اللہ تعالیٰ سے خبر دیتا ہے۔ (قلب وے از حق تعالیٰ خبر دہد) اور اس کی برکات کا منتظر رہنا۔

جب ہم وہاں حاضر ہوئے تو چچا نے عرض کیا اے سیدی! میرا یہ بھتیجا عمر علمِ کلام سے بڑی دلچسپی رکھتا ہے۔ میں ہر چند اس کو روکتا ہوں، لیکن باز نہیں آتا۔ شیخ نے مجھ سے دریافت کیا کہ اے عمر! تم نے کون کون سی کتاب حفظ کی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ فلاں فلاں کتاب۔ تب شیخ نے اپنا دستِ مبارک میرے سینے پر پھیرا۔ خدا کی قسم اسی وقت ان کتابوں سے ایک لفظ بھی مجھے یاد نہیں رہا (سب بھول گیا) اللہ تعالیٰ نے ان تمام مسائل کو میرے دل سے بھلا دیا (لیکن ان کے دستِ

مبارک کی برکت سے) میرے سینے کو علمِ لدنی سے بھر دیا۔ جب میں آپ کے پاس سے اٹھا تو آپ نے بڑی ملاطفت اور شیریں بیانی کے ساتھ فرمایا یا عمر! انت آخر المشھورین بالعراق. یعنی اے عمر! تم عراق کے آخری مشاہیر میں سے ہو۔ (ترجمہ نفحات الانس صفحہ ۷۶۵)

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس واقعہ کو بیان فرما کر اپنا یہ عقیدہ روزِ روشن کی طرح ثابت کر دیا کہ خدا تعالیٰ نے سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی کے دِل پر تصرف کر کے اس کے علم کو سلب کر لینے کا بھی اختیار عطا فرمایا ہے، بلکہ آپ نے اپنے اس عقیدہ کو واضح لفظوں میں بھی بیان فرما دیا ہے جیسا کہ حضرت علامہ نور الدین شطنوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کان الشیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سلطان الطریق والتصرف فی الوجود علی التحقیق. یعنی بے شک حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حقیقت کے اور وجود میں تصرّف کرنے کے بادشاہ تھے۔ (بہجۃ الاسرار صفحہ ۳۳)

حضرت علامہ تادفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ والرضوان کے مصاحب شیخ نجم الدین تفلیسی فرماتے ہیں کہ میں حضرت شیخ سہروردی کے حجرۂ عبادت میں داخل ہوا۔ وہ ان کے چلّہ کا آخری دن تھا۔ اس دن میں نے دیکھا کہ شیخ ایک بہت بلند پہاڑ پر ہیں اور آپ کے سامنے جواہرات کا انبار لگا ہوا ہے اور آپ مٹھیاں بھر بھر کر لوگوں کی جانب پھینکتے جاتے ہیں اور لوگ دوڑ دوڑ کر اٹھا رہے ہیں۔ جب موتی کم ہوتے تو وہ خود بخود بڑھ جاتے۔

جب آپ چلہ سے باہر آ گئے تو میں اس واقعہ سے ذہن کو یکسر خالی کر کے سو گیا۔ دوسرے دن جب میں نے آپ سے اس واقعہ کے بارے میں تفصیل معلوم کرنا چاہی تو آپ نے میرے کچھ کہنے سے قبل ہی فرمایا کہ "صاحبزادے تم نے جو کچھ دیکھا وہ درست ہے اور یہ سب کچھ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیض اور ان کی تعلیم کا نتیجہ۔ (ترجمہ قلائد الجواہر صفحہ ۳۹۱)

اس واقعہ سے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا یہ عقیدہ ثابت کیا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے تصرف کی قدرت عطا فرمائی ہے۔

حضرت شیخ علی بن ہیتی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۵۶۴ ہجری)

آپ وہ بزرگ ہیں جو حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصالِ اقدس کے بعد

قطب ہوئے اور بقول علامہ شطنوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ ان شیوخ میں سے ایک ہیں، جو مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کر دیتے تھے۔ (بہجۃ الاسرار صفحہ ۱۵۳)

حضرت علامہ تادفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ کی بہت تعریف کرتے اور نہایت محبت و احترام کے ساتھ پیش آتے اور اکثر فرمایا کرتے کہ ''بغداد میں جو اولیائے کرام داخل ہوتے ہیں، وہ ہمارے ہی مہمان ہوتے ہیں، لیکن ہم شیخ علی بن ہیتی کے مہمان رہتے ہیں۔ (قلائد الجواہر صفحہ ۳۱۳)

اب تصرّف و اختیار کے بارے میں ایسی برگزیدہ ہستی کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔ حضرت علامہ شطنوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ابو محمد حسن بن یحیٰی بن نجیم حورانی اور ابو حفص عمر بن مزاحم دینسری نے ہم کو خبر دی ان لوگوں نے کہا کہ میں نے شیخ علی بن ادریس یعقوبی سے سنا اور ابو محمد سالم بن علی دمیاطی صوفی نے ہم سے بیان کیا کہ میں نے شیخ عارف ابو حفصی عمر یزیدی سے سنا وہ دونوں کہتے تھے کہ ہم حضرت شیخ علی بن ہیتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ ایک دفعہ نہر الملک کے دیہات میں گئے تو ہم نے دو بستی والوں کو دیکھا کہ تلواریں نکالے ہوئے لڑنے کو تیار ہیں اور ان کے درمیان ایک قتل کیا ہوا آدمی مردہ پڑا ہے اور دونوں فریق ایک دوسرے پر قتل کا الزام عائد کر رہے ہیں۔ شیخ کچھ دیر مقتول کے سرہانے کھڑے رہے، پھر اس کے سر کے بالوں کو پکڑ کر کہنے لگے من قتلک یا عبد اللہ۔ یعنی اے اللہ کے بندے! تجھ کو کس نے قتل کیا؟ آپ کے اتنا فرماتے ہی وہ سیدھا کھڑا ہو کر بیٹھ گیا اور آنکھیں کھول دیں اور صاف لفظوں میں کہنے لگا، جس کو تمام حاضرین نے سُن لیا کہ مجھ کو فلاں بن فلاں نے قتل کیا گیا ہے۔ پھر وہ ٹھنڈا ہو گیا، جیسا کہ پہلے تھا۔ (بہجۃ الاسرار صفحہ ۱۵۴)

اس واقعہ سے حضرت شیخ علی بن ہیتی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنا یہ عقیدہ واضح کر دیا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے مردہ کو زندہ کر دینے کا اختیار عطا فرمایا ہے۔

سید الاولیاء حضرت سید احمد کبیر رفاعی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۵۷۸ ہجری)

آپ عراق کے مشہور مشائخ میں سے ہیں اور بقول علامہ تادفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ ان چار ہستیوں میں سے ہیں جو بحکمِ الٰہی اندھوں کو بینا، کوڑھیوں کو تندرست اور مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔ (قلائد الجواہر صفحہ ۲۸۹)

تصرّف و اختیار کے بارے میں اس بزرگ کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔ حضرت کے بھانجے ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی رفاعی فرماتے ہیں کہ ایک دن جب شیخ تنہا بیٹھے تھے تو میں آپ کے ملفوظات سننے

کی نیت سے قریب بیٹھ گیا تو اسی وقت ایک شخص آسمان سے اتر کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا اور آپ نے مرحبا کہا۔اس کے بعد اس شخص نے کہا کہ میں نے بیس روز سے کچھ کھایا پیا نہیں، لیکن میں چاہتا ہوں کہ اپنی خواہش کے مطابق کھاؤں پیوں۔شیخ نے پوچھا،تمہاری خواہش کیا ہے؟اس نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی تو دیکھا کہ پانچ مرغابیاں اڑتی ہوئی جارہی ہیں۔اس نے کہا اے کاش!ان میں سے ایک بھنی ہوئی مجھے مل جاتی جس کے ساتھ گیہوں کی روٹیاں ٹھنڈے پانی کا ایک کوزہ بھی ہوتا۔

شیخ نے یہ سن کر فرمایا۔''یہ مرغابیاں تو تیرے ہی لئے ہیں۔'' پھر آپ نے اڑتی ہوئی مرغابیوں کی طرف دیکھ کر فرمایا عَجِّلِیْ بِشَھْوَۃِ الرَّجُلِ. یعنی اس شخص کی خواہش جلد پوری کر دو۔ابھی آپ کا یہ جملہ پورا بھی نہیں ہوا تھا کہ ان مرغابیوں میں سے ایک بھنی ہوئی آپ کے سامنے آ کر گری اور آپ نے اپنے پہلو میں رکھے ہوئے دو پتھروں کو اپنے ہاتھ سے کھینچا تو وہ بہترین قسم کی گیہوں کی گرم روٹیوں میں بدل گئے۔پھر جب آپ نے اپنا ہاتھ فضا میں بلند کیا تو ایک سرخ رنگ کا کوزہ آپ کے ہاتھ میں آ گیا،جس میں پانی بھرا ہوا تھا۔جب وہ شخص کھا پی کر ہوا میں اڑ گیا تو شیخ نے مرغابی کی ہڈیوں کو بائیں ہاتھ میں لے کر اس پر اپنا داہنا ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ ''اے ہڈیو اور پٹھو!خدا کے حکم سے آپس میں جڑ جاؤ۔پھر آپ نے جب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی تو وہ مرغابی زندہ ہو گئی اور ہوا میں اڑتی ہوئی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ (قلائد الجواہر صفحہ ۲۹)

حضرت علامہ شطنوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ محدثانہ اسانید کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں کہ خبر دی ہم کو شیخ ابو یوسف یعقوب بن بدران بن منصور انصاری نے۔انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے شیخ امام عالم تقی الدین علی بن مبارک بن حسن بن احمد بن ناسو بہ واسطی سے سنا وہ کہتے تھے کہ میرے سردار حضرت شیخ احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن دریائے دجلہ کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے مریدین آپ کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔اس وقت آپ نے فرمایا کہ ''آج بھنی ہوئی مچھلی کھانا چاہتے ہیں۔ابھی آپ کا یہ کلام پورا بھی نہ ہوا تھا کہ دریا کا کنارا طرح طرح کی مچھلیوں سے بھر گیا اور ان میں سے بہت سی مچھلیاں خشکی کی طرف کود پڑیں اور اُمِ عبیدہ کے کنارے اس قدر مچھلیاں جمع ہوئیں کہ کبھی اتنی دیکھی نہ گئی تھیں۔

شیخ نے فرمایا یہ تمام مچھلیاں مجھ سے کہتی ہیں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے حق کی قسم ہے کہ ہم میں سے آپ کھائیں۔تب آپ کے مریدوں نے ان میں سے بہت سی مچھلیوں کو پکڑ کر بھونا اور ایک بڑا دستر خوان شیخ کے سامنے بچھا کر اس کے پورے حصے پر مچھلیوں کو رکھ دیا۔پھر سب نے کھایا۔یہاں تک کہ آسودہ ہو گئے اور دستر خوان پر بھنی ہوئی مچھلیوں میں سے کسی کا سر اور کسی کی دُم وغیرہ باقی رہ گئی۔

پھر ایک مرید نے شیخ سے عرض کیا کہ اے میرے سردار! جو شخص کہ متمکن اور قادر ہو اس کی صفت کیا ہے؟ فرمایا یُعْطِی التَّصْرِیْفَ الْعَامَ فِیْ جَمِیْعِ الْخَلَائِقِ. یعنی تمام مخلوق میں اس کو تصرف عام دیا جاتا ہے۔ مریدوں نے کہا اس کی علامت کیا ہے؟ شیخ نے فرمایا کہ ''اگر ان مچھلیوں کے باقی حصوں سے کہے کہ تم اٹھ کر دوڑنے لگو۔ تو وہ دوڑنے لگیں۔ پھر شیخ نے ان بھنی ہوئی مچھلیوں کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ اور فرمایا۔ اَیَّتُھَا الْاَسْمَاکَ الَّتِیْ فِیْ ھٰذِہِ الطَّوَاجِنِ قُوْمِیْ وَاسْعِیْ بِاِذْنِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ. یعنی اے بھنی ہوئی مچھلیو! جو اس دستر خوان پر ہو خدائے تعالیٰ کے حکم سے اٹھ کر چلنے لگو۔ ابھی آپ کا یہ کلام پورا بھی نہ ہوا تھا کہ وہ باقی حصے زندہ مچھلیاں ہو گئیں۔ اور صحیح سالم ہو کر دریا میں کود پڑی۔ اور جہاں سے آئی تھیں وہیں چلی گئیں۔

(بہجۃ الاسرار صفحہ ۲۳۷)

حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے ان واقعات و کلمات سے یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ خدائے تعالیٰ نے مجھے تمام مخلوقات میں تصرف تام عطا فرمایا ہے۔

حضرت علامہ شطنوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور تحریر فرماتے ہیں کہ ہم کو ابو القاسم محمد بن عبادہ انصاری حلبی نے خبر دی کہ میں نے شیخ عارف ابو اسحٰق ابراہیم بن محمود بعلبکی مقری سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے اپنے شیخ امام ابو عبداللہ بطائحی سے سنا کہ میں سیدی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی (ظاہری) زندگی میں اُم عبیدہ کی طرف گیا اور شیخ احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صحن میں چند روز ٹھہرا۔ ایک دن شیخ احمد رفاعی نے مجھ سے فرمایا کہ میرے شیخ عبدالقادر جیلانی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے فضائل و مناقب بیان کرو۔ میں نے کچھ بیان کیا۔ اثناء گفتگو میں ایک شخص آیا اور کہنے لگا اس کو چھوڑ۔ ہمارے پاس ان مناقب کے علاوہ اور مناقب بیان کر۔ اور اشارہ شیخ احمد رفاعی کے مناقب کا کیا۔ اس وقت شیخ نے اس کی طرف غصہ سے دیکھا وہ شخص اسی وقت شیخ کے سامنے گرا اور اس کی جان نکل گئی۔ (بہجۃ الاسرار صفحہ ۲۳۸)

اس واقعہ سے حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنا یہ عقیدہ واضح کر دیا کہ خداوند قدوس نے مجھے بیک نگاہ زندہ کو مردہ کر دینے کا بھی اختیار عطا فرمایا ہے۔

حضرت شیخ عدی بن مسافر اُموی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفیٰ ۵۵۵ ہجری)

آپ بلادِ مغرب کے مشائخ میں عظیم المرتبت شخصیت کے حامل ہوئے۔ آپ علمائے اہلِ طریقت کے ان سرداروں میں سے ہیں جنہوں نے ابتدا ہی سے مجاہدات میں بڑی صعوبتیں

برداشت کی ہیں۔ ہمارے حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ کا ذکر احترام کے ساتھ کیا کرتے تھے اور آپ کے سلطان الاولیاء ہونے کی گواہی دیتے اور یہ فرماتے لَوْ کَانَتِ النُّبُوَّۃُ تُنَالُ بِالْمُجَاهِدَۃِ لَنَا لَهَا الشَّيْخُ عَدِيُّ بْنُ مُسَافِرٍ. یعنی اگر مجاہدہ کے ذریعے نبوت حاصل ہوتی تو وہ عدی بن مسافر کو ضرور حاصل ہو جاتی۔ (بہجۃ الاسرار صفحہ ۱۵۰)

تصرف کے بارے میں ایسی عظیم المرتبت شخصیت کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔ حضرت علامہ جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ امام یافعی اپنی تاریخ میں آپ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ آپ کے مریدوں میں سے ایک مرید کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ لوگوں سے قطع تعلق کر کے رہا جائے۔ اس نے شیخ عدی سے درخواست کی کہ اے شیخ! میں چاہتا ہوں کہ میں الگ تھلگ اس جنگل میں رہوں۔ کیا اچھا ہوتا کہ یہاں جنگل میں پانی اور کچھ کھانے کو بھی مل جایا کرتا تاکہ میرے جسم کی توانائی باقی رہے۔ شیخ اٹھے اور وہاں جو دو بڑے بڑے پتھر پڑے ہوئے تھے، ان میں ایک پر اپنا پاؤں مارا، اسی دم پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ پھر دوسرے پر پاؤں مارا تو انار کا درخت نمودار ہو گیا۔ آپ نے درخت سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے درخت! ہر روز خدا تعالیٰ کے حکم سے ایک دن میٹھا انار اور ایک دن کھٹا انار اس کو دے دیا کرنا"۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس درخت کے انار دنیا کے بہترین اناروں میں سے تھے۔ (نفحات الانس صفحہ ۴۸۷)

علامہ تادنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ ابو اسرائیل بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ شیخ عدی سے عبادان کی طرف سفر کرنے کی اجازت طلب کی۔ تو آپ نے فرمایا کہ "اگر تمہیں راستے میں شیر مل جائے یا اور کوئی مصیبت درپیش ہو اور تم خوف زدہ ہو جاؤ تو اس سے کہنا کہ عدی بن مسافر کا حکم ہے کہ تو میرے لئے مصیبت کا سبب نہ ہو۔" چنانچہ جب میں سفر پر روانہ ہوا تو دریا میں زبردست طوفان آ گیا۔ اس وقت میں نے کہا۔ اے موجو! ٹھہر جاؤ! کیونکہ شیخ عدی نے تمہیں ٹھہر جانے کا حکم دیا۔ یہ کہتے ہی طوفان ختم ہو گیا۔

پھر جب مجھے سانپوں اور درندوں نے گھیر لیا تو میں نے ان سے بھی وہی جملہ کہا اور وہ میرا جملہ سن کر بھاگ گئے۔ پھر جب میں دریائے بصرہ سے گزرنے لگا تو اتنی تیز ہوائیں چلنے لگیں کہ موجوں کے تھپیڑوں نے مجھے ہلاکت کے قریب پہنچا دیا تو پھر میں نے کہا۔ اے ہواؤ! رک جاؤ! چنانچہ ہوا رک گئی اور دریا کا پانی ٹھہر گیا۔ (قلائد الجواہر ۲۹۹)

علامہ تادنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید تحریر فرماتے ہیں کہ قلعہ جرامیہ کا قلعہ دار امیر ابراہیم نامی تمام درویشوں سے عموماً اور شیخ عدی سے خصوصی محبت رکھتا تھا اور اس امیر کے پاس جتنے صوفیاء آتے وہ ان سے شیخ عدی کی بے حد تعریفیں کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ان صوفیاء نے کہا کہ چلو ہم بھی حاضر

ہو کر بطورِ امتحان ان سے کچھ مسائل دریافت کریں گے، چنانچہ جب سب لوگ سلام کر کے شیخ کے پاس بیٹھ گئے تو ان میں ایک نے آپ سے گفتگو شروع کی، لیکن آپ خاموش رہے، جس کو اس درویش نے آپ کی عاجزی پر محمول کیا، لیکن شیخ نے اپنی روحانیت سے اس کے خدشات کو محسوس کر کے جماعت سے متوجہ ہو کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے بندے بھی پیدا کیے ہیں جو اگر دو پہاڑوں سے کہہ دیں کہ باہم مل جاؤ تو وہ آپس میں مل جائیں۔"

اِدھر شیخ کی زبان سے یہ جملہ ادا ہوا، اُدھر جب صوفیاء کی نظر دونوں پہاڑوں پر پڑی تو دیکھا کہ وہ آپس میں مل چکے تھے۔ جن لوگوں نے یہ کرامت دیکھی، وہ آپ کے قدموں میں گر پڑے۔ بعد میں آپ نے اپنے ہاتھ سے دونوں پہاڑوں کی طرف اشارہ کیا تو وہ دونوں پھر اپنی اپنی جگہ پہنچ گئے۔ جس کو دیکھ کر صوفیائے کرام بہت خوش ہوئے اور توبہ کر کے آپ کے ہاتھ پر بیعت ہو کر واپس ہوئے۔ (قلائد الجواہر ۱۳۰)

علامہ تادفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ عمر کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت شیخ عدی علیہ الرحمۃ والرضوان کی خدمت میں حاضر تھا کہ بزرگانِ دین کا تذکرہ چھڑ گیا۔ اس پر حضرت شیخ عدی نے فرمایا کہ "یہاں ایک ایسا مسافر بھی موجود ہے جو اندھوں، کوڑھیوں کو اچھا کر دینے کے باوجود نبوت کا دعویٰ نہیں کرتا"۔ تو آپ کا یہ قول مجھے ناگوار محسوس ہوا اور میں اس مجلس سے اٹھ کر چلا آیا۔ پھر چند دنوں کے بعد حاضر ہوا تو اس وقت بھی میرے دل پر اس قول کا اثر تھا اور میرے سلام کرنے پر آپ نے فرمایا۔

اے عمر! تم میرے ساتھ اس شرط پر کہ کسی سلسلہ میں مجھ سے بات نہیں کرو گے، میرے ساتھ چلو!" میں نے آپ کی شرط منظور کر لی اور ہم ایک مقام کی طرف چل پڑے۔ میں آپ کے پیچھے چلتا رہا، یہاں تک کہ ہم ایک بہت گھنے جنگل میں پہنچ گئے اور اس وقت مجھے بہت زیادہ بھوک لگی ہوئی تھی۔ لہٰذا میں آپ سے الگ ہو گیا تو آپ نے میری جانب متوجہ ہو کر فرمایا کہ "تم مجھ سے الگ ہو کر رک کیوں گئے؟

میں نے جواب دیا کہ مجھے بہت زور کی بھوک لگی ہے۔ یہ سن کر آپ نے زمین پر سے ایک گھاس اٹھائی جو ببول کی طرح خشک تھی اور اس کو میرے منہ میں رکھ دیا اور جب میں نے اس کو چبایا تو وہ کھجور کی طرح میٹھی تھی۔ وہ میری طاقت کے لئے کافی ہو گئی۔ اس کے بعد آپ پھر چل پڑے اور میں نے اپنے دل میں یہ خیال کر کے کہ یہ قوت مجھے اس گھاس سے حاصل ہوئی ہے۔ لہٰذا پھر میں نے وہی گھاس زمین سے اٹھا کر اپنے منہ میں رکھ لی، لیکن اب کی مرتبہ اس کی کڑواہٹ سے میرے منہ کا مزہ خراب ہو گیا اور میں نے منہ سے نکال کر اسے پھینک دیا۔ اس وقت آپ نے فرمایا

کہ اے عمر! میں نے کہا: جی ہاں!

پھر ہم بہت دیر تک چلنے کے بعد ایک گاؤں میں پہنچ گئے جس کے قریب ایک چشمہ تھا اور وہاں بہت مدت سے ایک کوڑھی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کو دیکھتے ہی مجھے شیخ کا قول یاد آ گیا اور میں نے سوچا کہ اگر آپ کی بات سچی تھی تو یہ کوڑھی ضرور اچھا ہو جائے گا۔ اسی وقت شیخ نے مجھ سے پوچھا کہ تمہارے دل میں کیا خیال آیا؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شیخ عقیل منجی اور شیخ مسلمہ کے وسیلے سے میں نے دعا کی ہے کہ اس نوجوان کو تندرست کر دے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اے عمر! کسی پر ہمارا بھید ظاہر نہ کرنا اور جب میں نے بھید ظاہر نہ کرنے کی قسم کھائی، تو آپ نے چشمہ پر پہنچ کر وضو کیا اور قبلہ رُو ہو کر دو رکعت نماز ادا کی، پھر مجھ سے فرمایا کہ "جب میں دعا کروں تو میری دعا پر آمین کہنا۔

چنانچہ جب آپ نے دعا کی تو میں نے آمین کہا۔ پھر آپ نے اپنا مبارک ہاتھ اس کوڑھی پر پھیر کر فرمایا "اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا۔" یہ کہتے ہی وہ فوراً کھڑا ہو گیا اور خوشی میں اس طرح دوڑنے لگا، جیسے اس کو کوئی مرض ہی نہیں تھا اور اپنے گاؤں والوں سے جا کر کہا کہ میرے پاس دو آدمی آئے۔ ان میں سے ایک نے میرے اوپر ہاتھ پھیرا جس کے بعد میں بالکل تندرست ہو گیا۔ یہ سن کر گاؤں والے ہمارے پاس پہنچ گئے۔ اس وقت آپ نے مجھے اپنے کپڑے سے ڈھانپ لیا، یہاں تک کہ کسی نے مجھے نہیں دیکھا۔ پھر صرف تھوڑی دور چل کر آپ اپنی خانقاہ پر پہنچ گئے۔ (قلائد الجواہر صفحہ ۳۰۲)

مزید علامہ شطنوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ عدی بن مسافر علیہ الرحمۃ والرضوان کے خادم کا بیان ہے کہ ایک دن میں وضو کر رہا تھا کہ حضرت شیخ نے مجھ سے فرمایا کہ کیا کرتا ہے، میں نے عرض کیا کہ قرآن مجید کی تلاوت کرنے کا ارادہ کرتا ہوں، اس لئے کہ مجھے اس میں سے علاوہ سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص کے اور کوئی سورت یاد نہیں۔ اس کا زبانی یاد کرنا مجھ پر بہت مشکل ہے۔ میرے اس طرح عرض کرنے پر شیخ نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر مارا تو اسی وقت مجھے پورا قرآن مجید حفظ ہو گیا اور میں ان کے پاس سے نکلا تو اس کو پورا پڑھتا تھا۔ میں اس کی کسی آیت میں بھولتا نہیں تھا اور اب بھی میں اس کے پڑھنے میں دوسرے لوگوں سے عمدہ پڑھتا ہوں اور اس کے پڑھانے پر دوسرے لوگوں سے زیادہ قادر ہوں۔ (بہجۃ الاسرار صفحہ ۱۵۰)

حضرت شیخ عدی بن مسافر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مذکورہ بالا واقعات وکلمات سے اپنا یہ عقیدہ بالکل واضح کر دیا کہ خدا تعالیٰ کائنات کو اولیاء کے زیر فرمان کر دیتا ہے۔ اس کے حکم سے وہ لوگ اس میں پورا تصرف کرتے ہیں۔

حضرت شیخ ماجد کردی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۵۶۴ ہجری)

آپ عراق کے مشہور بزرگ گزرے ہیں، جو حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مداحین میں سے ہیں اور حضور سیدنا غوثِ اعظم بھی آپ کی بہت تعریف کیا کرتے تھے۔ اولیائے کرام کے تصرف واختیار کے بارے میں اب اس عظیم المرتبت شخصیت کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔

علامہ تادنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کے صاحبزادے شیخ سلیمان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں تنہا اپنے والد کے پاس تھا اور اس وقت ہمارے پاس کھانے کی کوئی چیز نہیں تھی، اسی دوران بیں مہمان آ گئے۔ اس وقت والد صاحب نے مجھے حکم دیا کہ گھر میں جا کر کھانا لے آ ؤ تو مجھ میں یہ عرض کرنے کی ہمت نہ ہوئی کہ اس وقت کھانے کی کوئی چیز موجود نہیں۔ میں صرف آپ کے حکم کی تعمیل کی خاطر باورچی خانہ میں گیا تو وہاں قسم قسم کے کھانے موجود تھے۔ چنانچہ میں کل کھانا اٹھا کر لے آیا اور مطبخ میں کچھ نہیں چھوڑا۔ ابھی سب لوگ کھانے سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ تیس مہمان اور آ گئے۔ انہیں دیکھ کر والد صاحب نے پھر کھانا لانے کا حکم دیا۔ حسب سابق جب میں باورچی خانے میں پہنچا تو وہاں کھانا موجود تھا۔ اس وقت آپ نے دو خادموں پر اس انداز سے نظر ڈالی کہ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے اور آپ نے انہیں لکڑی کی طرح اٹھوا کر باہر کروادیا۔ ان کے گھر والے آ کر انہیں لے گئے۔ پھر چھ ماہ بعد وہ دونوں توبہ کرتے ہوئے اور عرض کیا کہ واقعی ہمارے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ یہ سب کچھ جادوگری ہے۔ (قلائد الجواہر ۲۷۶)

مزید علامہ شطنوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ راوی کا بیان ہے کہ ہمارے اصحاب میں سے ایک شخص حضرت شیخ ماجد کردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا، جو حج کا ارادہ رکھتا تھا۔ اس نے شیخ سے عرض کیا کہ میں نے تجرید اور وحدت کے قدم پر حج کا ارادہ کیا ہے۔ یعنی نہ میں نے توشہ لیا ہے اور نہ کسی شخص کو اپنے ہمراہ لیا ہے، تو حضرت شیخ ماجد نے ایک چھوٹی کشتی (ڈونگا) دی اور فرمایا اگر تو وضو کا ارادہ کرے گا تو اس میں پانی پائے گا۔ اگر تجھے پیاس لگے گی تو اس میں دودھ پائے گا اور اگر تجھے بھوک معلوم ہوگی تو اس میں ستو پائے گا۔

اس شخص کا حال یہ تھا کہ حمدین پہاڑ سے لے کر مکہ معظمہ تک کے سفر میں اور جتنا زمانہ کہ وہ عرب میں رہا اور حجاز سے عراق تک لوٹنے کے وقت تک وہ جب بھی وضو کا ارادہ کرتا تو اسی ڈونگا کے عمدہ پانی سے وضو کر لیتا اور جب پانی پینے کا ارادہ کرتا تو اسی میں کبھی فرات سے عمدہ پانی پاتا اور خواہش کے مطابق اس میں کبھی دودھ اور شہد ہوتا جو دنیا کے دودھ اور شہد سے کہیں عمدہ ہوتا اور جب

کھانے کا ارادہ کرتا تو اس میں شکر ملا ہوا بہترین ستو پالیتا۔ (بہجۃ الاسرار صفحہ ۱۶۷)

علامہ شطنوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کے صاحبزادے کا بیان ہے۔

ایک دن مجھ سے میرے والد نے فرمایا کہ اے سلیمان! فلاں پہاڑی کے آخری حصے کی طرف چلے جاؤ! وہاں پر تین شخص ہیں، ان سے میرا سلام کہو اور یہ کہو کہ جو آپ لوگ خواہش کریں، وہی ملے گا۔ میں نے ان کے پاس آ کر اپنے والد کا پیغام پہنچایا تو ان میں سے ایک نے کہا کہ میں انار چاہتا ہوں، دوسرے نے کہا سیب اور تیسرے نے کہا میں انگور چاہتا ہوں۔ میں نے اپنے والد کی خدمت میں آ کر ہر ایک کی خواہشوں کے بارے میں بتایا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ تم فلاں درخت کی طرف چلے جاؤ اور اس میں سے جو وہ مانگتے ہیں توڑ لو۔ میں اس درخت کو پہچانتا تھا کہ بہت دنوں سے خشک تھا اور ہم سے تھوڑی ہی دوری پر تھا، مگر میں نے ان کا کلام رد نہ کیا اور جب میں اس درخت کی طرف گیا تو دیکھا کہ وہ سرسبز اور خوش نما ہے۔ مجھ کو اس میں انار، سیب اور انگور تینوں ملے اور ایسے عمدہ خوشبودار کہ کبھی دیکھنے میں نہ آئے تھے۔ میں ان سب کو توڑ کر والد کے پاس لایا۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ ان تینوں کی طرف لے جاؤ! جب میں ان لوگوں کی طرف آیا تو انار والے نے انار اور انگور والے انگور کھالیا، مگر سیب والے نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ یہ سیب میں تم کو دیتا ہوں۔ پھر وہ تھوڑی دور چلے اور میں بھی ان کے ساتھ تھا، وہ ہوا پر اڑنے لگے، لیکن سیب والا ایک بالشت بھی اوپر نہ چڑھ سکا تو اس کے ساتھی ہوا سے نیچے اتر آئے اور اس سے کہنے لگے کہ اے شخص! یہ بات اس لئے ہوئی کہ تم نے سیب کے لینے سے انکار کیا۔ پھر وہ تینوں ننگے سر ہو کر میرے والد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اس شخص سے فرمایا یَـا بُنَـیَّ مَامَنَعَکَ مِنْ قَبُوْلِ کَـرَامَتِـیْ مُـوَافِقَةِ صَاحِبَیْکَ. یعنی اے میرے بیٹے! تم کو کس چیز نے میرا عطیہ لینے اور اپنے ساتھیوں کی موافقت کرنے سے روکا؟ تو وہ کچھ جواب دینے کی بجائے میرے والد کے قدموں پر گر کر انہیں چومنے لگا۔ آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔ پھر مجھ سے فرمایا اے سلیمان! وہ سیب کہاں ہے؟ میں نے اسے پیش کیا۔ آپ نے اس کے ٹکڑے کیے۔ ان میں سے ایک ٹکڑا آپ نے خود کھایا اور ایک ٹکڑا مجھے کھلایا اور ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک ٹکڑا دیا۔ پھر اس شخص کے کندھوں میں اپنے ہاتھ سے دھکا دیا تو وہ بھی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ تیر کی طرح ہوا میں اڑ گیا۔ میں نے اپنے والد سے ان کی بابت پوچھا تو فرمایا کہ یہ رجال الغیب ہیں، جو چلتے رہتے ہیں۔ (بہجۃ الاسرار صفحہ ۱۶۷)

حضرت ماجد کردی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ان واقعات سے اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے کائنات میں تصرف کا اختیار عطا فرمایا ہے۔

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ متوفی ۶۳۸ ہجری)

آپ کے خرقہ کی نسبت ایک واسطہ سے حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتی ہے۔ڈھائی سو سے زائد آپ کی تصنیفات ہیں۔حضرت سیدنا شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے آپ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا هُوَ بَحْرُ الْحَقَائِقِ۔ یعنی وہ حقائق کے سمندر ہیں۔ (ترجمہ نفحات الانس صفحہ ۸۰۱)

حضرت علامہ جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ فتوحات مکیہ میں شیخ اکبر تحریر فرماتے ہیں کہ ۵۳۶ھ کا سال تھا ہماری مجلس میں ایک عالم آیا جو فلاسفہ کے مسلک کا پیرو تھا اور نبوت کا اثبات جس طرح مسلمان کرتے ہیں وہ نہیں کرتا تھا۔خوارق عادات اور انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا منکر تھا۔ اتفاقاً وہ جاڑے کا موسم تھا اور ہماری مجلس میں انگیٹھی جل رہی تھی۔آگ کو دیکھ کر اس فلسفی نے کہا عوام کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا گیا تھا۔مگر وہ جلنے سے محفوظ رہے۔ لیکن یہ ایک امر محال ہے کیونکہ آگ کا کام بالطبع جلانا ہے۔یعنی ان چیزوں کو جلاڈے جن میں جلنے کی صلاحیت موجود ہو۔پھر بطور تاویل کہنے لگا کہ قرآن پاک میں جو آگ مذکور ہے اس سے مراد نمرود کی آتش غضب ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے سے وہی غضب کی آگ مراد ہے جو نمرود نے ان پر غضب وغصہ کیا اور ان کے نہ جلنے سے مقصود یہ ہے کہ اس غضب کا ان پر کچھ اثر نہ ہوا کیونکہ ابراہیم علیہ اسلام دلیل وحجت سے اس پر غالب آگئے تھے۔

جب فلسفی یہ تقریر کر کے خاموش ہوا تو مجلس کے بعض حاضرین نے خیال کیا کہ میں (شیخ اکبر) اس سے ضرور کچھ کہوں گا۔چنانچہ یہ سن کر میں نے اس فلسفی سے کہا کہ تم اس قرآنی قصہ کا انکار کرتے ہو۔میں تم کو دکھاتا ہوں اور اس سے میرا مقصود یہ ہے کہ معجزہ کا انکار ختم کرا دیا جائے نہ کہ میں اپنی بزرگی دکھاؤں۔اس نے کہا اس کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا۔یہ سن کر میں نے کہا اس انگیٹھی میں وہی آگ ہے جس کے بارے میں تم کہتے ہو کہ یہ بالطبع جلانے والی ہے؟ اس نے کہا ہاں یہ وہی آگ ہے۔بس میں نے اس انگیٹھی کو اٹھا کر اس کے دامن میں الٹ دیا اور ایک عرصہ تک اسی طرح اس کے دامن میں رہنے دی اور اس کے دامن میں اس کو اپنے ہاتھ میں الٹ پلٹ کرتا رہا، مگر اس کے کپڑے پر اس آگ کا بالکل اثر نہیں ہوا۔میں نے فلسفی سے کہا اپنا ہاتھ اس میں ڈالو۔جب وہ اپنا ہاتھ اس آگ کے قریب لے گیا تو اس کا ہاتھ جلنے لگا۔تب میں نے اس سے کہا اب تو یہ بات ظاہر ہوگئی کہ آگ کا جلانا یا نہ جلانا خدا تعالیٰ کے حکم سے ہے نہ یہ کہ اس کی طبیعت کا خاصہ ہے۔فلسفی

نے اس بات کا اقرار کیا اور ایمان لے آیا۔ (ترجمہ نفحات الانس صفحہ ۸۱۰)

حضرت شیخ اکبر علیہ الرحمۃ والرضوان نے فتوحات مکیہ میں اس واقعہ کو تحریر فرما کر اپنا یہ عقیدہ ساری دنیا والوں کے سامنے واضح کر دیا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے تصرف کی وہ قدرت عطا فرمائی ہے کہ آگ بھی ہمارے قابو میں ہے۔

حضرت علامہ جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ فتوحاتِ مکیہ میں شیخ ابن العربی۔ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میرے ایک ماموں تلمسان کے بادشاہ تھے۔ ان کا نام یحییٰ تھا۔ ان کے زمانہ میں ایک شیخ ابوعبداللہ سے ملاقات ہوئی۔ لشکریوں نے ان کو بتایا کہ یہ شیخ ابوعبداللہ تونسی ہیں۔ انہوں نے اپنا گھوڑا الوٹایا اور ان کو سلام کیا اور شیخ سے کہا ان کپڑوں میں کہ جنہیں میں پہنے ہوئے ہوں، نماز جائز ہے یا نہیں؟ (یحییٰ اس وقت لباس فاخرہ پہنے ہوئے تھے) شیخ یہ سوال سن کر ہنسنے لگے۔ یحییٰ نے کہا یہ ہنسنے کا کیا موقع ہے؟

شیخ ابوعبداللہ نے جواب دیا کہ میں تمہاری سادگی اور بے عقلی پر ہنس رہا ہوں، کیونکہ تمہاری حالت اس کتے کی مانند ہے کہ پڑے مردار سے پیٹ بھر کر کھایا ہے۔ سر سے پاؤں تک نجاست میں غرق ہے، لیکن جب پیشاب کرتا ہے تو ٹانگ اٹھا لیتا ہے کہ کہیں اس پر پیشاب کا چھینٹا نہ پڑ جائے۔ تمہارا پیٹ حرام سے بھرا ہوا ہے اور لوگوں کی گردنوں پر تمہارے بے شمار مظالم ہیں اور اب تم پوچھتے ہو کہ ان کپڑوں میں نماز جائز ہے یا نہیں؟

یحییٰ یہ بات سن کر رونے لگے، گھوڑے سے اتر آئے اور اسی وقت سلطنت چھوڑ دی اور شیخ کے خادموں میں شامل ہو گئے۔ جب یحییٰ کو ان کے پاس رہتے ہوئے تین دن گزر گئے تو شیخ ایک رسی لائے اور فرمایا کہ مہمانی کی مدت پوری ہو چکی۔ اٹھو! لکڑیاں لاؤ اور بیچو! انہوں نے رسی لی اور لکڑیوں کا گٹھڑ باندھ لائے اور بیچنے لگے۔ ان کی رعایا نے سلطنت وحکمرانی کے بعد جب ان کو اس حال میں دیکھا تو رونے لگے یہ لکڑیوں کو بیچتے تھے اور اپنے کھانے کی قیمت نکال کر باقی صدقہ کر دیتے تھے۔ وہ ہمیشہ اپنے ہی شہر میں رہے۔ یہاں تک کہ اسی حالت میں ان کا انتقال ہو گیا۔

(ترجمہ نفحات الانس صفحہ ۸۱۲)

شیخ اکبر حضرت محی الدین ابنِ عربی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس واقعہ کو فتوحاتِ مکیہ میں لکھ کر اپنا یہ عقیدہ واضح کر دیا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کی زبان میں تصرف کی وہ قوت عطا فرمائی ہے کہ وہ بادشاہ کو لکڑ ہارا بنا دیتے ہیں۔

حضرت علامہ نبہانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ علامہ سراج بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمیں یہ واقعہ شیخ صالح حیدر بن ابوالحسین بن حیدر بعیری بغدادی نے بتایا۔ انہیں سید زین

الدین حسینی بغدادی نے اور انہیں سید زین الدین رشید حلبی نے اور انہیں شیخ عزالدین دامغانی خراسانی نے بتایا جو عالم باعمل اور بزرگ تھے۔ فرماتے ہیں، خراسان میں ایک شخص تھا جو حضرت ابن عربی (علیہ الرحمۃ والرضوان) کی برائی کیا کرتا تھا۔ وہ نہ صرف آپ کو بلکہ آپ سے تعلق رکھنے والے ہر آدمی کو بھی ایذا دیتا اور اس معاملے میں ساری حدیں توڑ دیتا۔ لوگوں نے حضرت شیخ کے سامنے اس کی شکایتیں رکھیں۔ آخر کار کہنے لگے حضور! اب تو صبر بھی ناممکن ہو گیا ہے۔ اب وہ مرحلہ آ گیا کہ اس کی قضاوقدر کے نفاذ کا مسئلہ شیخ کے حوالے ہو گیا۔

آپ نے ایک آدمی سے فرمایا کہ ایسا اور ایسا خنجر آپ مجھے لادیں۔ حالانکہ ایسے خنجر کا اسے علم نہ تھا (جب وہ خنجر لایا) تو آپ نے ایک کاغذ لیا جو شکلِ انسانی کے مطابق کٹا ہوا تھا۔ اس کاغذ کے پتلے کو خنجر سے ذبح کر دیا اور فرمایا اے ساتھیو! میں نے ابھی ابھی اس خراسانی کو ذبح کر دیا جو ہم پر زیادتیاں کیا کرتا تھا اور میں نے اس کے گھر کی چھت کے نیچے ایک دیوار سے بھاری پل اٹھا کر خنجر اس کے نیچے رکھ دیا ہے۔ وہ بوجھ بیس سے کم آدمی اپنی جگہ سے نہیں اٹھا سکتے ہیں اور میں نے خنجر پر اس کے خون سے لکھ دیا ہے کہ اسے شیخ محی الدین ابنِ عربی نے ذبح کیا ہے۔

حاضرین میں جن لوگوں کو شک تھا وہ خراسان چلے گئے، وہاں جا کر معلوم کیا تو لوگوں نے بتایا کہ وہ آدمی فُلاں دن فُلاں وقت ذبح ہو گیا اور وہ بالکل وہی وقت اور وہی دن تھا، جس دن حضرت شیخ نے اسے ذبح کیا تھا۔ ان جانے والے لوگوں نے وہاں سارا واقعہ بیان کر دیا تو بہت سے لوگ جن پر اس کے قتل کی تہمت لگ رہی تھی بچ گئے اور جب اس پل نما چھت کو اٹھایا گیا تو وہاں حضرت کی بتائی ہوئی عبارت کے ساتھ خنجر موجود تھا۔ (جامع کرامات اولیاء صفحہ ۵۴۶)

مذکورہ بالا طریقے پر سینکڑوں کلومیٹر کی دوری سے گستاخ خراسانی کو ذبح فرما کر حضرت شیخ محی الدین ابنِ عربی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے کائنات عالم میں تصرف کی وہ قوت عطا فرمائی ہے کہ جسے سن کر عقل حیران ہو جائے۔

حضرت علامہ نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت امام شعرانی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ مجھے برادرم شیخ صالح الحاج احمد حلبی قدس سرہٗ نے بتایا کہ ان کا گھر حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کے مزارِ اقدس کے بالکل قریب تھا اور مزار شریف سامنے نظر آتا تھا۔ عشاء کی نماز کے بعد ایک شخص آگ لے کر حضور کے مزار کے تابوت کو جلانے کے لئے نکلا۔ ابھی وہ قبر سے آٹھ نو میٹر دُور ہی تھا کہ زمین میں دھنسنے لگا یہاں تک کہ وہ میری نگاہوں کے سامنے زمین میں غائب ہو گیا۔ رات کو جب وہ اپنے گھر والوں کو نہ ملا تو وہ اسے تلاش کرنے لگے۔ میں نے انہیں سارا واقعہ بتایا تو وہ لوگ اس کے دھنسنے کی جگہ پر آئے اور جب زمین کھودی تو اس کا سر ظاہر ہوا، مگر وہ جتنا

کھودتے جاتے اتنا ہی وہ نیچے دھنستا جاتا۔آخر تھک ہار کران لوگوں نے اس کے اوپر مٹی ڈال دی۔
(ترجمہ جامع کرامات اولیاء صفحہ ۵۴۶)

اس واقعہ سے حضرت شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ والرضوان نے یہ ثابت کر دیا کہ وصال کے بعد بھی میرا تصرف جاری ہے۔

غوثِ وقت قطب السالکین حضرت سیدی عبدالعزیز دبّاغ کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔وصال)

آپ اولیائے کرام کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

لَهُمُ التَّصَرُّفُ فِي الْعَوَالِمِ كُلِّهَا السِّفْلِيَّةِ وَالْعَلْوِيَّةِ وَحَتّٰى فِي الْحُجُبِ السَّبْعِيْنَ وَ حَتّٰى فِي الْعَالِمِ الرَّقَّا بِالرَّاءِ وَتَشْدِيْدِ الْقَافِ وَهُوَ مَافَوْقَ الْحُجُبِ السَّبْعِيْنَ فَهُمُ الَّذِيْنَ يَتَصَرَّفُوْنَ فِيْهِ وَفِيْ اَهْلِهٖ وَفِيْ خَوَاطِرِهِمْ وَمَاتَهْجُسُ بِهٖ ضَمَائِرُهُمْ فَلَايَهْجُسُ فِي خَاطِرِ وَاحِدٍمِّنْهُمْ شَيْءٌ اِلَّابِاِذْنِ اَهْلِ التَّصَرُّفِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ.

ترجمہ: انہیں سارے جہان سفلی اور علوی میں تصرف حاصل ہوتا ہے، یہاں تک کہ ستر حجابات اور ان کے اوپر بھی۔یہی وہ حضرات ہیں جنہیں عالم، اہلِ عالم اور ان کے خیالات میں تصرّف حاصل ہوتا ہے اور جو کسی کے دل میں خیال گزرتا ہے تو وہ اہلِ تصرف کی اجازت ہی سے گزرتا ہے۔رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

(ابریز شریف صفحہ ۳۲۸)

حافظ الحدیث علامہ احمد سلجماسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ غوثِ زماں حضرت سیدی عبدالعزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا:

اِنَّ عُلَمَاءِ الظَّاهِرِيْنَ مِنَ الْمُحَدِّثِيْنَ وَغَيْرِهِمِ اخْتَلَفُوْا فِي النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ كَانَ يَعْلَمُ الْخَمْسَ فَقَالَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَيْفَ يُخْفٰى اَمْرُالْخَمْسِ عَلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْوَاحِدُ مِنْ اَهْلِ التَّصَرُّفِ مِنْ اُمَّةِ الشَّرِيْفَةِ لَايَمْكِنُهُ التَّصَرُّفِ اِلَّا بِمَعْرِفَةِ هٰذَا الْخَمْسِ.

ترجمہ: علمائے ظاہر محدثین وغیرہ علوم خمسہ کے بارے میں آپس میں اختلاف رکھتے ہیں۔عالموں کا ایک گروہ کہتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو ان کا علم تھا اور

دوسرا گروہ انکار کرتا ہے۔ اس میں حق کیا ہے؟ فرمایا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ سے یہ غیب کیسے پوشیدہ رہ سکتے ہیں جبکہ آپ کی امت شریفہ میں جو اہلِ تصرف ہیں (کہ عالم میں تصرف کرتے ہیں) وہ تصرف کر ہی نہیں سکتے، جب تک ان پانچ غیبوں کو نہ جان لیں۔ (ابریز شریف صفحہ ۳۲۸)

مذکورہ بالا اقوال میں غوث زماں حضرت عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنا یہ عقیدہ واضح طور پر بیان فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے اولیائے کرام کو سفلی اور علوی سارے جہان میں تصرف کا اختیار بخشا ہے۔ یہاں تک کہ اہلِ عالم کے خیالات میں بھی ان کو تصرف حاصل ہوتا ہے اور آخری ارشاد سے آپ کا یہ عقیدہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ کے محبوب بندے جو عالم میں تصرف کرتے ہیں ان کو غیوب خمسہ کا بھی علم ہوتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو وہ تصرف کر ہی نہیں سکتے۔

حضرت علامہ نبہانی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالعزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد صاحب ابریز علامہ ابنِ مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا کہ فقیہ ثقہ صدوق سیدی علی بن عبداللہ صاغی نے بیان فرمایا کہ مجھے پہلی مرتبہ قطب وقت حضرت عبدالعزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت ماہِ رمضان شریف میں حاصل ہوئی۔ الوداعی مصافحہ کے موقع پر حضرتؒ نے فرمایا کہ تم ایک دنبہ لانا۔ عید اسی سے ہوگی۔ میں نے کہا، بہت اچھا! اور پھر رخصت ہو گیا۔ جب عید قریب آئی تو میں نے دو دنبے خریدے۔ جس دن میں نے دنبوں کو خریدا تھا، اسی دن میرا ایک دوست حضرت کی خدمت میں موجود تھا۔ میرے دوست کا مکان میرے گھر سے دو دن کی مسافت پر تھا اور وہاں سے دو دن کی مسافت پر حضرتؒ کی خانقاہ شریف تھی۔ حضرت نے میرے دوست سے فرمایا کہ علی بن عبداللہ تمہارے پاس دو دنبے لے کر آئیں گے۔ ان میں ایک تم لے لینا اور اس سے عید منانا اور دوسرا دنبہ میرے پاس لانا۔

جب میں اس دوست کے پاس پہنچا تو اس نے حضرتؒ کی بات مجھ سے نقل کی۔ چونکہ حضرتؒ کی بارگاہ میں اس کی رسائی اور حضرتؒ سے اس کا قرب خاص مجھے معلوم تھا، اس لئے مجھے اس کی بات ماننے میں کوئی تامل نہ ہوا۔ میں نے اس سے کہا کہ دونوں میں سے جو چاہو لے لو۔ ایک دنبہ اس کے حوالے کر دیا اور دوسرا دنبہ حضرتؒ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے ہم لے کر چل پڑے۔ چونکہ ہم سواری پر تھے، اس لئے یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ کس طرح دنبہ حضرت کی بارگاہ میں پہنچایا جائے۔ ہمراہیوں میں پیدل چلنے والا صرف میرا ایک سوتیلا بھائی تھا۔ دنبہ اسی کی تحویل میں کر کے ہم آگے بڑھ گئے اور حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ ایک دن بعد دنبہ لے کر میرا اعلاتی بھائی بھی پہنچ گیا۔ جب حضرتؒ نے اسے دیکھا تو فرمایا اَنْتَ اَتَیْتَنَا بِکَبْشٍ وَ نَحْنُ اَعْطَیْنَاکَ وَلَدًا

یعنی تو ہمارے پاس دنبہ لایا اور ہم نے تجھے فرزند عطا کیا۔ حضرت سیدی علی بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ حضور! اسے فرزند کی ضرورت بھی ہے۔

حضرت علی بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میرے بھائی کو اولاد کی بڑی تمنا تھی کیونکہ اس کی چھوٹی بیوی جو پندرہ برسوں سے اس کے ساتھ زندگی گزار رہی تھی، اس طویل عرصہ میں کوئی اولاد نہ ہوئی، یہاں تک کہ وہ ولادت سے مایوس ہو چکی تھی اور اپنے شوہر کو بے اولاد کہنے لگی تھی۔

پھر دنبہ ایک جگہ باندھ دیا گیا اور حضرت سیدی عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہم لوگوں کو اپنے مخصوص کمرہ میں لے گئے۔ رات کا وقت تھا۔ چراغ کی روشنی میں حضرت نے جب میرے بھائی کو دیکھا تو فرمایا اُدْنُ مِنِّیْ میرے قریب آؤ! بھائی حضرت کے قریب ہو گیا۔ آپ نے اس کی پیشانی کو بغور دیکھ کر فرمایا ''تیرے پاس موٹا تازہ فرزند ہے'' اور اس جملہ کو تین بار فرمایا۔ کچھ وقفہ گزرنے کے بعد پھر حضرت نے میرے بھائی کو مخاطب کیا اور فرمایا کہ پیدا ہونے والے لڑکے کا نام کیا رکھے گا؟ بھائی نے عرض کیا حضور جو چاہیں نام رکھ دیں۔ حضرت نے تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد فرمایا کہ اس کا نام ''رحال'' (کوچ کرنے والا) رکھنا۔

سید علی بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ ''رحال'' نام ہمارے لئے بالکل غیر مانوس اور اجنبی تھا۔ آباد اجداد میں اب تک کسی کا نام رحال نہیں تھا۔ حاضرین میں سے کچھ لوگوں نے عرض کیا حضور! ایسا نام کیوں تجویز فرما رہے ہیں، جو ان کے قبیلہ کے لئے غیر معروف ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ میری سمجھ میں یہی نام آ رہا ہے۔

حضرت سیدی علی بن عبداللہ صباغی فرماتے ہیں کہ جب ہم اپنے گھر واپس آئے تو دیکھا کہ بھائی کی اہلیہ کو حمل کے آثار ظاہر ہیں، حالانکہ اس سے پہلے پورے خاندان میں کسی کو اس کے حاملہ ہونے کا علم نہ تھا۔ جب لڑکے کی پیدائش ہوئی تو حضرت کے ارشاد کے مطابق گھر والوں نے اس کا نام ''رحال'' رکھا۔ لوگوں کو رحال نام سن کر بڑی حیرت ہوئی۔ وجہ دریافت کرتے۔ میں کہتا کہ حضرت سیدی عبدالعزیز نے اس کا نام رحال صرف یہ بتانے کے لئے رکھا ہے کہ یہ بچہ زیادہ دنوں تک زندہ نہیں رہے گا بلکہ جلد ہی دنیا سے کوچ کر جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور تقریباً تین سال کی مختصر سی زندگی پا کر لڑکا مر گیا۔

حضرت سیدی علی بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ بچہ کے انتقال کر جانے کے بعد سیدی شیخ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ والرضوان نے میرے بھائی کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اَلْمَرَّةُ الْاُوْلٰی اَعْطَيْنَاكَ فِيْهَا رِحَالًا۔ وَفِيْ هٰذِهِ الْمَرَّةِ نُعْطِيْكَ مَنْ يُّقِيْمُ عِنْدَكُمْ وَلَا يَرْحَلُ عَنْكُمْ۔ یعنی پہلے سفر میں ہم نے تم کو رحال دیا تھا اور اس سفر میں تم کو ایسا لڑکا دیں گے جو تمہارے پاس رہے گا اور

تمہیں داغِ مفارقت دے کر کوچ نہیں کرے گا۔ (جامع کرامات اولیاء جلد دوم عربی صفحہ ۱۸۲-۱۸۳)

غوثِ زماں حضرت سیدنا عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس واقعہ میں دنبہ پہنچانے پر یہ فرما کر کہ ہم نے تجھے فرزند عطا کیا اور پھر دوسری ملاقات پر یہ فرما کر کہ پہلے سفر میں ہم نے تم کو رحال دیا تھا اور اس سفر میں ہم تم کو ایسا لڑکا دیں گے جو تمہارے پاس رہے گا۔ اپنا یہ عقیدہ واضح طور پر ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے لڑکا عطا کرنے کی قوت بخشی ہے۔ اگر حضرت کا ایسا عقیدہ نہ ہوتا تو آپ اس طرح کی بات ہرگز نہ فرماتے۔

صاحبِ ابریز حضرت علامہ ابنِ مبارک وحضرت علامہ نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما نے اس واقعہ کو اپنی کتابوں میں بلاتردید لکھا تو معلوم ہوا کہ ان حضرت کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ خدا تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو لڑکا دینے کی قوت عطا فرما دیتا ہے اور الحمدللہ ہم اہلِ سنت والجماعت کا بھی یہی عقیدہ ہے۔

سلطان المرشدین حضرت خواجہ عثمان ہارونی کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وصال ۶۱۷ ہجری)

آپ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمۃ والرضوان کے پیرومرشد ہیں۔ شریعت وطریقت کے علوم میں اپنے وقت کے بہت بڑے عالم اور مقتدائے اوتاد وابدال تھے۔ ہارون ایک موضع ہے جو نیشاپور کے مضافات میں ہے، چونکہ آپ وہاں کے رہنے والے تھے اس لئے اسی نسبت سے آپ ہارونی مشہور ہوئے۔ آپ کا مزار مبارک مکہ شریف میں مسجد جن کے قریب تھا، جس کو نجدی حکومت نے توڑ کر روڈ میں لے لیا۔

حضرت خواجہ امیر خورد کرمانی نظامی مصنف سیر الاولیاء تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ میں ایک زمانہ تک مسلسل حضرت خواجہ عثمان ہارونی کے ساتھ سفر میں تھا۔ ایک بار ہم دریائے دجلہ کے کنارے پہنچے۔ اتفاق سے وہاں کوئی کشتی نہیں تھی۔ خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ آنکھیں بند کرو! میں نے آنکھیں بند کرلیں، جب میں نے آنکھ کھولی تو حضرت خواجہ عثمانؓ کو اور خود کو دریائے دجلہ کے دوسرے کنارے پر پایا۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۰۷)

حضرت خواجہ امیر خورد کرمانی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن ایک بوڑھا آپ کی خدمت میں نہایت پریشان حاضر ہوا۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس سے پوچھا کیا حال ہے کہ تم اس قدر پریشان ہو؟ اس بوڑھے نے کہا کہ چالیس سال سے میرا ایک بیٹا غائب ہے۔ مجھے اس کی خبر نہیں کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا۔ میں آپ کی خدمت میں آیا ہوں کہ آپ سے فاتحہ کی

درخواست کروں کہ میرا بیٹا مل جائے۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مراقب ہوئے، جب دیر ہوگئی تو مراقبہ سے سر اٹھا کر حاضرینِ مجلس سے فرمایا کہ آؤ ہم سب مل کر اس نیت سے فاتحہ پڑھیں کہ اس بوڑھے کا بیٹا اس کو مل جائے۔ سب لوگ جب فاتحہ پڑھ چکے تو آپ نے اس بوڑھے سے فرمایا جاؤ! تمہارا بیٹا تمہارے گھر آچکا ہوگا۔

بوڑھا اپنے گھر آیا تو گھر کے ہر آنے جانے والے نے اس کے بیٹے کے آنے کی مبارکباد دی کہ مبارک ہو تمہارا بیٹا آ گیا۔ بوڑھے کی اپنے بیٹے سے ملاقات ہوئی۔ پھر باپ اور بیٹے دونوں نے حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوسی کی سعادت حاصل کی۔ خواجہ نے اس کے بیٹے سے پوچھا کہ اب تک تم کہاں تھے؟ اس نے جواب دیا کہ میں جزائر دریائے دیوان کے ایک جزیرہ میں قید تھا اور مجھے زنجیریں ڈالی گئی تھیں۔ میں آج بھی اسی مقام پر تھا کہ ایک درویش نے جو بالکل آپ کی ہم شکل تھا، زنجیر پر ہاتھ ڈالا۔ زنجیر فوراً ٹوٹ گئی۔ پھر اس درویش نے مجھے اپنے پاس کھڑا کر کے کہا کہ میرے قدم بقدم آؤ۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا (چند قدم چلنے کے بعد) اس درویش نے مجھ سے فرمایا کہ آنکھیں بند کرلو۔ میں نے آنکھیں بند کرلیں۔ جب میں نے آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو اپنے گھر کے دروازے پر پایا۔ (ترجمہ سیر الاولیاء صفحہ ۱۰۸)

حضرت میر عبدالواحد بلگرامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۰۱۷ ہجری) تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آدھی رات کے وقت گھر میں تشریف فرما تھے کہ اناسی (۷۹) کافروں نے مشورہ کیا کہ آدھی رات کو خواجہ عثمان ہارونی کے پاس چلیں اور کہیں کہ ہم بھوکے ہیں۔ ہر ایک کو نئے طباق میں علیحدہ علیحدہ کھانا دیجئے اور ہر ایک جداگانہ نوع کا۔ اس باہمی مشورہ کے بعد جب وہ آپ کی خدمت میں آئے تو خواجہ نے فرمایا اے آدم وحوا کے بیٹو! بیٹھ جاؤ اور ہاتھ دھولو اور خود بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر آسمان کی جانب ہاتھ اٹھائے اور ہر جنس کے مختلف کھانوں کے بھرے ہوئے طباق جیسا کہ وہ لوگ سوچ کر آئے تھے، غیب سے لیتے اور ان کے سامنے رکھ دیتے۔ وہ کافر بھی مسلسل نظریں جمائے دیکھتے رہے کہ طباق غیب سے آرہے ہیں۔ خیر جب وہ کھانے سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ کی نعمت کھاؤ اور اس پر ایمان لاؤ! انہوں نے کہا کہ اگر ہم تمہارے خدا اور رسول پر ایمان لے آئیں اور مسلمان ہو جائیں تو کیا خدا تعالیٰ ہمیں بھی تم جیسا کردے گا۔ فرمایا کہ ''میں غریب کس گنتی میں ہوں۔ خدا تعالیٰ تو اس پر قادر ہے کہ مجھ سے ہزار درجہ تمہیں بلند فرمائے''۔ وہ سب ایمان لے آئے۔ مسلمان ہوگئے اور حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مبارک صحبت میں رہے۔ ان میں ہر ایک اللہ تعالیٰ کا ولی ہوگیا کہ ان کی نظروں میں عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک سب منکشف ہوگیا۔ (سبع سنابل شریف صفحہ ۴۳۱)

حضرت خواجہ عثمان ہارونی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ان واقعات سے اپنا یہ عقیدہ کھلم کھلا واضح کردیا کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں عالم میں تصرّف کا اختیار بخشا ہے۔

سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدّین اجمیری کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ وصال ۶۳۳ ہجری)

آپ برصغیر ہندو پاکستان میں بڑے بڑے اولیائے کرام کے سردار اور سلسلۂ چشتیہ کے بانی ہیں۔ آپ حنفی المذہب تھے، علاقہ خراسان میں ۱۴ رجب ۵۲۷ ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام غیاث الدین ہے جو حسینی سید تھے اور آپ کی والدہ محترمہ کا نام ماہ نور ہے جو حسنی سیدہ تھیں۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما۔ ۹ سال کی عمر میں آپؒ نے قرآن مجید حفظ کرلیا اور ۱۴ سال کی عمر میں تفسیر و حدیث اور فقہ کی تعلیم سے فارغ ہوگئے اور بعض روایتوں میں ہے کہ ۲۰ سال کی عمر تک تعلیم حاصل کی۔

بوجہ انقلاب حکومت آپ کے والد مع اہل و عیال خراسان سے عراق چلے آئے تھے۔ وہیں ان کا انتقال ہوا۔ جبکہ حضرت خواجہ کی عمر پندرہ سال تھی۔ والد گرامی کے انتقال فرمانے کے بعد آپ اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ خراسان گئے۔ ترکہ میں آپ کو ایک باغ اور پن چکی ملی جس کی آمدنی سے آپ کے اخراجات چلتے تھے۔

ایک دن آپ اپنے باغ میں تھے کہ اچانک حضرت خواجہ ابراہیم مجذوب وہاں آگئے۔ آپ نے بڑے ادب سے خوشۂ انگوران کی خدمت میں پیش کیا۔ مجذوب نے بڑی رغبت سے اس کو کھایا۔ پھر اپنی زنبیل سے کھلی کا ٹکڑا نکالا اور دانت سے کاٹ کر آپ کو کھانے کے لئے دیا۔ اس کے کھاتے ہی آپ کا دِل دنیا سے سرد ہوگیا۔ باغ و پن چکی بیچ کر فقراء میں تقسیم کردیا اور سفر کے لئے نکل پڑے۔ بخارا و غیرہ سے ہوتے ہوئے بغداد شریف پہنچے۔ وہاں سلطان المرشدین حضرت خواجہ عثمان ہارونی علیہ الرحمۃ والرضوان سے شرف بیعت حاصل کیا اور بیس سال تک سفر و حضر میں اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں رہے اور ان کے برتن و بستر لے کر ساتھ چلتے رہے۔ اس کے بعد حضرت نے آپ کو نعمتِ خلافت سے سرفراز فرمایا۔

۷ محرم ۵۶۱ ہجری میں آپ اجمیر شریف تشریف لائے اور ۶ رجب ۶۳۳ ہجری ۱۰۶ سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ مشہور ہے کہ حضرت کی وفات کے بعد آپؒ کی پیشانی پر یہ نقش ظاہر ہوا۔ حَبِیْبُ اللّٰہِ مَاتَ فِیْ حُبِّ اللّٰہِ۔ یعنی اللہ کا حبیب اللہ کی محبت میں دنیا سے رخصت ہوا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ پتھورا رائے کے دورِ حکومت میں اجمیر تشریف لائے اور عبادتِ الٰہی میں مشغول ہوگئے۔ پتھورا رائے

اس زمانہ میں اجمیر میں ہی مقیم تھا۔ ایک روز اس نے آپ کے ایک مسلمان عقیدت مند کو کسی وجہ سے ستایا۔ وہ بیچارہ آپ کے پاس فریاد لے کر پہنچا۔ آپ نے اس کی سفارش میں پتھورا رائے کے پاس ایک پیغامبر بھیجا، لیکن اس نے آپ کی سفارش قبول نہ کی اور کہنے لگا کہ یہ شخص یہاں آ کر بیٹھ گیا ہے اور غیب کی باتیں کرتا ہے۔

جب خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو فرمایا کہ ہم نے پتھورا کو زندہ گرفتار کر کے حوالے کرا دیا۔ اسی زمانے میں سلطان معزالدین عرف شہاب الدین غوری کی فوج غزنی سے پہنچی۔ پتھورا لشکر اسلام سے مقابلہ کے لئے نکلا اور سلطان شہاب الدین کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا۔
(اخبار الاخیار اردو صفحہ ۵۶)

اہلِ تاریخ نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ والرضوان جب اجمیر شریف میں رونق افروز ہوئے اور ایک درخت کے نیچے آپ نے آرام فرمانا چاہا تو ایک شخص نے آواز دی کہ یہاں نہ ٹھہرو کیونکہ یہاں راجہ کے اونٹ باندھے جاتے ہیں۔ وہاں سے اٹھ کر حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ ایک تالاب کے کنارے جا کر ٹھہر گئے۔ اونٹ بانوں نے رات حسب قاعدہ اسی درخت کے نیچے اونٹ باندھ دیئے اور جب صبح ہوئی اور اونٹوں کو اٹھانے لگے تو اونٹ زمین سے نہ اٹھ سکے اور ان کے سینے زمین سے چپکے رہ گئے۔ یہ ماجرا دیکھ کر شتربان حیران رہ گئے اور غور کرنے سے اس مصیبت کے آنے کی وجہ ان کے ذہن میں یہی آئی کہ کل جو ہم نے ایک فقیر کو ستایا اور یہاں نہ بیٹھنے دیا۔ اسی کی بددعا لگی ہے۔

آخر کار حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معافی چاہی۔ آپ نے فرمایا جاؤ تمہارے اونٹ کھڑے ہو جائیں گے۔ چنانچہ وہ لوگ جب واپس ہوئے اور اونٹوں کو اٹھایا تو سارے کے سارے اونٹ کھڑے ہو گئے۔ جب یہ واقعہ شہر میں مشہور ہو گیا تو شہر کے ہندو باشندوں نے راجہ سے کہا کہ پردیسی غیر مذہب کا آدمی ہمارے مندروں کے قریب ٹھہرا ہوا ہے جو تالاب کے کنارے پر واقع ہیں۔ یہاں اس کا ٹھہرنا مناسب نہیں ہے۔ یہ سن کر راجہ نے حکم دیا کہ اس شخص کو وہاں سے اٹھا دو اور ہماری قلمرو سے نکال دو۔

چنانچہ بہت بڑا مجمع خواجہ صاحب کے پاس پہنچا اور آپ کو تکلیف پہنچانے کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ خواجہ صاحب نے ایک مٹھی خاک کی زمین سے اٹھائی اور اس پر آیۃ الکرسی پڑھ کر دشمنوں کے ہجوم کی طرف پھینک دی اور جس پر بھی اس مٹی کے کچھ ذرے گرے۔ اسی وقت اس کا جسم خشک ہو کر بے حس و حرکت ہو گیا۔ باقی لوگ بھاگ کر شہر میں آ ئے۔

خواجہ کے ان کمالات کو دیکھ کر باشندگانِ اجمیر نے سمجھا کہ یہ کوئی بہت بڑا جادوگر ہے۔ اس کا

مقابلہ ہر شخص کے بس کا نہیں۔ کوئی بڑا ہی جادوگر اس سے جیت سکتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے ہندوستان کے مشہور جوگی جے پال کو خواجہ صاحب کے مقابلہ کے لئے بلایا۔ جے پال جوگی جو ہندوستان میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا اپنے ڈیڑھ ہزار چیلوں کے ساتھ اجمیر پہنچا اور اس تالاب کی طرف بڑھا، جہاں حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ والرضوان تشریف فرما تھے۔ جب خواجہ صاحب کو اس کے آنے کی خبر ہوئی تو آپ نے وضو فرمایا اور اپنے عصاء مبارک سے ایک حصار کھینچ دیا اور اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اسی حصار میں تشریف فرما ہے۔ حصار کھینچ کر فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ دشمن اس کے اندر نہ آ سکیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جے پال کے ساتھیوں میں سے جن کا بھی پاؤں اس کے اندر پڑا بے ہوش ہو کر گر گیا۔ (برکات الصالحین حصہ دوم صفحہ ۶۷)

روایت کیا گیا ہے کہ جے پال جوگی کو بلانے کے ساتھ شہر والوں نے آپ کو ستانے کی ایک ترکیب کی اور وہ یہ کہ جس تالاب کے پاس حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ والرضوان مقیم تھے، اس پر پہرہ لگا دیا تاکہ حضرت خواجہ صاحب کے ساتھی اس میں سے پانی نہ لے سکیں۔ جب آپ کو ان کی اس حرکت کا پتہ چلا تو آپ نے ایک مرید سے فرمایا کہ تم کسی طریقہ سے اس تالاب سے ایک پیالہ بھر لو۔ چنانچہ مرید نے حسب الحکم اس تالاب سے ایک پیالہ بھر لیا۔ پیالہ کے بھرتے ہی تالاب کا تمام پانی خشک ہو گیا اور ایسا خشک ہوا کہ گویا اس میں کبھی پانی موجود ہی نہ تھا۔ خواجہ صاحب اور ان کے ساتھی اسی ایک پیالہ پانی کو استعمال کرتے رہے اور جس قدر اس میں سے خرچ کرتے رہے اسی قدر اس میں پانی بڑھ جاتا تھا۔

جب شہر والوں کو تالاب کا پانی خشک ہو جانے سے تکلیف پہنچی تو جے پال جوگی نے حصار کے قریب آواز دے کر خواجہ صاحب سے کہا کہ لوگ پیاس سے مرے جاتے ہیں۔ فقیر کا کام مخلوق کو آرام پہنچانا ہے۔ جب آپ اپنے آپ کو فقیر کہتے ہیں تو مخلوق کو ستانا آپ کو زیب نہیں دیتا۔ فقیر کو چاہیے کہ مخلوق کو نفع پہنچائے۔

جے پال کی بات سن کر آپ نے پانی سے بھرا ہوا وہ پیالہ اسی تالاب میں ڈلوا دیا، جس کی وجہ سے یکایک تالاب پانی سے بھر کر لہریں مارنے لگا۔ (برکات الصالحین حصہ دوم صفحہ ۶۸)

روایت کیا گیا ہے کہ جادوگروں نے جب اپنا جادو شروع کیا تو حضرت خواجہ صاحب کا کچھ بگاڑ نہ سکے۔ جے پال اور اس کے چیلوں کے جادو کے اثر سے پہاڑ کی طرف سے ہزاروں کالے سانپ نکل نکل کر حضرت خواجہ صاحب کی طرف بڑھے، مگر جو سانپ حصار (گھیرے کی لکیر) کے قریب آیا لکیر پر سر رکھ کر رہ گیا۔ جب یہ عمل کارگر نہ ہوا تو جادوگروں نے دوسرا عمل کیا، جس کے سبب آسمان سے آگ برسنی شروع ہوئی، یہاں تک کہ آگ کے ڈھیر لگ گئے اور ہزاروں درخت جل کر راکھ

ہو گئے، مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت خواجہ صاحب کے حصار میں کچھ اثر نہ پہنچا۔

اب جے پال ہرن کی کھال پر بیٹھ کر آسمان کی طرف اڑا یہاں تک کہ نظروں سے غائب ہو گیا۔ حضرت نے اپنی کھڑاؤں ہوا میں پھینک دی۔ وہ فضا میں گئی اور جے پال جوگی کے سر پر پڑنے لگی، یہاں تک کہ اسے مار مار کر زمین پر نیچے لے آئی۔ جے پال اپنے حال پر رونے لگا۔ پھر خواجہ صاحب کے قدموں پر گر پڑا اور سچے دل سے مسلمان ہو گیا۔ (برکات الصالحین حصہ دوم صفحہ ۶۹)

حضرت خواجہ اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمانا کہ ہم نے پتھورا کو زندہ گرفتار کر کے حوالے کر دیا اور اونٹوں کے پیٹ زمین سے چپک گئے۔ پھر آپ کے حکم دینے پر ہی وہ کھڑے ہوئے اور آپ کے پھینکے ہوئے مٹی کے ذروں سے دشمنوں کے جسم بے حس و حرکت ہو گئے اور پورے تالاب کا پانی ایک پیالہ میں لے لیا اور اپنی کھڑاؤں کو بغیر کسی مشین کے ہوا میں اڑا دی جو جے پال کو مار کر نیچے لے آئی۔ ان سارے واقعات سے حضرت خواجہ اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے کائنات میں تصرف کی بے پناہ قوت عطا فرمائی ہے۔

نوٹ: حضرت خواجہ صاحب کے مذکورہ بالا واقعات بڑی کوشش کے باوجود کسی اہم کتاب میں نہیں مل سکے اس لئے مجبوراً معمولی کتاب کے حوالے سے درج کئے گئے۔

امام الاولیاء حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ وصال ۷۹۱ ہجری)

آپ خود بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک دن محمد زاہد کو اپنے ہمراہ لے کر جنگل کی طرف نکل گیا۔ محمد زاہد میرا بڑا پکا اور سچا مرید تھا۔ ہم لوگ معرفت کے موضوع پر گفتگو کرنے لگے۔ بات چلتے چلتے اس نکتہ پر آ پہنچی کہ عبودیت کیا ہوتی ہے؟ میں نے اپنے مرید صادق سے کہا عبودیت کی انتہا یہ ہے کہ جب عبودیت کا تاج پہننے والا کسی سے کہہ دیتا ہے کہ مر جا تو فوراً مر جاتا ہے۔ پھر ہوا یوں کہ محمد زاہد سے چونکہ یہ بات کہی تھی کہ مر جا۔ لہٰذا وہ اسی وقت مر گیا۔ چاشت سے لے کر دوپہر تک پڑا رہا۔ موسم بہت گرم تھا۔ مجھے بڑا قلق ہوا اور حیرانی کی انتہا نہ رہی۔ وہاں اس کے قریب ہی ایک سایہ دار درخت کے نیچے عالم حیرانی میں ڈوبا ہوا آ کر بیٹھ گیا۔

جب دوبارہ اس کے پاس آیا تو دیکھا سخت گرمی کی وجہ سے اس کے جسم میں کچھ تبدیلی پیدا ہو چکی ہے۔ مجھے بہت دکھ ہوا۔ اس وقت میرے دل میں القا ہوا کہ اسے کہہ دیں اے محمد! اب زندہ ہو جا! میں نے یہ بات تین بار کہی تو اس کے بدن میں زندگی آہستہ آہستہ رینگنے لگی اور میں یہ منظر دیکھ رہا تھا، یہاں تک کہ وہ بالکل اپنے پہلے حال پر آ گیا۔ جب میں جنگل سے واپس آیا تو حضرت سید کلال رحمۃ

اللہ تعالیٰ علیہ سے سارا واقعہ بیان کیا۔ جب میں نے کہا کہ وہ مر گیا اور میں حیرت زدہ ہو گیا۔ تو حضرت نے مجھ سے فرمایا میرے بیٹے! تم نے یہ کیوں نہیں کہہ دیا کہ زندہ ہو جا؟ میں نے عرض کیا حضور! جب مجھے یہ کہنے کا الہام ہوا تو میں نے کہہ دیا اور وہ پھر زندہ ہو گیا۔ (جامع کرامات اولیاء اردو صفحہ ۶۲۹)

علامہ نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کے ایک مرید بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہمارے غریب خانہ پر تشریف لائے تو میں بہت شرمندہ ہوا کہ میرے پاس آٹا نہیں تھا۔ میں نے کسی طرح انتظام کر کے آٹے کا ایک تھیلا لے آیا تو مجھ سے فرمایا، اس میں سے آٹا نکال کر گوندھتے رہو! اور کسی کو اس کی کمی بیشی کی اطلاع نہ دو! پھر آپ دس مہینے تک ہمارے یہاں ٹھہرے رہے اور دوست و مرید آپ کی زیارت کے لئے میرے گھر مسلسل آتے رہے اور ہم اسی تھیلے سے آٹا لے کر انہیں روٹی کھلاتے رہے، مگر وہ بدستور بھرا کا بھرا رہا۔ پھر میں نے یہ راز حضرت کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنے اہلِ خانہ کو بتا دیا تو وہ برکت جاتی رہی اور تھوڑے ہی دنوں میں تھیلے کا سارا آٹا ختم ہو گیا۔ (جامع کرامات اولیاء صفحہ ۶۴۰)

اور پھر تحریر فرماتے ہیں، شیخ علاؤالدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت سیدنا بہاؤالدین نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بار خوارزم کے سفر پر نکلے تو ساتھ ہی شیخ شادی بھی تھے۔ جب دریائے حرام پر پہنچے تو آپ نے شیخ شادی کو حکم دیا کہ وہ پانی پر چلیں۔ شیخ شادی ڈر گئے۔ آپ نے کئی بار حکم دیا مگر وہ تعمیل نہ کر سکے۔ آپ نے ان کے اوپر ایک نگاہ ڈالی جس سے وہ کچھ دیر کے لئے بے خود ہو گئے۔ پھر جب افاقہ ہوا تو اپنا قدم پانی پر رکھ دیا اور اس پر چلنے لگے۔ جب دونوں دریا کو پار کر گئے تو حضرت نے فرمایا دیکھئے آپ کے موزے کا کوئی حصہ تر ہوا ہے؟ شیخ شادی نے دیکھا تو قدرتِ خداوندی سے اس میں ذرا بھی نمی نہیں تھی۔ (جامع کرامات اولیاء صفحہ ۶۴۱)

پھر تحریر فرماتے ہیں۔ آپ کے ایک مرید کا بیان ہے میری محبت کا سبب حضرت سے یہ ہوا کہ میں ایک دن بخارا کے ایک بازار میں اپنی دوکان پر بیٹھا تھا کہ آپ وہاں تشریف لائے اور دوکان پر بیٹھ گئے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کچھ مناقب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ بایزید بسطامی خود اپنی ایک منقبت یوں بیان فرماتے ہیں کہ اگر میرے کپڑے کا کنارا کسی کو لگ جاتا ہے تو وہ میرا محب اور دلدادہ بن جاتا ہے اور میرے پیچھے پیچھے چلنے لگ جاتا ہے۔ میں (یعنی حضرت نقشبند) کہتا ہوں کہ اگر میں اپنی آستین ہلا دوں تو بخارا کے رہنے والے بلا امتیاز چھوٹے بڑے سب کو اپنا شیدا بنا لوں۔ وہ گھر بار اور دوکانیں چھوڑ کر میرے پیچھے چلنے لگیں۔ آپ نے اپنا مبارک ہاتھ آستین پر رکھا اور اس حالت میں میری نگاہ آپ کی آستین پر پڑ گئی۔ پھر کیا تھا حال و وجد نے مجھے آلیا اور خود فراموشی طاری ہو گئی۔ عرصہ دراز تک یہی حال رہا۔ جب آرام ہوا تو آپ کی محبت پوری قوت کے ساتھ مجھ پر

چھا گئی۔ میں نے گھر بار اور مکان کو چھوڑ کر آپ کی خدمت اپنالی۔ (جامع کراماتِ اولیاء صفحہ ۶۴۲)

آپ کے ایک اور غلام سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن حضرت سے درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ مجھے لڑکا عطا ہو۔ آپ نے دعا فرمائی۔ آپ کی دعا کی برکت سے لڑکا ہوا، مگر وہ مر گیا۔ میں نے آپ سے ذکر کیا۔ فرمانے لگے، تم نے ہم سے درخواست کی تھی کہ لڑکا ہو۔ خداوندِ کریم نے لڑکا عطا کیا اور پھر وہ لے بھی گیا، لیکن ہمیں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے کہ وہ فقیر کی دعا سے تمہیں دو اور لڑکے دے گا اور وہ لمبی عمر پائیں گے۔ کچھ عرصہ بعد میرے ہاں دو لڑکے ہوئے۔ ایک ان میں سے بیمار ہو گیا تو میں نے حضرت کو اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا تم کو کیا ہے۔ وہ میرے لڑکے ہیں، بیمار ہو کر اچھے ہوتے رہیں گے۔ پھر جیسے حضور نے فرمایا ویسے ہوتا رہا۔

(جامع کراماتِ اولیاء صفحہ ۶۴۲)

حضرت علامہ نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ شیخ شادی قدس سرہٗ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند علیہ الرحمۃ والرضوان نے مجھ سے فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو اللہ تعالیٰ کی قوت سے پہاڑ تمہارے لئے سونا بنا دوں، لیکن ہمارے لئے اس عالمِ فنا میں ان چیزوں کی طرف متوجہ ہونا مناسب نہیں ہے، کیونکہ ہماری جماعت کی نظریں اُس دنیا سے باہر لگی ہوئی ہیں۔

(جامع کراماتِ اولیاء صفحہ ۶۴۴)

شیخ الشیوخ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند علیہ الرحمۃ والرضوان نے ان واقعات وفرمودات سے اپنا یہ عقیدہ واضح کر دیا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے زندہ کو مردہ، مردہ کو زندہ کرنے، پانی پر چلنے یہاں تک کہ پہاڑ کو سونا بنا دینے کی قدرت بخشی ہے اور بحمدہٖ تعالیٰ ایسی برگزیدہ ہستی کے عقیدے کے مطابق انبیاء واولیاء کے بارے میں ہم اہلسنت والجماعت کا بھی یہی عقیدہ ہے۔

علامہ جلال الدین محمد بلخی عرف مولانا رومی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ وصال ۶۷۲ ہجری)

آپ مثنوی شریف کے دفترِ سوم میں تحریر فرماتے ہیں۔

اندراں وادی گروہِ از عرب ۔ خشک شد از قحطِ باراں شاں قرب

عرب کے ایک گروہ کا پانی خشک سالی کے سبب ایک جنگل میں ختم ہو گیا۔

ناگہانے آں مغیثِ ہر دو کون ۔ مصطفٰی پیدا شدہ از بہرِ عون

اتفاقاً وہ دونوں جہان کی امداد فرمانے والے یعنی حضور سید عالم ﷺ مدد کے لئے نمودار ہوئے تو ایک بہت بڑا قافلہ دیکھا جو دور سے چل کر آیا ہوا تھا۔

اُشتراں شاں را زباں آویختہ   خلق اندر ریگ ہر سو ریختہ

ان لوگوں کے اونٹ پیاس کی شدت سے زبان لٹکائے ہوئے اور لوگ ریت کے اندر ادھر اُدھر پھیلے ہوئے تھے۔ قافلہ والوں کی یہ پریشان حالی دیکھ کر رحمۃ اللعالمین کا دریائے رحمت جوش میں آ گیا۔ آپ نے لوگوں سے فرمایا ٹیلے کے اس طرف جاؤ۔

کہ سیاہے بر شتر مشک آورد   سوئے میر خود بزودی می بُرد

ایک حبشی غلام پانی کی مشک اونٹ پر لئے ہوئے اپنے مالک کی طرف تیزی سے جا رہا ہے۔ اس حبشی کو مع اونٹ اور پانی کے میرے پاس لاؤ۔ لوگ ٹیلے کے اس طرف گئے تو حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق ایک حبشی کو اونٹ پر پانی لے جاتے ہوئے دیکھا۔

پس بدو گفتند می خواند تُرا   ایں طرف خیرالبشر خیرالوریٰ

تو لوگوں نے اس سے کہا کہ تجھے رسول اللہ ﷺ بلا رہے ہیں۔ حبشی نے کہا میں انہیں نہیں جانتا۔ لوگوں نے حضور ﷺ کے اوصاف بیان کئے تو اس نے کہا وہ تو جادوگر ہیں۔ (معاذ اللہ) میں ایک قدم ان کی طرف نہ جاؤں گا۔

کشکشانش آوریدند آں طرف   او فغاں برداشت در تشنیع وتف

لوگ حبشی کو حضور ﷺ کی طرف زبردستی کھینچ لائے۔ وہ چلاّتا تھا اور بُرا بھلا کہتا تھا۔

چوں کشیدندش بہ پیشِ آں عزیز   گفت نوشید آب و بردارید نیز

جب اس کو کھینچ کر حضور ﷺ کے پاس لائے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ حبشی کے مشکیزے سے سب لوگ پانی پیو اور جس قدر طبیعت چاہے لے بھی جاؤ۔ حضور ﷺ کا اعلان سنتے ہی ہر طرف سے لوگ ٹوٹ پڑے۔ خود بھی پیا اور اپنا اپنا مشکیزہ بھی بھر لیا اور سب اونٹ بھی سیراب ہو گئے۔

اب حضور ﷺ نے حبشی سے مخاطب ہو کر فرمایا

اے غلام اکنوں تو پُر بین مشکِ خود   تانگوئی درشکایت نیک و بد

اے غلام اب بھی تیرا مشکیزہ بھرا ہوا ہے۔ دیکھ لے تا کہ بعد میں شکایت کرتے ہوئے تو برا بھلا نہ کہے۔

آں سیہ حیراں شد از برہانِ اُو   می دمید از لامکاں ایمانِ او

وہ حبشی حضور سیدِ عالم ﷺ کے اس معجزے سے حیران ہو گیا اور اس کا ایمان لامکاں سے طلوع ہوا۔ یعنی وہ مسلمان ہو گیا۔

مصطفیٰ دستِ مبارک بر رُخش   آں زماں مالید کرد او فرُخش

اس کے بعد حضور ﷺ نے اپنا نورانی ہاتھ اس حبشی کے چہرے پر پھیر دیا جس سے اس حبشی کا رنگ بدل گیا۔ یعنی وہ حسین وخوبصورت ہو گیا۔

شد سپید آں زنگی زادہ حبش ہمچو بدر و روزِ روشن شد شبش

وہ زنگی زادہ حبشی سفید ہوگیا اور اس کا چہرہ روزِ روشن اور چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکنے لگا۔

حضرت مولانا رومی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس واقعہ کو مثنوی شریف میں لکھ کر اپنا یہ عقیدہ ظاہر کر دیا کہ حضور سیدِ عالم ﷺ کو خدا تعالیٰ نے تصرف کی وہ قوت عطا فرمائی ہے کہ بدشکل آدمی کے چہرے پر صرف اپنا دستِ مبارک پھیر کر اس کو حسین و خوبصورت بنا دیں۔

آپ مثنوی شریف کے دفترِ سوم میں اور تحریر فرماتے ہیں۔

ہم زِ ابراہیم ادھم آمد ست کوز راہے برلبِ دریا نشست

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ ایک دن راستہ چلتے ہوئے ایک دریا کے کنارے بیٹھ گئے۔ یہ واقعہ آپ کے زمانۂ فقیری کا ہے۔

دلق خودمی دوخت آں سلطانِ جاں یک امیرے آمد آنجا ناگہاں

حضرت اپنا لباسِ فقیری خود سل رہے تھے کہ اچانک ایک حاکم جو پہلے آپ کا غلام تھا آیا اور آپ کی یہ حالت دیکھ کر بہت تعجب کیا اور دِل میں سوچنے لگا۔

ترک کرد او ملک ہفت اقلیم را می زند بر دلق سوزن چوں گدا

ہفت اقلیم کی سلطنت کو چھوڑ کر اب فقیروں کی طرح گدڑی سی رہے ہیں افسوس! ہزار افسوس!

شیخ واقف گشت از اندیشہ اَش شیخ چوں شیر ست و دلہا بیشہ اَش

حاکم کے اس خیال سے حضرت آگاہ ہوگئے، کیونکہ حضرت شیر کی مانند ہیں اور لوگوں کا دل ان کا جنگل ہے۔

شیخ سوزن زود در دریا فگند خواست سوزن را بآوازِ بلند

حضرت نے سوئی کو دریا میں پھینک دیا پھر بآوازِ بلند فرمایا کہ سوئی لے آؤ!

صد ہزاراں ماہیئے اللّٰہیے سوزنِ زر در لبِ ہر ماہیئے

اللہ والی لاکھوں مچھلیاں سونے کی سوئیاں اپنے منہ میں لئے ہوئے نکلیں اور انہیں حضرت کے سامنے پیش کیا۔

گفت الٰہی سوزنِ خود خواستم دادہ از فضلت نشانِ راستم

آپ نے کہا الٰہی! میں نے تو اپنی سوئی چاہی تھی۔ مجھے تو نے اپنے فضل سے سچائی کا نشان دیا۔ لہٰذا مچھلیوں سے وہی سوئی منگوا دے جو میری ہے۔

ماہی دیگر برآمد در زماں سوزنِ او را گرفتہ در دہاں

ایک دوسری مچھلی اسی وقت حضرت کی سوئی کو منہ میں لئے ہوئے نکلی

رو بدو کردہ بگفتش اے امیر ملک دل بہ یا چناں ملکِ حقیر

آپ نے حاکم سے مخاطب ہو کر فرمایا اے امیر! دلوں پر حکومت بہتر ہے جس کا میں بادشاہ ہوں یا ایسے ملکِ حقیر کی جس کے تم مالک ہو۔

اور مثنوی شریف کے دفترِ دوم میں آپ تحریر فرماتے ہیں۔

بود درویشے درونِ کشتیِ ساختہ از رخت مردم پشتیِ

ایک فقیر ایک کشتی میں سفر کر رہے تھے۔ کشتی کے مسافر اپنے اپنے سامان سے ٹیک لگائے ہوتے تھے۔

یا وہ شد ہمیان زر او خفتہ بود جملہ را جستند او را یک نمود

ایک شخص سویا ہوا تھا، اس کی سونے کی تھیلی گم ہوگئی۔ لوگوں کی تلاشی لی گئی۔ کسی نے فقیر کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے فقیر کی پھٹی ہوئی گدڑی کی طرف ایک نظر ڈالی اور کہا۔

کاندریں کشتی درمداں گم شدست جملہ را جستیم نتوانی تو رَست

کہ اس کشتی میں ہمارے روپوں کی تھیلی گم ہوگئی ہے۔ ہم سب کی تلاشی لے چکے ہیں۔ آپ ہرگز نہیں چھوٹ سکتے۔

دَلق بیروں کن برہنہ شوز دَلق تاز تو فارغ شود اوہام خلق

آپ گدڑی اتار دیجئے! تاکہ لوگوں کے شبہات آپ کی طرف سے ختم ہو جائیں۔

گفت یارب مر غلامت را خساں متہم کردند فرماں در رساں

آپ نے بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ اے میرے پروردگار! کمینوں نے تیرے بندے پر جھوٹا الزام لگایا ہے، تو اپنا فرمان بھیج دے۔

چوں بدرد آمد دلِ درویش زاں سر بروں کردند ہر سو ماہیاں

جب اس واقعہ سے فقیر کے دل کو تکلیف پہنچی تو یکا یک مچھلیاں پانی کے اوپر تیرنے لگیں۔

صد ہزاراں ماہی از دریائے پُر در دہانِ ہر یکے دُرِّ چہ دُر

لاکھوں مچھلیاں اپنے اپنے منہ میں موتیوں کو لے کر نکل پڑیں اور ہر ایک موتی بڑا قیمتی تھا۔

دُرِّ چند انداخت در کشتی و جست مر ہوا را ساخت کرسی و نشست

مچھلیوں کے منہ سے چند موتی لے کر کشتی میں ڈال دیا اور ایک جست لگا کر اوپر چلے گئے اور ہوا کو کرسی بنا کر اس پر بیٹھ گئے۔ پھر کشتی والوں سے مخاطب ہوئے۔

گفت او کشتی شمارا حق مَرا تانبا شد باشما دُر زدِ گدا

آپ نے فرمایا اللہ مجھے کافی ہے وہ کشتی تمہیں کو مبارک ہو تاکہ چوری کرنے والا فقیر تمہارے ساتھ نہ رہے۔

حضرت مولانا رومی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ان واقعات کو مثنوی شریف میں لکھ کر اپنا یہ

عقیدہ کھلم کھلا ظاہر کردیا کہ خدا تعالیٰ نے اولیائے کرام کو تصرف کا پورا اختیار عطا فرمایا ہے۔

حضرت نور الدّین عبدالرحمٰن علامہ جامی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ وصال ۸۹۸ ہجری)

آپ ان برگزیدہ ہستیوں میں سے ایک ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے علوم ظاہری و باطنی دونوں سے سرفراز فرمایا۔ آپ نے بہت سے علماء و مشائخ سے اکتسابِ فیض کیا، مگر آپ کے مرشدِ خرقہ شیخِ طریقت حضرت سعد الدین کاشغری نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔ چار واسطوں سے آپ کے خرقہ کی نسبت خواجۂ خواجگان حضرت شیخ بہاؤ الدین بخاری نقشبند علیہ الرحمۃ والرضوان تک پہنچتی ہے۔

آپ نے عربی و فارسی میں مختلف علوم و فنون کی بہت سی کتابیں لکھی ہیں، جن کی تعداد ۵۴ تک پہنچتی ہے، جو آپ کے تخلص ''جامی'' کے عدد ہیں۔ ان میں علمِ نحو کی کتاب ''الفوائد الضیائیہ فی شرح الکافیہ'' جو شرح ملا جامی کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔ کافیہ کی شرحوں میں نہایت ہی ارفع و اعلیٰ اور سب سے زیادہ مشہور اور متداول شرح ہے اور تمام مدارسِ عربیہ میں داخلِ درس ہے۔

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت شیخ حسین بن منصور حلاّج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس مرزہ طوطی لے کر آیا۔ شیخ نے فرمایا کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہاری طوطی زندہ ہو جائے؟ اس نے نے کہا جی ہاں! میں اسی لئے آپ کے پاس آیا ہوں۔ شیخ حلاّج نے انگلی سے اشارہ فرمایا۔ طوطی اسی دم زندہ ہو گئی۔ (ترجمہ نفحات الانس صفحہ ۳۴۷)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت شیخ ابوالحسین قرافی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۳۸۰ ہجری) نے کشتی میں احتساب کیا (یعنی لوگوں کو ممنوعات شریعت سے روکا) تو انہوں نے غصہ میں آکر شیخ کے ہاتھ پاؤں باندھ کر ان کو دریا میں ڈال دیا۔ جب نماز کا وقت آیا تو کشتی والوں نے آپ کو صفِ اوّل میں پایا اور آپ کا دامن بھی تر نہیں ہوا تھا۔ (ترجمہ نفحات الانس صفحہ ۴۵۰)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ عمو قدس سرہٗ العزیز سے یہ روایت مشہور ہے کہ ایک دن میں حضرت شیخ باب فرغانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا تو ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ آپ دعا فرمائیں۔ امیر سرکب ظلم سے باز آ جائے (سرکب ایک امیر تھا جو اکثر فرغانہ پر چڑھائی کر دیتا تھا) حضرت شیخ باب اس وقت چولہے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، پاؤں میں جرابیں پہنے ہوئے تھے اور ایک لوٹا آپ کے قریب رکھا ہوا تھا۔ آپ نے لوٹے پر ایک پاؤں مارا اور فرمایا کہ میں نے سرکب کو گرا دیا۔ سرکب اس وقت شہرِ فرغانہ کے دروازہ پر تھا۔ اسی دم گھوڑے سے گر گیا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی۔

اور حضرت شیخ عمو قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ دعا فرمایئے! بارش ہو جائے! آپ نے دعا مانگی، خوب بارش ہوئی اور کئی روز تک جاری رہی۔ پھر بستی کے بہت سے لوگ آئے اور عرض کیا کہ دعا فرمایئے کہ بارش ٹھہر جائے۔ اس لئے کہ ہمارے بہت سے مکان بارش سے گر رہے ہیں۔ آپ نے ان کے کہنے پر دعا کی تو بارش ٹھہر گئی۔
(ترجمہ نفحات الانس صفحہ ۵۱۳)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ محمد معشوق طوسی علیہ الرحمۃ والرضوان اکثر قبا پہنتے تھے۔ ایک قبا پہنے ہوئے طوس کی جامع مسجد میں آ گئے۔ حضرت شیخ ابو سعید ابوالخیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وعظ کہہ رہے تھے۔ شیخ محمد معشوق نے اپنی قبا میں بند لگا لیا۔ بند باندھتے ہی شیخ ابو سعید خاموش ہو گئے۔ ان کا زورِ تقریر ختم ہو گیا۔ کچھ دیر کے بعد شیخ ابو سعید نے کہا کہ اے سلطانِ زمانہ اور اے سرورِ دوزاں! اپنی قبا کے بند کھول دیجئے کیونکہ آپ نے بند لگا کر زمین و آسمان کے ساتوں طبق بند لگا دیئے ہیں اور میری زبان بھی بند کر دی ہے۔ (ترجمہ نفحات الانس صفحہ ۵۴۳)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ ابو ابدال چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۳۵۵ ہجری) کے والد کا شراب خانہ تھا۔ ایک دن موقع پا کر آپ اس شراب خانہ میں پہنچ گئے اور اندر سے دروازہ بند کر کے شراب کے مٹکے توڑنا شروع کر دیئے۔ ان کے باپ کو خبر ملی تو وہ شراب خانہ کی چھت پر چڑھ گئے اور بڑے غصہ میں ایک بھاری پتھر اٹھا کر ان کو مارنے کے لئے پھینکا تو وہ پتھر ہوا میں معلق ہو گیا اور ان کو کسی طرح کی تکلیف نہیں پہنچ سکی۔ جب ان کے والد نے یہ حال دیکھا تو ان کے ہی ہاتھ پر گناہوں سے توبہ کی۔ (ترجمہ نفحات الانس صفحہ ۵۵۹)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ جس زمانے میں سلطان محمود غزنوی سومنات کی لڑائی کے لئے (ہندوستان) گئے ہوتے تھے، اس زمانے میں حضرت خواجہ ابو محمد بن ابو احمد حسینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خواب میں دکھائی دیا کہ تم کو سلطان مجاہد کی مدد کے لئے جانا چاہیئے۔ چنانچہ آپ ستر ۷۰ سال کی عمر میں چند درویشوں کے ساتھ سومنات کے لئے روانہ ہوئے۔ جب وہاں پہنچے تو اس بڑھاپے کے عالم میں بہ نفسِ نفیس مشرکوں اور بت پرستوں سے جہاد کیا۔

ایک دن مشرکوں کا جنگ میں کچھ پلہ بھاری ہوا، یہاں تک کہ اسلامی فوج جنگل میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئی خواجہ ابو محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک چکی والا مرید تھا۔ محمد کاکو اس کا نام تھا۔ خواجہ نے میدانِ کارزار سے اس کو آواز دی۔ اے کاکو! پہنچ۔ لوگوں نے دیکھا کہ کاکو جھپٹتا ہوا پہنچا اور بڑی بے جگری کے ساتھ لڑنے لگا۔ یہاں تک کہ کافروں کا لشکر اس کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر بھاگ کھڑا ہوا اور لشکرِ اسلام کو فتح نصیب ہوئی۔ اُدھر ٹھیک اسی وقت لوگوں نے محمد کاکو کو چشت میں دیکھا کہ

یکا یک چکی کے پاٹ کو دیوار سے مارنا شروع کر دیا۔ لوگوں نے جب اس کا سبب پوچھا تو وہی بات بیان کی جو سومنات کی جنگ میں لشکرِ اسلام کو پیش آئی تھی۔ (ترجمہ نفحات الانس صفحہ ۵۶۰)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ امام یافعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ عیسٰی بن ہنار یمنی علیہ الرحمۃ والرضوان ایک دن ایک بازاری عورت کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ میں عشاء کے بعد تمہارے پاس آؤں گا۔ وہ عورت یہ سن کر بہت خوش ہوئی اور عشاء کے وقت خوب بناؤ سنگھار کر کے بیٹھ گئی۔ عشاء کے بعد آپ اس کے پاس آئے اور اس کے گھر میں دو رکعت نماز ادا کی اور پھر باہر نکل آئے۔ اسی وقت اس عورت کی حالت میں انقلاب برپا ہو گیا۔ اس نے اپنے پیشے سے توبہ کی اور جو کچھ مال و اسباب اس کے پاس تھا، سب سے ہاتھ اٹھا لیا۔ شیخ نے ایک درویش کیساتھ اس کا نکاح کرا دیا اور کہا ولیمہ کے لئے عصیدہ تیار کراؤ، لیکن اس کے لئے گھی نہ خریدنا۔

وہ زنِ فاحشہ جس امیر کی داشتہ تھی، اس کو لوگوں نے خبر کی کہ تیری داشتہ کا نکاح ایک درویش سے ہو گیا ہے اور ولیمہ کے کھانے میں عصیدہ بنوایا گیا ہے، مگر ان لوگوں کے پاس گھی نہیں ہے۔ امیر نے ازراہ شرارت شراب کی دو بوتلیں بھر کر شیخ کے پاس بھجوائیں اور کہلوایا کہ ہم اس کام سے بہت خوش ہوئے۔ سنا ہے کہ عصیدہ کے لئے آپ کے پاس گھی نہیں ہے۔ لہٰذا یہ جو کچھ میں بھیج رہا ہوں، اس کو عصیدہ میں ملا کر کھائیے!

امیر کا فرستادہ جب شیخ کے پاس پہنچا تو شیخ نے اس سے فرمایا کہ تم نے آنے میں دیر کر دی عصیدہ تیار ہے۔ پھر ان بوتلوں میں سے ایک کو اس کے ہاتھ سے لے لیا اور اس کو عصیدہ پر انڈیل دیا۔ پھر دوسری بوتل بھی اس پر انڈیل دی۔ پھر اس آنے والے سے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ تم بھی عصیدہ کھا کر جانا۔ جب اس آدمی نے عصیدہ کھایا تو ایسا گھی کھانے میں آیا کہ اس سے بہتر اس نے کبھی نہیں کھایا تھا۔ عصیدہ کھا کر وہ شخص امیر کے پاس گیا اور یہ قصہ بیان کیا۔ تب امیر بھی شیخ کی خدمت میں آیا اور آپ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ (ترجمہ نفحات الانس صفحہ ۸۲۴)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ ابو الغیث یمنی رضی اللہ تعالٰی عنہ (متوفی ۶۵۱ ہجری) ایک دن اس ارادہ سے جنگل گئے کہ وہاں سے لکڑیاں کاٹ کر لائیں۔ اپنے ساتھ اپنے گدھے کو بھی لے گئے اور لکڑیاں جمع کرنے لگے۔ اسی دوران میں شیر نے ان کے گدھے کو پھاڑ ڈالا۔ جب آپ لکڑیاں جمع کر کے لائے تو دیکھا کہ شیر گدھے کو پھاڑ کر کھا گیا ہے۔ آپ نے شیر سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم نے میرے گدھے کو پھاڑ کر کھا لیا تو اب میں اپنی لکڑیاں تمہاری پیٹھ پر لادوں گا اور خدا کی قسم یہ کر کے رہوں گا۔ پس انہوں نے لکڑیوں کو شیر کی پیٹھ پر لادا اور شہر کو چل دیئے۔ جب شہر کے پاس پہنچ گئے تو اس کی پیٹھ سے لکڑیاں اتار لیں اور شیر سے کہا، اب جہاں تیرا جی چاہے وہاں چلا جا!

اور ایک دن ان کے گھر والوں نے ان سے عطر کی فرمائش کی۔آپ عطر فروش کی دوکان پر گئے اور اس سے عطر طلب کیا۔اس نے کہا میرے پاس عطر نہیں۔آپ نے فرمایا ہاں تیرے پاس عطر نہیں رہے گا۔اسی وقت عطار کی دوکان سے سارا عطر غائب ہوگیا۔ (نفحات الانس صفحہ ۸۲۵)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بار ایک شخص سمندر کے کنارے پر تھا۔کافی رات ہوگئی اور وہ شہر عدن میں داخل نہ ہوسکا۔اس لئے رات کو سمندر کے کنارے ہی پر رہا اس وقت اس کے پاس کھانے کے لئے کچھ نہ تھا کہ یکا یک اس نے دیکھا کہ سمندر کے کنارے حضرت شیخ ریحان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کھڑے ہیں۔یہ شخص ان کی خدمت میں پہنچا اور کہنے لگا۔حضرت!شہر کے دروازے بند ہیں اور میرے پاس کھانے کے لئے کچھ نہیں ہے۔آپ سے گزارش ہے کہ مجھے حریرہ عطا فرمائیں۔شیخ ریحان نے فرمایا تمہارا عجیب حال ہے کہ مجھ سے رات میں کھانا مانگ رہے ہو اور وہ بھی حریرہ،گویا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ میں حریرہ پکا تا رہتا ہوں۔

یہ سن کر اس نے کہا حضرت!مجھے تو بس حریرہ ہی چاہیئے۔میں آپ سے حریرہ لے کر رہوں گا۔یکا یک اس نے دیکھا کہ گرم حریرہ کا ایک پیالہ موجود ہے،لیکن اس میں گھی نہیں تھا۔اس نے کہا حضرت اس کے لئے گھی چاہیئے۔شیخ نے فرمایا تو عجیب آدمی ہے کہ بغیر گھی کے حریرہ نہیں کھا سکتا۔کیا میں گھی فروش ہوں جو حریرہ کے لئے گھی بھی دوں۔اس نے کہا میں تو بغیر گھی کے حریرہ نہیں کھاؤں گا۔تو آپ نے اس شخص کو پانی کا برتن دیا اور فرمایا جاؤ سمندر سے پانی لے آؤ تا کہ میں وضو کر لوں۔ جب وہ شخص پانی لے کر آیا تو برتن اس کے ہاتھ سے لے لیا اور اس میں سے کچھ پانی حریرہ میں ڈال دیا۔حریرہ کھانے کے بعد اس نے کہا کہ ایسا عمدہ گھی میں نے کبھی نہیں کھایا تھا۔

(ترجمہ نفحات الانس صفحہ ۸۴۴)

حضرت علامہ جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نفحات الانس میں ان تمام واقعات کو لکھ کر اپنا یہ عقیدہ کھلم کھلا ظاہر کر دیا کہ خدا تعالیٰ نے اولیاء اللہ کو عالم میں تصرف کا اختیار عطا فرمایا ہے۔

قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔وصال ۶۳۱ ہجری)

آپ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جلیل القدر خلفاء اور ہندوستان کے عظیم القدر صوفیاء میں سے تھے اور بڑے مقبول بزرگ تھے۔ترک دنیا اور فقر و فاقہ میں ممتاز تھے اور یادِ الٰہی میں بڑے مستغرق اور محو تھے اگر کوئی آپ سے ملنے کے لئے آتا تو تھوڑی دیر کے بعد آپ کو افاقہ ہوتا اور آپ اپنے آپ میں آتے۔اس کے بعد آنے والے کی طرف متوجہ ہوتے۔

اپنی یا آنے والے کی بات کہہ سن کر فرماتے کہ اب مجھے معذور رکھو! اور پھر یادِ الٰہی میں مشغول ہو جاتے۔ اگر آپ کی کوئی اولاد فوت ہوتی تو اس وقت آپ کو خبر نہ ہوتی، تھوڑی دیر کے بعد آپ کو خبر ہوتی۔ (اخبار الاخیار صفحہ ۵۹)

منقول ہے کہ شیخ علی سکزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مکان پر صحبتِ احباب گرم تھی۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی وہاں موجود تھے کہ اس محفل میں ایک پڑھنے والے نے حضرت شیخ احمد جام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ شعر پڑھا۔

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانِ دیگر ست

یعنی خنجرِ تسلیم و رضا کے شہیدوں کو ہر گھڑی غیب سے ایک نئی زندگی عطا ہوتی ہے۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر اس شعر سے ایک وجد طاری ہوا اور چار دن رات اسی شعر سے عالمِ تحیر میں رہے اور پانچویں دن ربیع الاوّل شریف کی چودھویں رات ۶۳۳ ہجری میں آپ نے وصال فرمایا۔ (اخبار الاخیار صفحہ ۶۱)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کے پڑوس میں ایک بنیا رہتا تھا۔ شروع شروع میں آپ اس سے قرض لیتے تھے اور اس سے فرما دیتے کہ جب تمہارا قرض تیس درہم تک ہو جائے تو اس سے زیادہ نہ دینا۔ جب آپ کو فتوحات حاصل ہوتیں تو آپ قرض ادا فرما دیتے۔ اس کے بعد آپ نے پختہ ارادہ فرمالیا کہ کبھی قرض نہ لوں گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک روٹی آپ کے مصلّی کے نیچے سے نکل آتی۔ اسی پر تمام گھر والے گزارا کر لیتے اور اسی لئے آپ کو کاکی کہتے ہیں کہ کاک افغانی زبان میں روٹی کو کہا جاتا ہے۔ (اخبار الاخیار صفحہ ۶۰)

خواجہ امیر خورد کرمانی لکھتے ہیں کہ سلطان المشائخ حضرت محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ ایک زمانے میں حضرت قطب الدین بختیار کاکی، حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی اور جلال الدین تبریزی قدس اللہ سرہم ملتان میں تشریف فرما تھے کہ اچانک کافروں کا لشکر ملتان کے قلعہ کی دیوار کے نیچے پہنچ گیا۔ ملتان کا والی ناصر الدین قباچہ ان بزرگوں کی خدمت میں آیا اور ان ملعونوں کے دفعیہ کے لئے عرض کیا۔ حضرت شیخ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک تیر قباچہ کے ہاتھ میں دے کر فرمایا کہ اسے دشمن کے لشکر کی جانب رات میں اندھا دھند پھینک دینا۔ چنانچہ قباچہ نے ایسا ہی کیا۔ جب دن نکلا تو ایک بھی کافر وہاں نہ رہا تھا۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۱۷)

خواجہ امیر خورد کرمانی اور تحریر فرماتے ہیں کہ ملک اختیار الدین ایبک حاجب نے کچھ نقد رقم بطورِ نذرانہ قطب الاقطاب حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر

پیش کی، لیکن حضرت نے قبول نہیں فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے اس بوریئے کو جس پر آپ بیٹھے ہوتے تھے، اٹھایا اور ملک اختیار الدین کو دکھایا کہ بوریئے کے نیچے ایک ندی چاندی کی بہہ رہی ہے۔ پھر فرمایا اب تمہیں اندازہ ہوگیا کہ میں تمہاری اس لائی رقم کی حاجت نہیں رکھتا۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۲۰)

حضرت میر عبدالواحد بلگرامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ سلطان شمس الدین التمش شاہانہ شان و شوکت کے ساتھ قاضی حمید الدین اور قطب الاقطاب حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ دونوں حضرات وضو سے فارغ ہوکر تحیۃ الوضو ادا کر رہے تھے۔ جب سلطان شمس الدین نے قدم بوسی کی سعادت حاصل کر لی اور ادب سے بیٹھ گئے تو بولے کہ بندہ بھوکا ہے۔ قاضی حمید الدین نے خادم سے فرمایا کہ کھانا اگر موجود ہو تو لے آؤ! سلطان نے کہا کہ بندہ کو غیب سے کھانا دیجئے۔ خواجہ قطب الدین نے آستین میں ہاتھ ڈال کر دو سفید گرم روغنی روٹیاں نکالیں اور سلطان شمس الدین کے ہاتھ پر رکھ دیں۔ قاضی حمید الدین نے اس جگہ سے کہ جہاں وضو کیا تھا کچھ کیچڑ اٹھائی تو وہ حلوہ ہوگئی اور بادشاہ کو دے دی گئی۔

اس کے بعد قاضی حمید الدین نے شیخ سعد الدین سے فرمایا کہ پان بھی ہونا چاہیئے۔ شیخ سعد الدین نے آستین میں ہاتھ ڈالا اور چھالیہ کتھا چونا لگا ہوا پان سلطان کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ یہ پان بھی عالمِ غیب سے تھا۔ سلطان شمس الدین نے کہا کہ آپ کی بارگاہ کا کتا ہوں۔ اگر تمام لشکری یہ روٹی اور حلوہ اور پان کھالیں تو بڑا اچھا ہو۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے فرمایا کہ اپنے لشکریوں سے کہو کہ اپنے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف کر لیں۔ بادشاہ کے حکم کے بموجب پورے لشکر نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف کر لئے۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے اپنی دونوں آستینیں جھاڑیں تو ہر شخص کے ہاتھ پر دو دو روٹیاں پہنچ گئیں اور اس کیچڑ سے حلوا پیدا ہوا۔ شیخ سعد الدین نے بھی اپنے ہاتھ جھاڑے تو ہر ایک کے ہاتھ پر چھالیہ کتھا اور چونا لگا ہوا پان پہنچا۔ شیخ سعد الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اسی وجہ سے تنبولی کہتے ہیں۔ (سبع سنابل شریف اردو صفحہ ۴۴۶)

ان واقعات سے قطب الاقطاب حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عملی طور پر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے طرح طرح کے تصرفات کی قوت بخشی ہے۔ یہاں تک کہ میں آستینیں جھاڑ کر لوگوں کے ہاتھوں میں غیب سے روٹیاں پہنچا دینے کی طاقت رکھتا ہوں اور آخری واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت قاضی حمید الدین ناگوری (متوفی ۶۲۵ ہجری) کا یہ عقیدہ تھا کہ مجھے کیچڑ کو حلوہ بنانے پر قدرت ہے اور شیخ سعد الدین تنبولی کا یہ عقیدہ تھا کہ میں چھالیہ کے ساتھ چونا اور کتھا لگا ہوا پان غیب سے لانے کی طاقت رکھتا ہوں۔

سلطان التارکین حضرت صوفی حمید الدین ناگوری کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ وصال ۶۷۳ ہجری)

آپ خواجہ خواجگان سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ممتاز خلفاء میں سے ہیں۔ آپ کی پیدائش کی صحیح تاریخ و سنہ تحقیق کے ساتھ معلوم نہ ہو سکے۔ البتہ آپ نے فرمایا ہے کہ "بعد از فتح دہلی اول مولود کہ در خانۂ مسلماناں آمدہ منم" یعنی فتح دہلی کے بعد پہلا بچہ جو مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوا وہ میں ہوں اور سلطان شہاب الدین غوری نے ۵۷۱ ہجری میں دہلی فتح کی تو آپ کے اس فرمان کے مطابق آپ کی پیدائش ۵۷۱ یا ۵۷۲ ہجری میں ہوئی۔

آپ کا سلسلۂ نسب پندرہ واسطوں سے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے والد گرامی کا نام شیخ احمد صوفی تھے جو اپنے زمانے کے جید عالم اور درویش کامل تھے اور آپ کی والدہ محترمہ بھی اپنے زمانے کی رابعہ تھیں۔ حضرت صوفی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی عورت اس زمانے میں میری والدہ سے بہتر اور بزرگ ہوتی تو میں اسی کے بطن سے پیدا ہوتا۔ یعنی آپ کی والدہ ماجدہ اپنے زمانے کی بہترین اور بزرگ ترین بی بی تھیں۔

آپ ترکِ دنیا اور فقر و فاقہ میں ممتاز تھے اور ولی کامل ہونے کے ساتھ اپنے زمانے کے فاضل اجل اور عالم بے بدل بھی تھے۔ عربی، فارسی اور ہندی تینوں زبانوں پر آپ کو بڑی قدرت حاصل تھی۔ قرآن و احادیث پر بڑی گہری نظر رکھتے تھے اور مشائخ کی تصانیف پر آپ کو پورا عبور تھا۔ اپنی تصانیف میں آپ جگہ جگہ آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ مبارکہ اور اقوالِ مشائخ نقل کرتے ہیں۔ آپ کی تصانیف اصول الطریقۃ، رسالۃ السلوک اور چہار منزل اس بات کی شاہد ہیں، جن کے مطالعہ سے ناظرین آپ کے بے پناہ علم سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

۲۷ ربیع الآخر ۶۷۳ ہجری یعنی اپنے پیر و مرشد حضرت خواجۂ اجمیری علیہ الرحمۃ والرضوان کے وصال فرمانے کے ۴۴ سال بعد آپ نے انتقال فرمایا۔ مزار مبارک ناگور شریف (صوبہ راجستھان) میں ہے جو مرجع انام و زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ (ماخوذ از سلطان التارکین)

سہروردی سلسلہ کے مشہور بزرگ حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی اور حضرت شیخ حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے مابین ایک مسئلہ پر خط و کتابت ہو رہی تھی کہ اسی زمانے میں حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک بیٹا ناگور آیا اور شیخ حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایک مسئلہ میں اُلجھ گیا اور دیر تک آپ سے بحث کرتا رہا۔ آخر آپ نے اسے دلائلِ شرعیہ

سے خاموش کر دیا، مگر چونکہ اس نے آپ کو ناراض کر دیا تھا اور فضول باتوں سے آپ کے وقت کو ضائع کیا تھا، اس لئے آپ نے اس سے فرمایا ہم نے تجھ کو قید میں کر دیا۔

چنانچہ شیخ حمید الدین اور شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کی وفات کے بعد شیخ بہاؤالدین کا یہ بیٹا اثنائے سفر میں ایک سرکش کے ہاتھوں گرفتار ہوا۔ اس سرکش نے ان کے بیٹے سے کہا کہ شیخ بہاؤالدین کی میراث کا مال تمہیں بہت ملا ہے۔ اگر وہ تمام مال تم مجھے دو گے تو میں تمہیں چھوڑوں گا۔ چنانچہ شیخ بہاؤالدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بیٹے کو قید کر دیا۔ اس نے شیخ صدرالدین کو قید کرنے کا سارا واقعہ لکھا اور میراث سے اپنا حصہ طلب کیا۔ جب شیخ صدرالدین نے وہ مال بھیجا تو اس سرکش نے کہا کہ اب تم دوبارہ شیخ صدرالدین کو لکھو کہ وہ اپنے حصے میں سے بھی کچھ مال مجھے دیں تو اس وقت میں تمہیں چھوڑوں گا۔ شیخ بہاؤالدین زکریا کے بیٹے نے مجبوراً شیخ صدرالدین کو لکھا۔ شیخ صدرالدین نے اپنے مال کا بھی کچھ حصہ اس کو بھیجا۔ ایک مدت کے بعد ان کا یہ بیٹا قید سے چھوٹا۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۲۶۷)

منقول ہے کہ آپ اپنے پیرومرشد خواجۂ خواجگاں حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ والرضوان کی مسجد اجمیر شریف میں امامت فرماتے تھے۔ جب آپ تکبیر تحریمہ کہتے تو ہر مقتدی کو عرشِ اعظم نظر آتا تھا۔ ہر مقتدی بزرگ اس کو اپنی کرامت سمجھتا تھا۔ ایک روز آپ مسجد میں موجود نہ تھے، اس لئے کسی دوسرے بزرگ کو امامت کرانا پڑی۔ اس روز کسی کو عرشِ اعظم نظر نہیں آیا تو یہ راز کھلا کہ جلوۂ عرشِ معلیٰ محض آپ کی بدولت نظر آتا تھا۔

امامت کی غرض سے آپ ناگور سے روزانہ اجمیر شریف حاضر ہوا کرتے تھے۔ معمول یہ تھا کہ صبح کی نماز پڑھا کر بغیر کسی سواری کے ناگور چلے جاتے۔ پھر ظہر کے وقت اسی طرح اجمیر شریف آ کر نماز پڑھاتے اور بعد نمازِ عشاء پھر ناگور واپس جا کر رات کو اپنی عبادت و ریاضت میں مشغول ہو جاتے۔ (سلطان التارکین صفحہ ۱۲۷)

نوٹ: اجمیر شریف سے ناگور شریف کا فاصلہ ۱۶۵ کلومیٹر ہے۔

ان واقعات سے حضرت صوفی حمید الدین ناگوری علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے تصرف کی بے پناہ قوت عطا فرمائی ہے۔

شیخ شیوخ العالم حضرت فرید الدین گنج شکر کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ وصال ۶۷۰ ہجری)

روایت کیا گیا ہے کہ حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زمانے میں ایک حسن

نامی قوال تھا جسے اپنی لڑکی کی شادی کرنے کے لئے رقم کی ضرورت تھی۔ اس نے حضرت موصوف سے عرض کیا کہ میری لڑکی کی شادی ہے، کچھ عنایت فرمایئے! یہ سن کر حضرت نے فرمایا کہ میں تجھے کیا دوں؟ میرے پاس کیا ہے؟ حسن قوال نے عرض کیا کہ اگر آپ کے پاس کچھ نہیں تو یہ کہہ دیجئے کہ یہ اینٹ اٹھالے۔ یہ سن کر حضرت کچھ خاموش رہے اور پھر فرمایا کہ اٹھالے۔ حسن نے وہاں پڑی ہوئی ایک اینٹ کو ہاتھ لگایا تو وہ اسی وقت سونے کی بن گئی۔

اس کے بعد اس نے عرض کیا کیا دوسری بھی اٹھالوں؟ آپ نے فرمایا یہی کافی ہے۔ وہ اس پر بھی نہ مانا اور پھر دوسری اینٹ کا مطالبہ کیا۔ اس کا اصرار دیکھ کر حضرت نے فرمایا اسے بھی اٹھالے، مگر پھر کچھ نہ کہنا۔ اس نے کہا بہتر ہے اور دوسری اینٹ بھی جیسے ہی اٹھائی وہ اسی وقت سونے کی بن گئی۔ اس نے پھر کہا حضرت تیسری بھی اٹھالوں؟ فرمایا ابھی تو تو نے اقرار کیا تھا کہ پھر کچھ نہ کہوں گا اور پھر بھی سوال کرتا ہے؟ حسن نے عرض کیا کہ ذرا سے کہہ دینے میں آپ کا کیا حرج ہے؟ اس پر آپ نے ہنس کر فرمایا کہ اچھا ایک اور اٹھالے۔ لہٰذا اس نے تیسری اینٹ بھی اٹھالی، جو ہاتھ لگاتے ہی سونے کی بن گئی اور وہ تینوں اینٹیں لے گیا اور بڑی دھوم سے اپنی لڑکی کی شادی کی۔

(برکات الصالحین حصہ دوم صفحہ ۸۱)

مروی ہے کہ یہی حسن قوال جس کا ذکر اوپر کی حکایت میں گزرا، اس نے ایک روز حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کیا کہ میں نے حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بہت تعریف سنی ہے۔ جی چاہتا ہے کہ ان کی زیارت کروں۔ حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جا ان کی زیارت کر مگر کچھ بے ادبی نہ کرنا۔ اس کے بعد حسن قوال ملتان کو روانہ ہو گیا۔ (حضرت بہاؤالدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جہاں تشریف رکھتے) جب حضرت بہاؤالدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرت ایک عالی شان مکان میں تشریف فرما ہیں، جہاں عمدہ عمدہ فرش بچھے ہوئے ہیں اور ایک جڑاؤ پلنگ بھی بچھا ہوا ہے جو مخملی بچھونی اور بہترین تکیہ سے آراستہ ہے۔ حضرت شیخ اسی پر جلوہ افروز ہیں۔ یہ دیکھ کر حسن قوال کے دل میں خیال گزرا کہ یہ کیا تصوف ہے کہ عیش و عشرت کا سامان موجود ہے۔ فقیری تو گنج شکر کے یہاں ہے جہاں ایک بوریہ کے سوا کچھ نہیں ہے۔

شیخ بہاؤالدین نے اپنے نورِ باطن سے حسن کے دل کی بات معلوم کرلی اور فرمایا کہ او بے ادب! کیا بھائی فریدالدین نے تجھ سے یہ نہ کہا تھا کہ بے ادبی نہ کرنا اور تو پھر بھی نہ مانا۔ پھر شیخ نے چاہا کہ اسے اٹھا کر پھینک دیں لیکن اسی وقت میدانِ غیب سے حضرت فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہاتھ ظاہر ہو گیا۔ لہٰذا شیخ نے درگزر سے کام لیا۔ دوسری بار پھر اسے چاہا کہ سزا دیں تو اس بار بھی وہی ہاتھ

آڑے آ گیا۔ اس کے بعد تیسری مرتبہ پھر شیخ نے اسے زک دینے کا ارادہ کیا تو وہ ہاتھ پھر درمیان میں آ گیا۔ پھر اسی ہاتھ سے آواز آئی کہ اے حسن! تو اس ہاتھ کو پہچانتا ہے؟ حسن نے کہا اس ہاتھ کے قربان۔ اگر یہ ہاتھ نہ ہوتا تو میں آج زندہ نہ بچتا۔ (برکات الصالحین حصہ دوم صفحہ ۸۳)

مصنف خزینۃ الاصفیا تحریر فرماتے ہیں کہ ایک قطعہ زمین حضرت فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ذاتی زرخرید تھا۔ کسی شخص نے حاکم دیپال پور کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا اور جھوٹا دعویٰ کیا کہ وہ زمین میری ہے۔ حاکم مذکور نے حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو جواب دہی کے لئے طلب کیا تو حضرت نے کہلا بھیجا کہ اس بارے میں شہر والوں سے معلومات کر لو! شہر والے خوب جانتے ہیں کہ یہ زمین کس کی ملکیت ہے۔ حاکم مذکور نے جواب دیا کہ اس مقدمہ کا اس طرح لاپروائی سے فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ آپ خود آئیں یا اپنا وکیل بھیج کر مقدمہ کی پیروی کرائیں اور یہ بھی سمجھ لیں کہ بغیر سند اور گواہ کے یہ معاملہ حل نہ ہو سکے گا۔

حضرت فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اس شکستہ سر (گردن ٹوٹے ہوئے) سے کہہ دو کہ نہ ہمارے پاس سند ہے اور نہ گواہ ہیں۔ ہمارے کہنے کا اعتبار نہیں ہے تو خود اس زمین سے پوچھ لیا جائے۔ وہ خود بتا دے گی۔ یہ سن کر حاکم مذکور متحیر ہوا اور حضرت کی بات کا امتحان کرنے کے لئے اس قطعۂ زمین پر پہنچا اور اس کے ساتھ پاک پٹن کے باشندوں کا زبردست ہجوم بھی تھا۔ حاکم نے مدعی سے کہا کہ زمین سے پوچھ تو کس کی ملکیت ہے؟ جب مدعی نے زمین سے پوچھا کہ تیرا مالک کون ہے؟ تو کچھ جواب نہ آیا۔ پھر حضرت کے ایک خادم نے بلند آواز سے کہا کہ اے زمین! فریدالدین گنج شکر کا حکم ہے کہ سچ بتا کہ تو کس کی ملک ہے؟ اسی وقت زمین سے آواز آئی کہ میں حضرت خواجہ فریدالدین کی ملکیت ہوں۔ یہ سن کر مدعی شرمندہ ہوا اور حاکم بھی حیرت میں پڑ گیا۔ واپس ہوتے ہوئے حاکم مذکور کی گھوڑی کا قدم الجھ گیا جس کی وجہ سے وہ منہ کے بل گر پڑا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی اور حضرت گنج شکر کا ارشاد شکستہ سر صحیح ہوا۔ (برکات الصالحین حصۂ دوم صفحہ ۸۴)

اور مروی ہے کہ حضرت فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک طویل سفر سے واپس ہو کر ملتان پہنچے تو حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملاقات ہوئی، تو انہوں نے آپ سے دریافت فرمایا کہاں تک ترقی کر لی؟ جواب دیا کہ اگر آپ کی کرسی کو اشارہ کر دوں تو وہ مع آپ کے ہوا میں اڑنے لگے۔ یہ کہنا تھا کہ کرسی نے بلند ہونا شروع کیا تو حضرت زکریا اسے ہاتھ سے دبا کر نیچے لے آئے۔ (سوانح حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صفحہ ۵۲)

اور مؤلف خزینۃ الاصفیاء لکھتے ہیں کہ حضرت فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گنج شکر مشہور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ایک سوداگر اونٹوں پر شکر لاد کر ملتان سے دہلی جا رہا تھا۔ راستہ میں

جب پاک پتن پہنچا تو حضرت خواجہ صاحب نے دریافت فرمایا کہ اونٹوں پر کیا ہے؟ سوداگر نے بطورِ تمسخر جواب دیا کہ نمک ہے۔ یہ سن کر حضرت فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا بہتر نمک ہی ہوگا۔ جب سوداگر منزلِ مقصود پر پہنچا تو اونٹوں پر شکر کی بجائے نمک ہی ملا۔ چنانچہ اسی وقت واپس ہوا اور خواجہ علیہ الرحمہ سے معافی مانگنے لگا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ شکر تھی تو شکر ہی ہوجائے گی۔ چنانچہ وہ نمک پھر شکر بن گیا۔ بیرم خاں نے اس واقعہ کو منظوم بھی کیا تھا جس کا ایک شعر یہ ہے۔

کانِ نمک، جہانِ شکر شیخ بحر و بر
آں کز شکر نمک کند و از نمک شکر

یعنی حضرت فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نمک کی کان، شکر کا جہان اور خشکی و تری کے شیخ ہیں، جو شکر سے نمک بنادیتے ہیں اور نمک سے شکر۔ (برکات الصالحین حصہ اوّل صفحہ ۸۵)

شیخ شیوخ العالم حضرت فریدالدین گنجِ شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان واقعات سے اپنا یہ عقیدہ ثابت کردیا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے عالم میں تصرف کی بے پناہ قوت عطا فرمائی ہے۔

یادِ او گر مونسِ جانت بُوَد
ہر دو عالم زیرِ فرمانت بُوَد

محبوبِ یزدانی حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وصال ۸۰۸ ہجری)

آپ ہندوستان کے مشہور ترین بزرگوں میں سے ہیں۔ آپ پہلے سمنان کے بادشاہ تھے۔ جو اب معمولی قصبہ کی حیثیت سے ایران کی حکومت میں شامل ہے۔ آپ نے دس سال حکومت کرنیکے بعد تخت و تاج کو چھوڑ دیا اور ہندوستان کے بنگال علاقہ میں آکر لکھنوتی (پنڈوہ شریف) میں سلطان المرشدین حضرت شیخ علاء الحق والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ پھر پیرو مرشد کے حکم سے کچھوچھہ شریف کو اپنی مستقل قیام گاہ قرار دی جو صوبۂ یوپی کے مشہور ضلع فیض آباد میں واقع ہے۔ وہیں آپ کا مزارِ مبارک ہے، جہاں ہمیشہ زائرین کا ہجوم رہتا ہے اور آسیب زدہ شفایاب ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا سید نعیم اشرف صاحب جائسی حضرت کے حالات میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ جمعہ کی نماز کے لئے سنجھولی تشریف لے گئے جو خانقاہ سے تقریباً بیس کلومیٹر کی دوری پر آج بھی ایک ویران گاؤں کی شکل میں ہے۔ بعد نمازِ جمعہ وہاں کے ایک ملّا نے آپ سے مسئلہ جبر و قدر

پر گفتگو کی اور کہا کہ انسان اپنے فعل کا مختار ہے یا نہیں؟ اگر مختار مانا جائے تو یہ عقیدہ فرقۂ قدریہ کا ہے اور اگر وہ اپنے فعل کا مختار نہیں ہے تو یہ مذہب فرقۂ جبریہ کا ہے اور یہ دونوں نظریئے اہلسنت والجماعت کے نزدیک غلط ہیں۔ تو مُلا نے کہا کہ اب ان دونوں کے درمیان وہ کون سی راہ ہے جس پر ہم اپنے عقیدہ کی بنیاد رکھیں۔

حضرت نے فرمایا کہ مسئلہ بہت نازک ہے اور آئمۂ متکلمین نے اس میں بڑی بڑی موشگافیاں کی ہیں۔ چنانچہ امام فخرالاسلام نے کتاب بزوری میں جو کچھ لکھا ہے، اس کا خلاصہ یہ کہ باعتبارِ ظاہر (صورت) اختیار ہے اور باعتبارِ حقیقت (معنی) جبر ہے۔ ملاّ کے غرورِ علم نے اس جواب کو تسلیم نہ کیا۔ حالانکہ حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت نے اس مختصر جملے میں دریا کوزہ میں بھر دیا تھا۔

بحث طویل ہوگئی۔ ملاجی حضرت کی گفتگو سننے اور سمجھنے کی بجائے اپنا زورِ علم دکھانے لگے اور اپنی علمی برتری کی ہانک لگانے لگے اور اثنائے گفتگو میں ایک بے ادبی کلمہ بھی کہہ بیٹھے۔ حضرت خاموش ہوگئے۔ ملاّ بھی چپ ہوجاتے تو خیر تھی، مگر انہوں نے پھر بولنا چاہا جس سے حضرت کو جلال آگیا اور فرمایا۔ ''مُلاّ ابھی تک تیری زبان چلتی ہے۔'' ابھی حضرت نے پورا جملہ بھی ادا نہیں فرمایا تھا کہ ان کی زبان باہر نکل پڑی۔ پوری کی پوری محفل جلالِ جہانگیری کو دیکھ کر لرز گئی اور آپ کے رعب نے ان کی زبانیں بند کردیں اور مُلاّ جی شدتِ تکلیف سے تڑپنے لگے۔ یہ خبر ان کے گھر پہنچی تو ان کی بوڑھی ماں گرتی پڑتی مسجد میں پہنچیں اور حضرت کے قدم مبارک پر لوٹنے لگیں اور اس قدر روئیں کہ تمام لوگ اس کے حال پر تاسف کرنے لگے۔ مگر کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ حضرت سے سفارش کرتا۔ اس لئے کہ جلال کی یہ شدت آپ کے ساتھیوں نے کبھی بھی نہ دیکھی تھی۔

بڑھیا روتی تھی اور کہتی تھی کہ سرکار یہی ایک اولاد میرے بڑھاپے کا سہارا اور میری امیدوں کا مرکز ہے۔ حضور معاف فرمادیں اور دعا دیں کہ اس کی زبان درست ہوجائے اور شدتِ بے اختیاری میں اس نے کہا کہ ''یا میر پوت بھیک دے۔'' اس کے اس جملے نے ترحمِ سیادت کو اپیل کی اور آپ کو اس کے حال پر رحم آگیا اور فرمایا خداوندا! اس کی زبان درست ہوجائے۔ مگر لکنت باقی رہے۔ چنانچہ ملاّ کی زبان درست ہوگئی، مگر زندگی بھر کے لئے ہکلے ہوگئے۔ (محبوبِ یزدانی صفحہ ۶۱)

اور لکھتے ہیں کہ حضرت کا ایک مرید جو ہر خراسانی تھا، جو حضور کے ساتھ سفر و حضر میں رہتا تھا۔ اسے فسادِ خون کی شکایت ہوگئی اور سارا جسم خراب ہوگیا۔ اس نے خیال کیا کہ خانقاہ میں میری موجودگی اہلِ خانقاہ کی تکلیف کا سبب ہوگی اور کہیں میرے قرب کا خراب اثر برادرانِ طریقت کی صحت پر بھی نہ پڑے۔ یہ سوچ کر اس نے ارادہ کرلیا کہ میں کہیں باہر چلا جاؤں اور اس نے سامانِ سفر درست کرلیا، لیکن خانقاہ کی جدائی اور حضرت کے فیضِ صحبت سے محرومی کا اسے بڑا قلق ہوا اور

رونے لگا۔لوگوں نے حضرت سے جاکر اس کے اضطراب اور بے چینی کا ذکر کیا۔آپ نے مریض کو بلایا اور اسے تسلی و تشفی دی۔ پھر ایک پیالہ پانی منگا کر اس میں اپنا لعاب دہن (تھوک) ڈال دیا اور فرمایا کہ اس پانی کو اپنے جسم پر لگانا۔تھوڑے دن بھی نہ گزرے تھے کہ جوہر نے شفا پائی اور تندرست ہوگیا۔ (محبوب یزدانی صفحہ ۶۴)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ خانقاہ میں علی قلندر نام کا ایک فقیر قلندروں کی بڑی جماعت لے کر آیا اور حضرت سے پوچھا کہ آپ اپنے کو جہانگیر کیوں کہتے ہیں۔حضرت نے فرمایا کہ میں نہیں کہتا،لوگ کہتے ہیں۔کیوں کہتے ہیں؟ علی قلندر نے پھر پوچھا۔آپ نے فرمایا کہ مجھے میرے پیر نے اس خطاب سے سرفراز فرمایا۔وہ خود کہتے تھے۔ان کے کہنے سے دنیا کہنے لگی۔آپ کے جہانگیر ہونے کا ثبوت کیا ہے؟ قلندر نے ایک اور سوال کیا حضرت کو جلال آگیا فرمایا ثبوت یہی ہے کہ میں جہانگیر بھی ہوں اور جانگیر بھی۔حضرت کے ایسا فرماتے ہی قلندر زمین پر گرا اور اس کی روح پرواز کرگئی۔ (محبوب یزدانی صفحہ ۷۲)

اور لکھتے ہیں کہ حضرت بلخ کی ایک مسجد میں اقامت فرماتے تھے۔آپ کے اصحاب و خدام اور دیگر بہت سے درویش و فقراء بھی موجود تھے۔اثنائے گفتگو میں اچانک آپ نے اپنا عصاء مبارک اٹھایا اور بڑے غصہ سے مسجد کی دیوار پر مارنے لگے۔لوگ سخت متعجب ہوئے کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ تھوڑی دیر کے بعد حضرت نورالعین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس عجیب واقعہ کے متعلق آپ سے پوچھا۔پہلے تو آپ خاموش رہے پھر چند منٹ کے بعد فرمایا کہ موصل میں ہمارا ایک رومی مرید میدانِ جنگ میں مصروف پیکار تھا۔اس نے مجھ سے مدد چاہی اور مجھے یاد کیا۔میں اس کی دستگیری کر رہا تھا۔چنانچہ حق تبارک وتعالیٰ نے جس لشکر کے ساتھ وہ تھا اس کو کامیابی عطا فرمائی۔کچھ لوگوں نے وہ تاریخ لکھ لی۔تھوڑے دنوں میں ایک زخمی سپاہی اسی طرف سے آیا۔اس سے معلوم ہوا کہ ٹھیک اسی تاریخ پر جنگ ہوئی تھی اور ولایتِ جہانگیری کے تصرف سے اسی لشکر کو فتح نصیب ہوئی۔

(محبوب یزدانی صفحہ ۸۴)

ان واقعات سے حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا یہ عقیدہ واضح طور پر ثابت کر دیا کہ خدائے عزوجل نے مجھے عالم میں تصرّف کی بے پناہ قدرت بخشی ہے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔وصال ۱۰۱۲ ہجری)

آپ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پیرو مرشد ہیں۔آپ

کابل میں ۹۷۱ ہجری میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد ماجد قاضی عبدالسلام بھی جلیل القدر اور بزرگ تھے۔یوں تو آپ اویسی المشرب تھے۔آپ کی باطنی تربیت براہِ راست سرکارِ اقدس ﷺ اور خواجۂ خواجگاں حضرت بہاؤالدین نقشبند علیہ الرحمۃ والرضوان کی روحانیت سے ہوئی،لیکن بظاہر آپ نے ماوراءالنہر اور ہندوستان کے سینکڑوں مشائخ سے اکتسابِ فیض کیا۔آخر میں حضرت خواجہ امکنگی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مجاز طریقت ہوئے۔آپ شریعت وطریقت کے ماہتاب تھے۔آپ کا مزار مبارک دہلی میں زیارت گاہِ خلائق ہے۔ (ماخوذ از حاشیہ انفاس العارفین اردو صفحہ ۵۸)

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت خواجہ باقی باللہ کے یہاں چند مہمان آئے اور آپ کی خانقاہ میں کھانے کی کوئی چیز نہیں تھی۔حضرت مہمانوں کی ضیافت کے لئے فکرمند ہوئے اور خادم سے کھانے کی چیز تلاش کروانے لگے۔اتفاقاً ایک نانبائی جس کی دوکان آپ کی خانقاہ کے قریب تھی،وہ آپ کی ضرورت پر مطلع ہوا تو فوراً بہترین قسم کی روٹیاں اور پُر تکلف طریقے سے مرغن نہاری بنا کر حضرت کی خدمت میں پیش کی۔ایسے وقت میں نانبائی کی اس پیشکش پر آپ بہت خوش ہوئے اور اس سے فرمایا۔بخواہ چہ می خواہی (یعنی جو کچھ مانگنا ہو مانگ لے) نانبائی نے عرض کیا کہ مرا مثل خود سازید (یعنی مجھ کو اپنی طرح بنا دیں) آپ نے فرمایا تو اس حالت کو برداشت نہیں کرسکتا۔کوئی اور چیز مانگ لے،مگر نانبائی اسی بات کا اصرار کرتا رہا کہ نہیں حضور!بس مجھے اپنی طرح بنا دیں۔

جب اس نے بہت زیادہ عاجزی کی تو آخر حضرت خواجہ مجبور ہو کر اس کو اپنے حجرے میں لے گئے اور اپنے جیسا ہونے کا اثر اس کے اوپر ڈالا۔جب حجرہ سے باہر تشریف لائے تو حضرت خواجہ اور نانبائی کی شکل وصورت،لباس وقد اور وضع قطع میں بال برابر فرق نہیں تھا۔لوگوں کو امتیاز کرنا بہت مشکل ہو گیا کہ اس میں خواجہ کون ہیں اور نانبائی کون ہے۔البتہ اس قدر فرق تھا کہ حضرت خواجہ ہوش میں تھے اور نانبائی مدہوش و بے خود تھا۔(اس عجیب وغریب واقعہ کی شہرت ہوئی تو دور ونزدیک سے دیکھنے کے لئے آنے والوں کا تانتا بندھ گیا) یہاں تک کہ تین روز کے بعد نانبائی کا انتقال ہو گیا اور حضرت خواجہ نے نانبائی سے جو پہلے فرمایا تھا کہ تو میری حالت کا متحمل نہیں ہو سکتا،وہ حرف بحرف صحیح ہوا۔ (تفسیر عزیزی پارہ عم صفحہ ۲۴۵)

نانبائی کو شکل وصورت اور وضع قطع میں اپنی طرح بنا کر حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنا یہ عقیدہ عملاً ثابت کر دیا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے تصرف کی زبردست قوت عطا فرمائی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ میرے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم نے فرمایا کہ مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی سے (ان کے پیر ومرشد) حضرت

خواجہ باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نسبت ایک ناگوار بات سرزد ہوئی۔ کہنے والے نے وہ بات جوں کی توں حضرت خواجہ کی خدمت میں بیان کرڈالی۔ یہ سنتے ہی ان کے ماتھے پر بل پڑ گئے اور غصہ کے عالم میں قریب پڑے ہوئے ایک دھاگہ کو اٹھا کر قوت کے ساتھ اس میں گرہ لگا دی۔ شیخ رفیع الدین محمد جو حضرت خواجہ (کی خدمت میں رہتے تھے اور ان) کے مزاج شناس تھے۔ انہوں نے اس دھاگہ کو اٹھا کر اپنے پاس رکھ لیا۔ چند روز بعد شیخ احمد سرہندی قبض میں مبتلا ہو گئے اور اس کا سبب تلاش کرنے لگے۔

جب اصل حقیقت ان پر واضح ہوئی تو وہ دہلی تشریف لائے اور حضرت خواجہ کے احباب سے اس بارے میں سفارش کی درخواست کی، مگر ان میں سے کوئی بھی اس بات پر راضی نہ ہوا اور ان لوگوں نے کہا ہم خواجہ کی مرضی کے خلاف کسی سفارش کی جرأت نہیں کر سکتے۔ البتہ حضرت خواجہ کے محبوب شیخ رفیع الدین جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ یہ سن کر شیخ احمد نے ان کی طرف رجوع کیا۔ شیخ رفیع الدین نے اس بات کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ خلوت میں حضرت خواجہ کی خدمت میں پیش کیا اور کافی بات چیت کرنے کے بعد ان کی نفرت وغضب کو دور کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کیا کروں؟ وہ دھاگہ ہی گم ہو گیا ہے۔ شیخ رفیع الدین نے اسی لحہ وہی دھاگہ پیشِ خدمت کر دیا۔ حضرت خواجہ نے اس کی گرہ کھولی تو اسی وقت شیخ احمد سرہندی کی قبض بسط سے بدل گئی اور گوہرِ مقصود حاصل ہو گیا۔ (انفاس العارفین صفحہ ۳۵۵)

اس واقعہ سے بھی حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عقیدہ اپنے تصرف کے بارے مین صاف واضح ہے۔

حضرت خواجہ خورد فرزند حضرت خواجہ باقی باللہ کا عقیدہ

(علیہما الرحمۃ والرضوان)

آپ کا اصل نام خواجہ عبداللہ ہے۔ چونکہ آپ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ اس لئے خواجہ خرد کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ ظاہری اور باطنی علوم کے جامع تھے اور اپنے والد گرامی قبلہ کے نقش قدم پر کابندر ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ ہم دونوں بھائی حضرت خواجہ خورد کی خدمت میں حاضر تھے کہ ان پر بھوک کا غلبہ ہوا جس کے سبب وہ سبق پڑھانے کے قابل نہ رہے۔ اپنے گھر والوں سے پوچھا کوئی کھانے کی چیز موجود ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ بچوں میں سے کسی بچے کے لئے تھوڑا سا کھانا پکایا ہے۔ فرمایا اس

میں سے تھوڑا سا لے آؤ۔ چنانچہ پیالی میں بہت تھوڑا کھانا لایا گیا۔ آپ نے ہاتھ دھوئے اور حاضرین سے کہا آیئے! مل کر کھائیں۔ سب کو کافی ہے۔ سب لوگ تعجب میں آ گئے۔ ہم لوگوں کو دوسرے انداز میں دوبارہ اشارہ کیا۔ ہم چلے گئے اور ہم تینوں نے مل کر کھایا، یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے اور پیالی میں پھر بھی کچھ بچ رہا جو بچے کے لئے بھیج دیا گیا۔ (انفاس العارفین صفحہ ۶۱)

اور لکھتے ہیں کہ حضرت والد ماجد نے فرمایا کہ ایک شخص حضرت خواجہ خورد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ بادشاہ مجھے ایک مہم پر بھیج رہا ہے۔ دشمن کی تعداد زیادہ ہے اور میں اسبابِ جنگ سے خالی ہوں، مگر جانے سے انکار بھی کرنے کی گنجائش نہیں۔ آپ توجہ فرمایئے کہ یہ مصیبت ٹل جائے۔ آپ نے خوش طبعی کے طور پر فرمایا کچھ نقدی پیش کرو تا کہ ہمارا دل تمہاری طرف متوجہ ہو جائے۔ اتفاقاً اس وقت اس کے پاس کچھ نہ تھا۔ دوستوں سے بھی اب سے کچھ نہ مل سکا۔ کمر سے لٹکا ہوا خنجر گروی رکھ کر دس روپے حضرت کی خدمت میں پیش کئے۔

آپ نے میعاد مقرر فرمادی اور فرمایا کہ فلاں دن جنگ لڑو۔ دشمن کی کثرت اور دوستوں کی قلت سے خوف مت کھاؤ! اپنی جگہ پر مستحکم رہو اور پھر مجھے فرمایا کہ جب مقررہ تاریخ آئے تو مجھے خبر کرنا۔ جب وہ وقت آیا میں نے یاد دلایا۔ حجرے میں اکیلے بیٹھ گئے اور مجھے دروازہ پر بٹھا دیا کہ کوئی شخص خلل انداز نہ ہو۔ کچھ دیر بعد خوش ہو کر باہر نکلے اور فرمایا کہ دشمن کی تعداد بہت زیادہ تھی اور دوست بہت ہی کم۔ پہلے حملے میں دوستوں کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا، مگر وہ عزیز شکست سے گھبرایا نہیں۔ نہ ہی اپنی جگہ سے اکھڑا۔ ہم بھی اس حالت میں وہاں پہنچ گئے۔ الحمد للہ فتح نصیب ہوئی۔ دشمن کافی تعداد میں قتل ہوئے اور باقی ماندہ لشکر نے شکست کو غنیمت جانا۔ کافی عرصہ بعد اس عزیز کا خط پہنچا، جس میں یہ قصہ پوری تفصیل کے ساتھ لکھا ہوا تھا۔ بطورِ نذرانہ اس نے بہت سامال بھیجا، لیکن آپ نے قبول نہ فرمایا۔ (ترجمہ انفاس العارفین صفحہ ۶۱)

ان واقعات سے حضرت خواجہ خورد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنا یہ عقیدہ عملی طور پر ثابت کر دیا کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں تصرف کی قدرت بخشی ہے۔

حضرت محمد معصوم بن مجدد الف ثانی کا عقیدہ

(علیہما الرحمۃ والرضوان)

آپ نقشبندی سلسلہ کے امام ہیں۔ اپنے والد گرامی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی سے اکتسابِ فیض اور سلسلہ کیا۔

آپ پیدائشی ولی تھے، ماہِ رمضان میں دودھ نہیں پیا کرتے تھے۔ تین سال کی عمر میں کلمۂ

توحید بیان کیا کرتے تھے، صرف تین ماہ میں قرآن مجید حفظ کرلیا تھا اور سترہ سال کی عمر میں علومِ ظاہری اور باطنی کے حصول کی تکمیل فرمالی تھی۔ (جامع کرامات اولیاء صفحہ ۸۱۴)

حضرت علامہ نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کے ایک خلیفہ خواجہ محمد صدیق گھوڑے پر سوار سفر کر رہے تھے۔ گھوڑا بدکا تو آپ گر گئے مگر پاؤں رکاب میں پھنس گیا۔ گھوڑا دوڑنے لگا۔ انہیں اپنی ہلاکت کا یقین ہوگیا تو اپنے مرشد سے امداد مانگی۔ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف لے آئے ہیں۔ گھوڑے کو روک لیا ہے اور مجھے اس پر دوبارہ سوار کر دیا ہے اور یہی شیخ محمد صدیق دریا میں گر گئے۔ تیرنا نہیں جانتے تھے۔ ڈوبنے لگ گئے۔ آپؒ کو مدد کے لئے پکارا، آپؒ تشریف لائے ہاتھ پکڑا اور ڈوبنے سے بچالیا۔

اور ایک دن آپ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اپنی سرائے میں تشریف فرما تھے۔ آپ کا ہاتھ مبارک اور آستین بغل تک تر ہوگئے۔ حاضرین حیران ہوئے اور آپ سے سبب پوچھا۔ حضرت نے فرمایا ایک مرید تاجر کشتی سوار تھا۔ وہ ڈوبنے لگ گئی تو اس نے مدد کے لئے پکارا۔ میں نے اسے ڈوبنے سے بچایا ہے۔ اس لئے یہ آستین اور ہاتھ تر ہوگئے ہیں۔ یہ تاجر ایک مدت کے بعد سرہند پہنچا اور اس واقعہ کی حضرت کے ارشاد کے مطابق اطلاع دی۔

آپ کے دور میں ایک جادوگر مجوسی کا بڑا چرچا ہوا کہ وہ آگ جلا کر خود اور اپنے عقیدت مندوں کو آگ میں لے جاتا ہے۔ آگ انہیں نہیں جلاتی۔ لوگ اس کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہوگئے۔ حضرت نے بہت زیادہ آگ جلانے کا حکم دیا۔ پھر ایک مرید کو اس میں داخل ہونے کا حکم فرمایا۔ وہ ذکر کرتے ہوئے آگ میں داخل ہوگیا۔ آگ گلزار ہوگئی اور کافر مجوسی مبہوت ہوگیا۔ (جامع کرامات اولیاء اردو صفحہ ۸۱۴)

حضرت علامہ نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی خدمت میں ایک نابینا حاضر ہوکر طالب دعا ہوا تا کہ اس کی نظر واپس مل جائے۔ آپ نے اپنا تھوک مبارک لے کر اس کی آنکھوں پر لگایا اور فرمایا گھر جاکر آنکھیں کھولنا۔ اس نے آپ کے فرمانے کے مطابق کیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان میں روشنی آگئی۔

اور آپ کی مجلس میں ذکر ہوا کہ فلاں رافضی کھلم کھلا حضراتِ شیخین کریمین (یعنی صدیقِ اکبر و فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو گالی بکتا ہے۔ حضرت یہ سنتے ہی غضبناک ہوگئے۔ آپ کے سامنے ایک تربوز پڑا ہوا تھا۔ آپ نے چھری لے کر فرمایا اس خبیب کو ذبح کر دیا۔ آپ نے جس وقت چھری اس تربوز پر چلائی اسی وقت وہ رافضی مرگیا۔ (جامعِ کرامات اولیاء صفحہ ۸۱۵)

حضرت محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان واقعات سے اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں کائنات میں طرح طرح کے تصرفات کا اختیار عطا فرمایا ہے۔

عاشقِ الٰہی حضرت حاجی وارث علی شاہ کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔متوفی ۱۳۲۳ ہجری)

آپ ہندوستان کے مشہور بزرگوں میں سے ہیں۔آپ کے آباء واجداد نیشاپور کے ذی شرف اور صاحب اختصاص سادات سے تھے۔سید اشرف ابو طالب نیشاپور سے ہندوستان آ کر کنتور ضلع بارہ بنکی میں مقیم ہوئے۔آپ کی آٹھویں پشت میں سید عبدالاحد علیہ الرحمہ ۱۱۲۷ ہجری میں کنتور سے دیوئ شریف چلے آئے۔یہیں حضرت حاجی وارث علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۲۳۴ ہجری میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد گرامی کا نام سید قربان علی تھا اور والدہ محترمہ کا نام سیدہ بی بی سکینہ عرف چاندن بی بی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا۔

آپ کی عمر دو سال سے کچھ زیادہ تھی کہ شفیق باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور پھر تین سال کی عمر میں جب والدہ کا بھی انتقال ہو گیا تو آپ کی دادی نے آپ کی پرورش فرمائی۔پانچ سال کی عمر میں آپ کی تعلیم شروع ہوئی۔حضرت امیر علی شاہ سے دو سال میں حفظ قرآن مکمل کیا اور مولوی امام علی ساکن سترکھ سے درسِ نظامیہ کی ابتدائی کتابیں آپ پڑھ رہے تھے کہ سات آٹھ یا دس سال کی عمر میں آپ کی دادی صاحبہ کا انتقال ہو گیا۔تو آپ کے بہنوئی حضرت حاجی سید خادم علی شاہ قادری چشتی (جو بعد میں آپ کے مرشد بھی ہوئے) دیوئ شریف سے آپ کو لکھنؤ لے آئے اور تعلیم کا سلسلہ بدستور قائم رکھا۔بعض کتابیں آپ نے حضرت بلند شاہ صاحب قدس سرہٗ سے پڑھیں اور خود حضرت سید خادم علی شاہ جو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے فارغ التحصیل شاگرد تھے۔آپ کو نہایت دلجوئی سے پڑھایا۔

لیکن کسی مستند روایت سے بصراحت یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ تعلیم کا آخری نتیجہ کیا ہوا اور بظاہر آپ نے کہاں تک پڑھا کیونکہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ آپ نے فراغ حاصل کیا۔بعض کا قول ہے کہ کتب درسیہ قریب اختتام تھیں کہ جوش عشق نے بے قرار کیا تو سلسلۂ تعلیم منقطع فرما کر آپ نے ملک عرب کی سیاحت کا قصد کیا بلکہ بعض مسترشدین کا یہ بھی خیال ہے کہ آپ نے صرف چند ابتدائی کتابیں پڑھ کر تعلقاتِ دنیا سے احتراز فرمایا اور ۱۲۵۳ ہجری میں حرمین طیبین کی حاضری کے شوق میں وہاں کا پاپیادہ سفر کیا،لیکن بعض حالات اور اکثر ارشادات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو علم و ادب میں عبور اور تفسیر و حدیث میں کافی دستگاہ تھی۔

آپ نے حجازِ مقدس کا تین بار سفر کیا اور ہر مرتبہ کے سفر میں کئی کئی سال کے بعد واپس آئے اس طرح آپ نے کل سات یا بروایتِ دیگر گیارہ حج کئے۔زندگی بھر مجرد رہے۔کبھی نکاح نہیں کیا

اور حج کے پہلے ہی سفر میں آپ نے عام لباس کو ترک کر دیا۔ پھر ہمیشہ احرام پوش رہے۔ زرد رنگ کی بغیر سلی ہوئی ایک لنگی پہنتے رہے اور اسی رنگ کی ایک دوسری لنگی اوڑھتے۔ نہایت ہی سادہ فقیرانہ زندگی گزاری۔ ۱۳۲۳ ہجری میں وفات ہوئی۔ دیویٰ شریف ضلع بارہ بنکی (یوپی) میں آپ کا مزار مبارک مرجع انام اور زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ (ماخوذ از سعی الحارث فی ریاحین الوارث)

حضرت حاجی وارث علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود بیان فرمایا کہ ایک روز مکہ معظمہ میں ہم غارِ ثور کی طرف گئے تو دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت نہایت دردناک آواز سے رو رہی ہے۔ پوچھا تو معلوم ہوا کہ ابھی اس کا جوان بیٹا مر گیا ہے۔ ہم نے اس کو صبر کی ہدایت کی تو اس نے کہا حکیم صاحب! صبر اس ویرانہ میں کہاں ملے گا اور نہ میرے پاس پیسہ ہے جو میں خرید لوں۔ آپ کے پاس اگر کوئی دوا ہو تو اللہ کی راہ پر اس کو کھلا دو کہ زندہ ہو جائے۔ یہی میرا ایک لڑکا ہے۔ ہم نے لڑکے کے منہ پر سے کپڑا ہٹا کر ٹھنڈا پانی چھڑک دیا تو اس نے آنکھ کھول دی اور بات کرنے لگا۔ بڑھیا تو جوشِ محبت میں اس سے لپٹ گئی اور ہم وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ شاید اس کو سکتہ ہو گیا تھا۔ (ریاحین الوارث صفحہ ۲۷)

اور ثقہ راویوں کا بیان ہے کہ مولوی محمد یحییٰ صاحب وارثی وکیل و رئیس عظیم آباد (پٹنہ) جو حضرت حاجی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بڑے مخلص مرید تھے۔ حضرت نے ان کو وضع دار کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ اس لئے کہ مولوی صاحب موصوف جو طریقہ اختیار کرتے اس پر بہر حال بڑی سختی کے ساتھ عمل کرتے۔ یہاں تک کہ کاتک میلہ میں جس تاریخ کو وہ پہلی مرتبہ آئے تھے، اسی تاریخ کو وہ ہمیشہ حاضر ہوتے رہتے۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ان کی لڑکی ہیضہ کی بیماری میں مبتلا تھی اور حاضری کی تاریخ آ گئی۔ تو مولوی صاحب لڑکی کو اسی بیماری کی حالت میں چھوڑ کر دیویٰ شریف چلے آئے۔ جس کے دوسرے روز مریضہ کے ڈاکٹر اسد علی خاں کا تار آیا کہ لڑکی کا انتقال ہو گیا۔ جب یہ خبر حضرت کو پہنچی تو مولوی صاحب کو بلا کر فرمایا "مولوی صاحب! تم نے تو اپنی وضع داری دکھا دی لیکن اکثر مریض کو سکتہ ہو جاتا ہے اور تیمار دار سمجھتے ہیں کہ یہ مر گیا ہے۔ اس وقت حاضرین نے اس کا خیال نہیں کیا کہ اس ارشاد کے پردہ میں حضرت نے کیا تصرف فرمایا۔ مگر تیسرے روز مولوی صاحب کے نسبتی بھائی کا خط آیا کہ چھ گھنٹے کے بعد لڑکی زندہ ہو گئی اور اب اچھی ہے۔ (ریاحین الوارث صفحہ ۲۷)

ان واقعات سے حضرت حاجی وارث علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عملی طور پر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے مردہ کو زندہ کرنے کی قوت بخشی ہے۔ رہی سکتہ کی بات تو وہ آپ نے از راہِ تواضع فرمائی ہے، جیسا کہ ظاہر ہے۔

اولیاء را ہست قدرت از الٰہ
تیر جستہ باز گردانند ز راہ (مولانا رومی قدس سرہٗ)

علمِ غیب

علمِ غیب ان باتوں کے جاننے کو کہتے ہیں، جن کو بندے عادی طور پر اپنی عقل اور اپنے حواس سے نہ معلوم کر سکیں۔ علامہ امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ قَوْلُ جُمْهُوْرِ الْمُفَسِّرِيْنَ الْغَيْبُ هُوَ الَّذِىْ يَكُوْنُ غَائِبًا عَنِ الْحَاسَّةِ ۔ (تفسیر کبیر جلد ا صفحہ ۱۷۴)

انبیائے کرام کے عقیدے

حضور سیدِ عالم کا عقیدہ

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ وصال ۱۱ ہجری مطابق ۶۳۲ عیسوی)

حضور ﷺ کا علمِ غیب کے بارے میں کیا عقیدہ تھا اسے جاننے کے لئے مندرجہ ذیل حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

حضرت عمرِ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا۔

قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰى دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّتِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذٰلِكَ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ.

ترجمہ: ایک بار حضور ﷺ ہم لوگوں (کے مجمع) میں کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے ہمیں مخلوق کی پیدائش سے بتانا شروع کیا۔ یہاں تک کہ جنتی اپنے منازل پر جنت میں داخل ہو گئے اور جہنمی اپنے ٹھکانوں پر جہنم میں پہنچ گئے۔ جس نے اس بیان کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔ (بخاری شریف جلد ا صفحہ ۴۵۳)

اور حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ اقدس ﷺ نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ زَوٰى لِىَ الْاَرْضَ فَرَاَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَاِنَّ اُمَّتِىْ سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَازُوِىَ لِىْ مِنْهَا.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین سمیٹ دی تو میں نے مشرق سے مغرب تک زمین کا تمام حصہ دیکھ لیا اور عنقریب میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی، جہاں تک کہ زمین میرے لئے سمیٹی گئی۔ (مسلم شریف صفحہ ۳۹۰)

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ اُحُدًا وَ اَبُوْبَکْرٍ وَ عُمَرُ وَ عُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ فَضَرَبَهٗ بِرِجْلِهٖ فَقَالَ اُثْبُتْ اُحُدُ فَاِنَّمَا عَلَیْکَ نَبِیٌّ وَّ صِدِّیْقٌ وَ شَهِیْدَانِ ۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان کوہ اُحد پر چڑھے تو وہ ان کے ساتھ ہلا۔ حضور ﷺ نے ٹھوکر مار کر فرمایا احد ٹھہر جا! اس لئے کہ تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ (بخاری شریف جلد ا صفحہ ۵۱۹)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن مدینہ شریف کے انصار سے مکہ معظمہ میں فرمایا۔

اَلْمَحْیَا مَحْیَاکُمْ وَالْمَمَاتُ مَمَاتُکُمْ

ترجمہ: میری زندگی وہاں ہے، جہاں تم لوگوں کی زندگی ہے اور میری وفات وہاں ہے، جہاں تمہیں انتقال کرنا ہے۔ (مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۵۷۷)

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جنگ کے لئے جب میدانِ بدر میں اترے تو فرمایا۔

هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ وَیَضَعُ یَدَهٗ عَلَی الْاَرْضِ هٰهُنَا وَهٰهُنَا قَالَ فَمَا مَاتَ اَحَدُهُمْ عَنْ مَوْضِعِ یَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: یہ فلاں کے ڈھیر ہونے کی جگہ ہے اور دستِ مبارک زمین پر رکھتے ہوئے بتایا کہ یہاں اور یہاں۔ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے دستِ مبارک رکھنے کی جگہ سے کوئی اِدھر اُدھر نہ ہوا۔ (مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۵۳۱)

اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے جنگِ خیبر کے موقع پر فرمایا۔

لَاُعْطِیَنَّ هٰذِهِ الرَّایَةَ غَدًا رَجُلًا یَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰی یَدَیْهِ

ترجمہ: کل یہ جھنڈا میں اُس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔

(بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۰۸۔ مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۳)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے میری والدہ حضرت اُمِ الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حدیث بیان کی۔

مَرَرْتُ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّکِ حَامِلٌ بِغُلَامٍ فَاِذَا

وَلَدْتِهِ فَأْتِينِي بِهِ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنّٰى لِيْ ذٰلِکَ وَقَدْ تَحَالَفَتْ قُرَيْشٌ اَنْ لَّا يَاْتُوْا النِّسَاءَ قَالَ هُوَمَا اَخْبَرْتُکِ قَالَتْ فَلَمَّا وَلَدْتُهٗ اَتَيْتُهٗ فَاَذَّنَ فِيْ اُذُنِهِ الْيُمْنٰى وَاَقَامَ فِي الْيُسْرٰى وَاَلْهَاهُ مِنْ رِيْقِهِ وَسَمَّاهُ عَبْدَاللّٰهِ وَقَالَ اِذْهَبِيْ بِاَبِي الْخُلَفَاءِ فَاَخْبَرْتُ الْعَبَّاسَ فَاَتَاهُ فَذَكَرَ لَهٗ فَقَالَ هُوَ مَا اَخْبَرْتُهَا هٰذَا اَبُو الْخُلَفَاءِ حَتّٰى يَكُوْنَ مِنْهُمُ السَّفَّاحُ حَتّٰى يَكُوْنَ مِنْهُمُ الْمَهْدِيُّ.

ترجمہ: میں نبی اکرم ﷺ کے سامنے ہوکر گزری۔ حضورؐ نے فرمایا تو حاملہ ہے اور تیرے پیٹ میں لڑکا ہے۔ جب وہ پیدا ہو تو اسے میرے پاس لانا۔ ام الفضل نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے حمل کہاں سے آیا؟ حالانکہ قریش نے قسمیں کھالی ہیں کہ وہ عورتوں کے پاس نہیں جائیں گے۔ فرمایا بات وہی ہے جو ہم نے تم سے ارشاد فرمائی۔ ام الفضل نے کہا جب لڑکا پیدا ہوا میں خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی۔ حضور ﷺ نے بچے کے داہنے کان میں آذان اور بائیں میں اقامت فرمائی اور اپنا لعابِ دہن اس کے منہ میں ڈالا اور اس کا نام عبداللہ رکھا اور فرمایا کہ خلفاء کے باپ کو لے جا! میں نے حضرت عباس سے حضور ﷺ کا ارشاد بیان کیا۔ وہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ام الفضل نے ایسا کہا۔ فرمایا! بات وہی ہے جو ہم نے ان سے کہی۔ یہ خلیفوں کا باپ ہے۔ یہاں تک کہ ان میں سے سفاح ہوگا۔ یہاں تک کہ ان میں سے مہدی ہوگا۔

(دلائل النبوۃ الدولۃ المکیہ صفحہ ۱۵۳)

ان احادیث کریمہ میں ابتدائے آفرینش سے جنتیوں کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک کی خبر دینا، مشرق سے مغرب تک زمین کے سارے حصے کو دیکھنا بہت پہلے حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے شہید ہونے کی خبر دینا، یہ فرمانا کہ میری وفات وہیں ہوگی۔ مدینہ طیبہ میں جہاں انصار کی موت ہوگی۔ میدان بدر میں ایک دن پہلے بتادینا کہ یہاں فلاں پچھاڑا جائے گا اور یہاں فلاں ڈھیر ہوگا، خیبر میں یہ فرمانا کہ میں کل جس کو جھنڈا دوں گا اس کے ہاتھ پر فتح ہوگی اور ام الفضل کے حاملہ ہونے پھر اس بچے کے ابوالخلفاء ہونے، یہاں تک کہ اس کی نسل سے سفاح اور مہدی کے ہونے کی اطلاع دینا سب غیب کی خبریں ہیں، جن سے حضور سیدِ عالم ﷺ نے سب کو آگاہ فرمایا۔ ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کا یہ عقیدہ تھا کہ ہم کو علمِ غیب حاصل ہے۔ ورنہ ان باتوں کو وہ اپنی زبان پر ہرگز نہیں لاتے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے محبوب دانائے غیوب ﷺ نے فرمایا۔

وَاللّٰہِ مَا یَخۡفٰی عَلَیَّ رُکُوۡعُکُمۡ وَلَا خُشُوۡعُکُمۡ اِنِّیۡ لَاَرَاکُمۡ مِنۡ وَّرَاءِ ظَھۡرِیۡ.

ترجمہ: خدا کی قسم تمہارا رکوع اور خشوع مجھ سے پوشیدہ نہیں۔ میں پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عقیدہ کہ خشوع جو دل کی ایک کیفیت کا نام ہے (ا) وہ بھی ان سے پوشیدہ نہیں۔ آپ اسے جانتے ہیں اور یہ علمِ غیب ہے۔ پھر اس حدیث شریف سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ عقیدہ بھی ثابت ہوا کہ وہ پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتے ہیں۔

اگر کوئی یہ خیال کرے کہ حالتِ نماز میں آنکھ کے کونے سے حضور نے دیکھ لیا تو فرمایا کہ میں پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔ تو یہ خیال غلط ہے۔ اس لئے کہ صفوں کے آخر میں غلطی کرنے والے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا اور تنبیہ فرمائی۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث شریف مروی ہے کہ

صَلّٰی بِنَا رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ الظُّھۡرَ وَفِیۡ مُؤَخِّرِ الصُّفُوۡفِ رَجُلٌ فَاَسَاءَ الصَّلَاۃَ فَلَمَّا سَلَّمَ نَادَاہُ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّم یَا فُلَانُ اَلَا تَتَّقِی اللّٰہَ اَلَا تَرٰی کَیۡفَ تُصَلِّیۡ اَنَّکُمۡ تُرَوۡنَ اَنَّہٗ یَخۡفٰی عَلَیَّ شَیۡءٌ مِّمَّا تَصۡنَعُوۡنَ وَاللّٰہِ اِنِّیۡ لَاَرٰی مِنۡ خَلۡفِیۡ کَمَا اَرٰی مِنۡ بَیۡنِ یَدَیَّ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھائی اور صفوں کے آخر میں ایک شخص تھا جس نے نماز بری طرح پڑھی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو اسے آواز دی کہ اے فلاں! کیا اللہ سے نہیں ڈرتا۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ کیسے نماز پڑھتا ہے؟ تم یہ سمجھتے ہو کہ مجھ پر تمہارا کوئی عمل چھپا رہتا ہے۔ خدا کی قسم میں پیچھے ایسے ہی دیکھتا ہوں جیسے کہ اپنے آگے دیکھتا ہوں۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۷۷)

غور کیجئے! حدیث شریف میں فِیۡ مُؤَخِّرِ الصَّفِّ نہیں کہ پہلی صف کے آخر میں شخص مذکور تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھ کے کونے سے اس کو دیکھ لیا بلکہ فِیۡ مُؤَخِّرِ الصُّفُوۡفِ ہے۔ یعنی وہ شخص آخری صف میں تھا لیکن حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیٹھ کے پیچھے سے اس کو دیکھ لیا۔ درمیان کی صفیں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے میں رکاوٹ پیدا نہیں کر سکیں۔

سرِ عرش پر ہے تری گزر دلِ فرش پر ہے تری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شئی نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

حضرت عیسیٰ روح اللہ کا عقیدہ

(علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام)

سورہ آل عمران میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا۔

وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِكُمْ

ترجمہ: اور میں تمہیں بتاتا ہوں جو کچھ تم کھاتے ہو اور جو کچھ اپنے گھروں میں جمع کر کے رکھتے ہو۔ (پارہ ۳ رکوع ۱۴)

حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آدمی کو بتا دیتے تھے جو وہ کل کھا چکا اور آج کھائے گا اور جو اگلے وقت کے لئے بنا کر رکھا ہے۔ آپ کے پاس بچے بہت سے جمع ہو جاتے تھے۔ آپ انہیں بتاتے تھے کہ تمہارے گھر فلاں چیز تیار ہوئی ہے، تمہارے گھر والوں نے فلاں فلاں چیز کھائی ہے۔ فلاں چیز تمہارے لئے اٹھا رکھی ہے۔ بچے گھر جاتے روتے اور گھر والوں سے وہ چیز مانگتے۔ گھر والے وہ چیز دیتے اور ان سے کہتے کہ تمہیں کس نے بتایا؟ بچے کہتے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو لوگوں نے اپنے بچوں کو آپ کے پاس آنے سے روکا اور کہا وہ جادوگر ہیں۔ ان کے پاس نہ بیٹھو! اور ایک مکان میں سب بچوں کو جمع کر دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بچوں کو تلاش کرتے ہوئے تشریف لائے تو لوگوں نے کہا وہ یہاں نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ پھر اس مکان میں کون ہے؟ انہوں نے کہا سور ہیں۔ فرمایا ایسی ہی ہوگا۔ اب جو دروازہ کھولتے ہیں تو سب سور ہی سور تھے۔

آیتِ مبارکہ اور واقعۂ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے علمِ غیب کی نعمت سے سرفراز فرمایا ہے۔

حضرت فاطمہ زہرا اور امّہات المؤمنین کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہن)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب سورۂ مبارکہ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلایا اور ان سے فرمایا

نُعِیَتْ اِلَیَّ نَفْسِیْ فَبَکَتْ قَالَ لَا تَبْکِیْ فَاِنَّکِ اَوَّلُ اَھْلِیْ لَاحِقٌ بِیْ فَضَحِکَتْ.

ترجمہ: مجھے میری وفات کی خبر دی گئی ہے تو وہ رونے لگیں۔ حضور ﷺ نے

فرمایا نہ روؤ، اس لئے کہ میرے گھر والوں میں سے سب سے پہلے تم مجھ سے ملوگی۔ تو وہ ہنس پڑیں۔ (پارہ ۲۳ رکوع ۱۳)

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ

اِنَّ بَعْضَ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّنَا اَسْرَعُ بِكَ لُحُوْقًا قَالَ اَطْوَلُكُنَّ يَدًا فَاَخَذُوْا قَصَبَةً يَذْرَعُوْنَهَا وَكَانَتْ سَوْدَةُ اَطْوَلَهُنَّ يَدًا فَعَلِمْنَا بَعْدُ اَنَّمَا كَانَ طُوْلُ يَدِهَا الصَّدَقَةَ وَكَانَتْ اَسْرَعَنَا لُحُوْقًا بِهٖ زَيْنَبُ وَكَانَتْ تُحِبُّ الصَّدَقَةَ۔

ترجمہ: امہات المؤمنین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم میں کون سی بیوی کی آپ سے آخرت میں سب سے پہلے ملاقات ہوگی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے ہاتھ سب سے لمبے ہیں۔ یہ سن کر امہات المؤمنین نے ایک دوسرے کے ہاتھ ناپے تو پتہ چلا کہ حضرت سودہ کے ہاتھ سب سے لمبے ہیں، لیکن بعد کے واقعات نے بتایا کہ لمبے ہاتھ ہونے سے مراد صدقہ دینے میں زیادتی تھی اور ہم میں سب سے پہلے انتقال کرنے والی حضرت زینب تھیں جو صدقہ دینے کو بہت محبوب رکھتی تھیں۔

(بخاری صفحہ ۱۹۱ جلد ۱۔ مشکوٰۃ صفحہ ۱۶۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خبر پر کہ "میرے گھر والوں میں سے تم سب سے پہلے مجھ سے ملوگی" حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خوش ہو کر ہنسنا اور امہات المؤمنین کا حضور علیہ السلام سے دریافت کرنا کہ ہم بیویوں میں سے کون آخرت میں سب سے پہلے آپ علیہ السلام سے ملاقات کرے گی؟ اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر ایک دوسرے کے ہاتھ کا ناپنا، ان سارے واقعات سے کھلم کھلا ثابت ہے کہ حضرت فاطمہ زہراء اور امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا یہ عقیدہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہے اور جو انہوں نے فرمایا ہے وہی ہو کر رہے گا۔

صحابۂ کرام کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

جن حدیثوں میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب کا بیان ہے۔ صحابہ نے ان کو روایت کیا، جس سے ثابت ہوا کہ صحابۂ کرام کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علمِ غیب ہے۔ اس کے علاوہ خود صحابہ کے واقعات سے بھی واضح ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ عقیدہ صحیح ہے کہ اللہ کے محبوب بندوں کو غیب کا علم ہوا کرتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصال اقدس ۱۳ ہجری)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میرے باپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مرض موت میں مجھے وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میری پیاری بیٹی! میرے پاس جو کچھ مال تھا۔ آج وہ مال وارثوں کا ہو چکا ہے۔ میری اولاد میں تمہارے دو بھائی عبدالرحمٰن و محمد ہیں اور تمہاری دو بہنیں ہیں۔ لہٰذا میرے مال کو تم لوگ قرآنِ مجید کے فرمان کے مطابق تقسیم کر کے اپنا اپنا حصہ لے لینا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ ابا جان میری تو ایک ہی بہن اسماء ہے۔ یہ میری دوسری بہن کون ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری سوتیلی ماں حبیبہ بنت خارجہ جو حاملہ ہے اس کے پیٹ میں لڑکی ہے، وہی تمہاری دوسری بہن ہے۔ چنانچہ آپ کے وصال فرمانے کے بعد آپ کے فرمان کے مطابق حبیبہ بنت خارجہ کے پیٹ سے لڑکی (ام کلثوم) ہی پیدا ہوئی۔ (مؤطا امام محمد باب النحلی صفحہ ۳۴۸)

اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس بات کا علم تھا کہ میں اسی مرض میں انتقال کر جاؤں گا۔ اسی لئے آپ نے فرمایا کہ آج میرا مال میرے وارثوں کا ہو چکا ہے اور آپ یہ بات یقین کے ساتھ جانتے تھے کہ ان کا حبیبہ کے پیٹ میں لڑکا نہیں ہے، لڑکی ہے اور ان دونوں باتوں کا جاننا یقیناً علمِ غیب ہے جن کو بیان فرما کر انہوں نے اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ دوسرے خاص بندوں کو بھی غیب کا علم ہوتا ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت عمر فاروقِ اعظم کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصالِ اقدس ۲۳ ہجری)

علامہ ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں حضرت عمر بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کا خطبہ فرما رہے تھے۔ یکا یک آپ نے درمیان میں خطبہ چھوڑ کر تین بار یہ فرمایا یَاسَارِیَۃُ الْجَبَلُ. یَاسَارِیَۃُ الْجَبَلُ. یَاسَارِیَۃُ الْجَبَلُ. یعنی اے ساریہ! پہاڑ کی طرف جاؤ۔ اے ساریہ! پہاڑ کی طرف جاؤ۔ اے ساریہ! پہاڑ کی طرف جاؤ۔ اس طرح حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پکار کر پہاڑ کی طرف جانے کا حکم دیا اور اس کے بعد پھر خطبہ شروع فرمایا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعد نماز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ تو خطبہ فرما رہے تھے۔ پھر یکا یک بلند آواز سے کہنے لگے یَاسَارِیَۃُ الْجَبَلُ۔ تو کیا معاملہ تھا؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا قسم ہے خدائے ذوالجلال کی کہ میں ایسا کہنے پر مجبور ہو گیا تھا۔

رَاَیْتُھُمْ یُقَاتِلُوْنَ عِنْدَ جَبَلٍ یُؤْتُوْنَ مِنْ بَیْنِ اَیْدِیْھِمْ وَمِنْ خَلْفِھِمْ فَلَمْ اَمْلِکْ اَنْ قُلْتُ یَاسَارِیَۃُ الْجَبَلُ۔

میں نے مسلمانوں کو دیکھا کہ وہ پہاڑ کے پاس لڑ رہے ہیں اور کفار ان کو آگے اور پیچھے سے گھیرے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر مجھ سے ضبط نہ ہو سکا اور میں نے کہہ دیا اے ساریہ پہاڑ کی طرف جاؤ۔

اس واقعہ کے کچھ روز بعد حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاصد ایک خط لے کر آیا جس میں لکھا تھا کہ ہم لوگ جمعہ کے دن کفار سے لڑ رہے تھے اور قریب تھا کہ ہم شکست کھا جاتے کہ عین جمعہ کی نماز کے وقت ہم نے کسی کی آواز سنی یَاسَارِیَۃُ الْجَبَلُ۔ اے ساریہ پہاڑ کی طرف ہٹ جاؤ۔ اس آواز کو سن کر ہم پہاڑ کی طرف چلے گئے تو خدا تعالیٰ نے کافروں کو شکست دی۔ ہم نے انہیں قتل کر ڈالا۔ اس طرح ہم کو فتح حاصل ہو گئی۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۸۶ اور مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۴۶ پر یہی واقعہ اختصار کے ساتھ ہے)

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ملکِ روم میں ایک لشکر بھیجا۔ اس کے بعد ایک دن اچانک مدینہ طیبہ میں بلند آواز سے دو مرتبہ فرمایا یَا لَبَّیْکَاہُ! یَا لَبَّیْکَاہُ! (یعنی اے شخص میں تیری پکار پر حاضر ہوں) کچھ دنوں بعد وہ لشکر مدینہ طیبہ واپس آیا۔ آپ نے اس لشکر کے سپہ سالار سے فرمایا کہ جس سپاہی کو تم نے زبردستی دریا میں اتارا تھا اور اس نے یَا عُمَرَاہُ۔ یَا عُمَرَاہُ۔ پکارا تھا اس کا کیا واقعہ تھا؟ سپہ سالار نے عرض کیا کہ مجھے اپنی فوج کو دریا کے پار اتارنا تھا۔ اس لئے میں نے اس کو پانی کی گہرائی کا اندازہ کرنے کے لئے دریا میں اترنے کا حکم دیا تھا، مگر موسم بہت سرد تھا اور زوردار ہوا چل رہی تھی، اس لئے اس کو سردی لگ گئی اور اس نے دو مرتبہ بلند آواز سے یَا عُمَرَاہُ۔ یَا عُمَرَاہُ۔ کہا اور انتقال کر گیا۔ خدا گواہ ہے کہ میں نے ہرگز اس کو ہلاک کرنے کی نیت سے دریا میں اترنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ آپ نے فرمایا ایسے موسم میں اس سپاہی کو دریا کی گہرائی میں اتارنا قتلِ خطا کے حکم میں ہے۔ لہٰذا اپنے مال سے تم اس کے وارثوں کو اس کا خون بہا ادا کرو۔ (ازالۃ الخفا صفحہ ۱۷۲)

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ نہاوند جو ملک ایران میں ہے وہاں پر لڑائی کرنے والے مجاہدینِ اسلام کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ سے دیکھا اور ملکِ روم میں سپاہی کو

زبردستی دریا میں اتارے جانے کو وہیں سے ملاحظہ فرمایا۔ یہ علمِ غیب ہے جسے آپ نے لوگوں پر ظاہر فرما کر ثابت کر دیا کہ غیر اللہ کے لئے علمِ غیب کا عقیدہ حق ہے۔ اسے شرک و کفر سمجھنا گمراہی و بدمذہبی ہے۔

حضرت عثمان غنی کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصالِ اقدس ۳۵ ہجری)

حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا کہ ایک دن حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ کے قبرستان جنت البقیع کے اس حصہ میں تشریف لے گئے، جس کو ''حش کوکب'' کہا جاتا ہے۔ آپ نے وہاں کھڑے ہو کر ایک جگہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ''عنقریب یہاں ایک مردِ صالح دفن کیا جائے گا''

اس واقعہ کے کچھ ہی روز بعد آپ کی شہادت ہوگئی۔ بلوائیوں نے اس قدر ہنگامہ کیا کہ آپ کا جنازہ مبارکہ نہ تو حضور سید عالم ﷺ کے روضۂ اقدس کے قریب میں دفن کیا جاسکا اور نہ جنت البقیع کے اس حصہ میں کہ جہاں بڑے بڑے صحابہ کرام مدفون تھے بلکہ سب سے دور الگ تھلگ ''حش کوکب'' میں جس جگہ کی جانب آپ نے اشارہ فرمایا تھا، وہیں دفن کیا گیا۔ (ازالۃ الخفا صفحہ ۲۲۷)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنی ظاہری زندگی میں یہ فرمانا کہ ''یہاں ایک مردِ صالح یعنی میں دفن کیا جاؤں گا'' اپنے علمِ غیب کا ظاہر کرنا ہے، جس سے ثابت ہوا کہ ان کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ اللہ کے نیک بندوں کو غیب کا علم ہوتا ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت علی مُرتضیٰ کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصالِ اقدس ۴۰ ہجری)

حضرت علامہ جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ کوفہ میں ایک روز حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فجر کی نماز کے بعد ایک شخص سے فرمایا کہ فلاں مقام پر مسجد کے پہلو میں ایک مکان ہے۔ اس میں ایک مرد اور ایک عورت تمہیں لڑتے ہوئے ملیں گے۔ جاؤ انہیں ہمارے پاس لے آؤ۔ وہ شخص وہاں پہنچا تو دیکھا کہ واقعی وہ دونوں آپس میں جھگڑا کر رہے ہیں۔ وہ ان دونوں کو ساتھ لے آیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آج رات تم دونوں میں بہت لڑائی ہوئی۔ نوجوان نے کہا اے امیر المؤمنین! میں نے اس عورت سے نکاح کیا، مگر جب میں اس کے پاس آیا تو اس کی صورت سے مجھے سخت نفرت ہوگئی۔ اگر میرا بس چلتا تو اس عورت کو میں اسی وقت اپنے

پاس سے دور کر دیتا۔ اس نے مجھ سے جھگڑنا شروع کر دیا اور صبح تک لڑائی ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ آپ کا بھیجا ہوا آدمی ہمیں بلانے کے لئے پہنچا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضرین کو جانے کا اشارہ فرمایا وہ چلے گئے۔ اس کے بعد آپ نے اس عورت سے پوچھا تو اس جوان کو پہچانتی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ صرف اتنا جانتی ہوں کہ کل سے یہ میرا شوہر ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اب تو اچھی طرح جان لے گی، مگر سچ سچ کہنا، جھوٹ ہرگز نہیں بولنا۔ اس نے کہا میں وعدہ کرتی ہوں، جھوٹ قطعی نہیں بولوں گی۔ آپ نے فرمایا تمہارا چچا زاد بھائی تھا جو تم پر عاشق تھا اور تو بھی اس سے بہت محبت کرتی تھی۔ اس نے اس بات کا بھی اقرار کیا۔ پھر آپ نے فرمایا تو ایک دن کسی ضرورت سے رات کے وقت گھر سے باہر نکلی تو اس نے تجھے پکڑ کر تجھ سے زنا کیا اور تو حاملہ ہوگئی۔ اس بات کو تو نے اپنے باپ سے چھپا رکھا۔ اس نے کہا بے شک ایسا ہی ہوا تھا۔

آپ نے فرمایا تیری ماں سارا واقعہ جانتی تھی۔ جب بچہ پیدا ہونے کا وقت آیا تو رات تھی۔ تیری ماں تجھے گھر سے باہر لے گئی۔ لڑکا پیدا ہوا تو نے اسے ایک کپڑے میں لپیٹ کر دیوار کے پیچھے ڈال دیا۔ اتفاق سے وہاں ایک کتا پہنچ گیا، جس نے اسے سونگھا تو نے اس کتے کو ایک پتھر مارا جو بچہ کے سر پر لگا، جس سے وہ زخمی ہو گیا۔ تیری ماں نے اپنے ازار بند سے کچھ کپڑے پھاڑ کر اس کے سر کو باندھ دیا پھر تم دونوں واپس چلی گئیں اور پھر تمہیں اس لڑکے کا کوئی پتہ نہ چلا۔ اس عورت نے جواب دیا۔ ہاں حضور! ایسا ہی ہوا تھا۔ مگر اے امیر المؤمنین! اس واقعہ کو میرے اور میری ماں کے علاوہ کوئی تیسرا نہیں جانتا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب صبح ہوئی تو فلاں قبیلہ اس لڑکے کو اٹھا کر لے گیا اور اس کی پرورش کی۔ یہاں تک کہ وہ جوان ہو گیا۔ کوفہ شہر میں آیا اور اب تجھ سے شادی کر لی۔ پھر آپ نے اس نوجوان سے فرمایا اپنا سر کھولو۔ اس نے اپنا سر کھولا تو زخم کا اثر ظاہر تھا۔ آپ نے فرمایا یہ تمہارا لڑکا ہے۔ خدائے عزوجل نے اسے حرام چیز سے محفوظ رکھا۔ فرمایا لے اسے اپنے ساتھ لے جا۔ تو اس کی بیوی نہیں ماں ہے اور یہ تیرا شوہر نہیں بلکہ بیٹا ہے۔ (شواہد النبوۃ صفحہ ۲۸۲)

حضرت علامہ جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقام ینبع میں سخت بیمار ہو گئے۔ لوگوں نے عرض کیا حضور! آپ یہاں کیوں ٹھہرے ہوئے ہیں؟ اگر یہاں آپ کی وفات ہو گئی تو تجہیز و تکفین کون کرے گا؟ بہتر ہے کہ آپ مدینہ طیبہ چلیں تا کہ آپ کے عزیز و اقارب کفن و دفن کا انتظام کریں اور انصار و مہاجرین وغیرہ صحابۂ کرام آپ کی نمازِ جنازہ پڑھیں۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں ابھی انتقال نہیں کروں گا اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ

نے مجھ سے فرمایا ہے کہ تم اس وقت تک نہیں مروگے۔ جب تک کہ امیر المؤمنین نہیں ہو جاؤ گے اور تا وقتیکہ تلوار مار کر تمہاری پیشانی اور داڑھی خون سے رنگین نہ کردی جائے۔ (شواہد النبوۃ صفحہ ۲۴۷)

مذکورہ عورت کے سارے پوشیدہ حالات حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے بتا دیئے جس سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ اپنے بارے میں ان کا یہ عقیدہ تھا کہ میں غیب جانتا ہوں اور دوسرے واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ ان کا اعتقاد تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علمِ غیب ہے۔ انہوں نے میری موت کے متعلق جو فرمایا ہے وہی ہو کر رہے گا۔ اس میں کچھ فرق نہیں ہو سکتا۔

مفسّرین کا عقیدہ

حضرت امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ والرضوان (المتوفی ۶۰۶ ہجری) پارہ ۱۵ رکوع ۱۳ کی آیت کریمہ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَهْفِ الخ کے تحت تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں۔

اَلْعَبْدُ اِذَا وَاظَبَ عَلَى الطَّاعَاتِ بَلَغَ الْمَقَامَ الَّذِىْ يَقُوْلُ اللّٰهُ كُنْتُ لَهٗ سَمْعًا وَّ بَصَرًا. فَاِذَا صَارَ نُوْرُ جَلَالِ اللّٰهِ سَمْعًا لَّهٗ فَسَمِعَ الْقَرِيْبَ وَالْبَعِيْدَ . وَاِذَا صَارَ ذٰلِكَ النُّوْرُ بَصَرًا لَّهٗ رَاَى الْقَرِيْبَ وَالْبَعِيْدَ . وَاِذَا صَارَ ذٰلِكَ النُّوْرُ يَدًا لَّهٗ قَدَرَ عَلَى التَّصَرُّفِ فِى السَّهْلِ وَالصَّعْبِ وَالْقَرِيْبِ وَالْبَعِيْدِ.

جب کوئی بندہ نیکیوں پر ہمیشگی اختیار کرتا ہے تو اس مقام تک پہنچ جاتا ہے کہ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے كُنْتُ لَهٗ سَمْعًا وَّبَصَرًا فرمایا ہے (۱) تو جب اللہ کے جلال کا نور اس کی سمع ہو جاتا ہے تو وہ دور و نزدیک کی آواز کو سن لیتا ہے اور جب یہی نور اس کی بصر ہو جاتا ہے تو وہ دور و نزدیک کی چیزوں کو دیکھ لیتا ہے اور جب یہی نور جلال اس کا ہاتھ ہو جاتا ہے تو وہ بندہ آسان و مشکل اور دور و نزدیک کی چیزوں میں تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔

حضرت علامہ قاضی ناصر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۶۸۵ ہجری) پارہ ۴ رکوع ۹ کی آیت مبارک وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ الخ کے تحت تفسیر بیضاوی میں تحریر فرماتے ہیں۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُؤْتِىَ اَحَدَكُمْ عِلْمَ الْغَيْبِ فَيَطَّلِعَ عَلٰى مَا فِى الْقُلُوْبِ مِنْ كُفْرٍ وَّ اِيْمَانٍ وَّ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ لِرِسَالَتِهٖ مَنْ يَّشَاءُ فَيُوْحِىْ اللّٰهُ وَ يُخْبِرُهٗ بِبَعْضِ الْمُغَيَّبَاتِ

ترجمہ: اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ اے عام لوگو! تم میں سے کسی کو علمِ غیب عطا فرمادے اور دلوں کے کفر و ایمان پر مطلع کردے۔ ہاں اس منصب اور اپنی پیغمبری کے لئے اللہ

جس کو چاہتا ہے چُن لیتا ہے تو اس کی طرف وحی فرماتا ہے اور بعض غیبوں کی اس کو خبر دے دیتا ہے۔

حضرت علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۱۱۳۷ ہجری) پارہ ۲۱ رکوع ۱۳ کی آیہ کریمہ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ الخ کے تحت تفسیر روح البیان میں تحریر فرماتے ہیں۔

وَمَا رُوِیَ عَنِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْاَوْلِيَاءِ مِنَ الْاَخْبَارِ عَنِ الْغُيُوْبِ فَبِتَعْلِيْمِ اللّٰهِ تَعَالٰی اِمَّا بِطَرِيْقِ الْوَحْيِ اَوْ بِطَرِيْقِ الْاِلْهَامِ اَوِ الْكَشْفِ .

ترجمہ: اور جو انبیاء و اولیاء سے غیب کی خبریں روایت کی گئی ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے ہے۔ یا بطریق وحی یا الہام یا کشف کے طریق سے۔

وَكَذَا اَخْبَرَ بَعْضُ الْاَوْلِيَاءِ عَنْ نُزُوْلِ الْمَطَرِ وَاَخْبَرَ عَمَّا فِي الرَّحِمِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى فَوَقَعَ كَمَا اَخْبَرَ .

ترجمہ: اور اسی طرح بعض اولیاء نے بارش ہونے کی خبر دی اور بعض نے رحم کے بچے، لڑکے یا لڑکی کی خبر دی تو وہی ہوا جو انہوں نے کہا تھا۔

اور اس کے بعد پھر تحریر فرماتے ہیں۔

مَرِضَ اَبُوالْعَزْمِ الْاَصْفَهَانِيُّ فِيْ شِيْرَازَ فَقَالَ اِنْ مُتُّ فِيْ شِيْرَازَ فَلَا تَدْفِنُوْنِيْ اِلَّا فِيْ مَقَابِرِ الْيَهُوْدِ . فَاِنِّيْ سَاَلْتُ اللّٰهَ اَنْ اَمُوْتَ فِيْ طَرْطُوْسَ فَبَرِئَ وَمَضٰى اِلٰى طَرْطُوْسَ وَمَاتَ فِيْهَا . يَعْنِيْ اَخْبَرَ اَنَّهٗ لَا يَمُوْتُ فِيْ شِيْرَازَ فَكَانَ كَذٰلِكَ .

ترجمہ: حضرت ابوالعزم اصفہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شیراز میں بیمار ہو گئے تو انہوں نے فرمایا اگر میں شیراز میں انتقال کر جاؤں تو مجھے یہودیوں ہی کے قبرستان میں دفن کرنا۔ اس لئے کہ میں نے خدا تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ میں طرطوس میں انتقال کروں۔ پھر وہ اچھے ہو کر طرطوس گئے اور وہیں وصال ہوا۔ یعنی انہوں نے بتایا تھا کہ وہ شیراز میں نہیں انتقال کریں گے تو وہی ہوا۔

اور علامہ علاؤالدین خازن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۷۲۵ ہجری) پارہ ۲۷ سورۃ الرحمٰن آیت مبارکہ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ کے تحت تفسیر خازن میں تحریر فرماتے ہیں۔

قِيْلَ اَرَادَ بِالْاِنْسَانِ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ يَعْنِيْ بَيَانَ مَا يَكُوْنُ وَمَا كَانَ لِاَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَبِّئُ عَنْ خَبَرِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَعَنْ يَوْمِ الدِّيْنِ .

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ انسان سے محمد ﷺ کو مراد لیا ہے اور بیان سے مراد: جو کچھ ہوگا اور جو کچھ ہو چکا سب اللہ تعالیٰ نے ان کو سکھا دیا۔ اس لئے کہ حضور ﷺ کو اوّلین وآخرین اور قیامت کے دن کی خبر دے دی گئی۔

اور علامہ ابو محمد بغوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۵۱۶ ہجری) اسی آیت کریمہ کے تحت تفسیر معالم التنزیل میں تحریر فرماتے ہیں۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ یَعْنِیْ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ یَعْنِیْ بَیَانَ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے انسان یعنی محمد صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کو پیدا فرمایا اور ان کو بیان یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا سب سکھا دیا۔

اور عارف باللہ شیخ احمد صاوی مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسی آیتِ مبارکہ کے تحت تفسیر صاوی میں تحریر فرماتے ہیں۔

وَقِیْلَ هُوَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِاَنَّهُ الْاِنْسَانُ الْکَامِلُ وَالْمُرَادُ بِالْبَیَانِ عِلْمُ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ وَمَا هُوَ کَائِنٌ.

ترجمہ: اور کہا گیا ہے کہ وہ انسان کامل محمد ﷺ ہیں اور بیان سے مراد وہ علم ہے جو ہو چکا اور جو ہو رہا ہے اور جو ہوگا، وہ ان کو سکھا دیا۔

اور سورۂ جن کی آیت کریمہ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ الخ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں۔

اِطِّلَاعُ الْاَنْبِیَاءِ عَلَی الْغَیْبِ اَقْوٰی مِنْ اِطِّلَاعِ الْاَوْلِیَاءِ ۔

ترجمہ انبیائے کرام کو اولیاء کی بہ نسبت غیب پر قوی اطلاع ہوتی ہے۔

(تفسیر صاوی صفحہ ۲۴۴، جلد ۴)

ان تمام تفسیروں کی عبارتوں سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ مفسرین کرام کا یہ عقیدہ ہے کہ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ یعنی جو کچھ ہوا اور جو کچھ قیامت تک ہوگا۔ سارے علوم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کو عطا فرما دیا ہے اور دیگر انبیاء واولیاء بھی غیب پر مطلع ہوتے ہیں۔ البتہ اولیاء کی بہ نسبت انبیائے کرام کو غیب پر قوی اطلاع ہوتی ہے۔

تفسیر کبیر کی عبارت سے امام فخر الدین علامہ رازی کا یہ بھی عقیدہ ثابت ہوا کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی ہمیشہ اطاعت وفرمانبرداری کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی عظمت وبزرگی کا نور اس کی سمع وبصر بن جاتا ہے جن سے وہ دور ونزدیک کی ساری باتوں کو اور پورے حالات کو سنتا اور دیکھتا رہتا ہے۔

حضرت ابوالعزم اصفہانی کے واقعہ سے صاحب تفسیر روح البیان علامہ اسمٰعیل حقی کا یہ بھی عقیدہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کو اس بات کا بھی علم ہوتا ہے کہ وہ کہاں مرے گا، جو علومِ خمسہ میں سے ہے۔

محدثین کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

محدثینِ کرام جنہوں نے حضور سید عالم ﷺ کی احادیث کریمہ کو جمع کرنے کے لئے بڑی بڑی مشقتوں کو برداشت کیا اور ان کو پڑھنے پڑھانے اور سمجھنے سمجھانے کے لئے اپنی زندگیوں کو وقف کیا۔ اب علمِ غیب کے بارے میں اس مقدس گروہ کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔

حضرت امام بخاری کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ المتوفی ۲۵۶ ہجری)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا

نَعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدًا وَّ جَعْفَرًا وَ ابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ خَبَرُهُمْ فَقَالَ اَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَاُصِيْبَ ثُمَّ اَخَذَ جَعْفَرٌ فَاُصِيْبَ ثُمَّ اَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَاُصِيْبَ وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ حَتّٰى اَخَذَ الرَّايَةَ سَيْفٌ مِنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ يَعْنِيْ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت زید، حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شہادت کی خبر آنے سے پہلے ان لوگوں کے شہید ہوجانے کی اطلاع دیتے ہوئے فرمایا کہ زید نے جھنڈا ہاتھ میں لیا اور شہید کئے گئے پھر جعفر نے جھنڈے کو سنبھالا اور وہ بھی شہید ہوئے، پھر ابن رواحہ نے جھنڈے کو لیا اور وہ بھی شہید کئے گئے۔ آپ یہ واقعہ بیان فرما رہے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ پھر آپ نے فرمایا اب جھنڈے کو اس شخص نے لیا جو خدا تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔ یعنی خالد بن ولید نے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ (بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۶۱۱)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا۔

مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَائِطٍ مِنْ حِيْطَانِ الْمَدِيْنَةِ اَوْ مَكَّةَ

فَسَمِعَ صَوْتَ اِنْسَانَیْنِ یُعَذَّبَانِ فِیْ قُبُوْرِ ھِمَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا یُعَذَّبَانِ فِیْ کَبِیْرٍ ثُمَّ قَالَ بَلٰی کَانَ اَحَدُھُمَا لَا یَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِہٖ وَکَانَ الْاٰخَرُ یَمْشِیْ بِالنَّمِیْمَۃِ

ترجمہ: نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم مدینہ یا مکہ کے باغات میں سے کسی باغ میں تشریف لے گئے تو دو آدمیوں کی آواز سنی جن پر ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا۔ آپ نے فرمایا ان دونوں پر عذاب ہو رہا ہے، مگر کسی بڑی بات پر نہیں۔ پھر فرمایا ہاں (خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑی بات ہے) ان میں سے ایک تو اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کھایا کرتا تھا۔ (بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۳۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اِذَا ھَلَکَ کِسْرٰی فَلَا کِسْرٰی بَعْدَہٗ وَاِذَا ھَلَکَ قَیْصَرُ فَلَا قَیْصَرَ بَعْدَہٗ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَتُنْفَقَنَّ کُنُوْزُھُمَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔

ترجمہ: جب کسریٰ ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد کی جان ہے ضرور ضرور ان دونوں کے خزانے اللہ کی راہ میں خرچ کئے جائیں گے۔

(بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۵۱۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِذَا اَحْبَبْتُہٗ فَکُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَیَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِھَا وَرِجْلَہُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِھَا۔

ترجمہ: جب میں بندہ کو اپنا دوست بنالیتا ہوں تو اس کی سماعت ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی بصارت ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

(بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۹۶۳۔ مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۷)

جنگِ موتہ جو ملکِ شام میں ہو رہی تھی، حضور ﷺ کا مدینہ طیبہ میں بیٹھے ہوئے اس کے سارے حالات کو بتانا، زمین کے اندر دو آدمیوں پر ہونے والے عذاب کو اوپر سے ملاحظہ فرمانا اور پھر یہ بھی بتانا کہ ان پر عذاب کیوں ہو رہا ہے، قیصر و کسریٰ کی حکومت ختم ہونے کی خبر دینا اور خدائے ذوالجلال کی قسم کے ساتھ فرمانا کہ ان کے خزانے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کئے جائیں گے۔ یہ سب غیب کی باتیں ہیں جن کو امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب بخاری شریف

میں لکھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ امام بخاری کا یہ عقیدہ تھا کہ حضور ﷺ کو علم غیب ہے۔ ورنہ اس طرح کی حدیثوں کو وہ اپنی کتاب بخاری میں ہرگز نہ لکھتے۔

آخری حدیث قدسی سے امام بخاری کا یہ عقیدہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب دانائے خفایا و غیوب جناب احمد مجتبیٰ محمد ﷺ کی ذاتِ اقدس تو بہت ارفع و اعلیٰ اور بلند و بالا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو عام بندوں میں سے جب کسی کو اپنا دوست بنالیتا ہے تو اس کی سماعت و بصارت ہو جاتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ امام بخاری کے نزدیک وہ بھی غیب داں ہو جاتا ہے۔ دور و نزدیک کی باتوں کو سنتا ہے اور دور و نزدیک کی حالتوں کو دیکھتا ہے۔ اس لئے کہ جب اسے یہ درجہ حاصل ہو جائے تو اس میں صفاتِ خداوندی کا جلوہ ضرور ظاہر ہوگا۔

حضرت امام مسلم کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ المتوفی ۲۶۱ ہجری)

حضرت ابوزید یعنی عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا

صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ وَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰی حَضَرَتِ الظُّھْرُ فَنَزَلَ فَصَلّٰی ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰی حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰی ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰی غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَاَخْبَرَنَا بِمَا کَانَ وَبِمَا ھُوَ کَائِنٌ فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا.

ترجمہ: رسولِ اکرم ﷺ نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر رونق افروز ہو کر ہمارے سامنے تقریر فرمائی۔ یہاں تک کہ ظہر کی نماز کا وقت آ گیا۔ پھر منبر سے تشریف لا کر نماز پڑھائی۔ اس کے بعد پھر منبر پر تشریف لے گئے اور تقریر فرمائی۔ یہاں تک کہ عصر کی نماز کا وقت آ گیا۔ پھر منبر سے اتر کر نماز پڑھائی اس کے بعد منبر پر تشریف لے گئے اور تقریر فرمائی، یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا۔ تو اس تقریر میں جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہونے والا ہے، سارے واقعات کی حضور ﷺ نے ہمیں خبر دے دی۔ تو ہم میں سب سے زیادہ جاننے والا وہ شخص ہے جسے حضور ﷺ کی بتائی ہوئی خبریں زیادہ یاد ہیں۔ (مسلم شریف جلد۲ صفحہ ۳۹۰)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُرِیْنَا مَصَارِعَ اَھْلِ بَدْرٍ بِالْاَمْسِ وَیَقُوْلُ ھٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا اِنْشَاءَ اللّٰہُ وَھٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا

اِنْشَاءَ اللّٰهُ قَالَ عُمَرُ وَالَّذِیْ بَعَثَهٗ بِالْحَقِّ مَا اَخْطَاءُ وْا حُدُوْدَ الَّتِیْ حَدَّهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے جنگ بدر سے ایک روز پہلے ہم لوگوں کو وہ تمام مقامات دکھا دیئے تھے، جہاں بدر کی لڑائی میں شریک ہونے والے مشرکین قتل ہوئے۔ آپ نے فرمایا کل انشاء اللہ تعالیٰ یہاں فلاں مشرک گر کر مرے گا اور کل انشاء اللہ تعالیٰ یہاں فلاں شخص ڈھیر ہوگا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس نے رسول اللہ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ جو مقامات حضور ﷺ نے بتا دیئے تھے ان سے ذرا بھی تجاوز نہیں ہوا۔ یعنی وہ کافر اسی جگہ مارے گئے جو جگہ حضور ﷺ نے بتا دی تھی۔ (مسلم جلد۲ صفحہ۱۰۲)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا

قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَفَرٍ فَلَمَّا كَانَ قُرْبَ الْمَدِیْنَةِ هَاجَتْ رِیْحٌ تَكَادُ اَنْ تَدْفِنَ الرَّاكِبَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بُعِثَتْ هٰذِهِ الرِّیْحُ لِمَوْتِ مُنَافِقٍ فَقَدِمَ الْمَدِیْنَةَ فَاِذَا عَظِیْمٌ مِّنَ الْمُنَافِقِیْنَ قَدْمَاتَ.

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ سفر سے واپس آرہے تھے۔ جب مدینہ شریف کے قریب پہنچے تو سخت آندھی آئی۔ قریب تھا کہ وہ مسافر کو دفن کر دے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ آندھی ایک منافق کی موت پر بھیجی گئی ہے۔ جب مدینہ منورہ پہنچے تو اس روز ایک بہت بڑا منافق مر گیا تھا۔ (مسلم۔ مشکوٰۃ صفحہ۵۳۶)

اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا۔

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَتَفْتَحَنَّ عِصَابَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ كَنْزَ اٰلِ كِسْرٰی الَّذِیْ فِی الْاَبْیَضِ.

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ضرور ضرور مسلمانوں کی ایک جماعت کسریٰ کے خزانے کھولے گی جو کہ ابیض مقام پر ہوگا۔ (مسلم۔ مشکوٰۃ صفحہ۴۶۶)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث شریف کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ "ایں گنج در زمانِ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیرون آوردہ شد۔ یعنی یہ خزانہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ مبارکہ میں نکالا گیا۔ (اشعۃ اللمعات جلد۴ صفحہ۲۹۹)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَمَّارٍ حِیْنَ یَحْفِرُ الْخَنْدَقَ

فَجَعَلَ يَمْسَحُ رَاسَهُ وَيَقُوْلُ بُؤسَ ابْنِ سُمَيَّةَ تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ.

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا جبکہ وہ خندق کھود رہے تھے۔ حضور ان کے سر پر دستِ مبارک پھیرتے اور فرماتے جاتے تھے۔ ابن سُمیہ کی سختی کہ تمہیں باغی گروہ قتل کرے گا۔ (مسلم۔ مشکوٰۃ صفحہ ۵۲۲)

حضور سید عالم ﷺ کے ارشاد کے مطابق جنگ صفین میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے لشکر کے ساتھ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کئے گئے۔

جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہونے والا ہے، حضور ﷺ کا سارے واقعات کی خبر دینا، میدانِ بدر میں ایک دن پہلے ہی بتادینا کہ کون کافر کس جگہ قتل کیا جائے گا، مدینہ منورہ پہنچنے سے پہلے اس آبادی میں ایک بڑے منافق کے مرنے کی خبر دینا، کئی سال قبل اس بات سے آگاہ کردینا کہ ابیض کا خزانہ مسلمان کھولیں گے اور حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تقریباً ۳۲ سال پہلے یہ بتادینا کہ تم کو باغی جماعت قتل کرے گی۔ یہ سب غیب کی خبریں ہیں جن کو حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب مسلم شریف میں لکھ کر یہ ثابت کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ کو علمِ غیب ہے۔ ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے۔

حضرت امام ترمذی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ المتوفی ۲۷۹ ہجری)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا۔

صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمًا صَلَاةَ الْعَصْرِ بِنَهَارٍ ثُمَّ قَامَ خَطِیْبًا فَلَمْ یَدَعْ شَیْئًا یَّکُوْنُ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَةِ اِلَّا اَخْبَرَنَا بِهٖ حَفِظَهٗ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِیَهٗ مَنْ نَسِیَهٗ.

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ہم لوگوں کو ایک دن عصر کی نماز اوّل وقت پڑھائی پھر کھڑے ہو کر تقریر فرمائی تو کسی بات کو نہیں چھوڑا، قیامت تک کے سارے واقعات کی ہمیں خبر دی۔ جس نے اس تقریر کو یاد رکھا وہ یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔

(ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۴۲)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا۔

ذَکَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِتْنَةً فَقَالَ یُقْتَلُ هٰذَا فِیْهَا مَظْلُوْمًا لِعُثْمَانَ.

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ایک فتنہ کا ذکر فرمایا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

لئے فرمایا کہ یہ اس میں مظلومانہ شہید کئے جائیں گے۔ (ترمذی شریف جلد۲ صفحہ ۲۱۲)
معلوم ہوا کہ امام ترمذی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کو علمِ غیب حاصل ہے۔ ورنہ یہ حدیثیں کہ جن میں قیامت تک کی باتیں بتانے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہید کئے جانے کی خبر دینے کا ذکر ہے، امام ترمذی ان کو اپنی کتاب میں ہرگز شامل نہ کرتے۔

حضرت امام ابوداؤد کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ المتوفی ۲۷۵ ہجری)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا

وَاللّٰہِ لَا اَدْرِیْ اَنَسِیَ اَصْحَابِیْ اَمْ تَنَاسَوْ وَاللّٰہِ مَا تَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ قَائِدِ فِتْنَۃٍ اِلٰی اَنْ تَنْقَضِیَ الدُّنْیَا یَبْلُغُ مَنْ مَّعَہٗ ثَلٰثَ مِائَۃٍ فَصَاعِدًا اِلَّا قَدْسَمَّاہُ لَنَا بِاسْمِہٖ وَاسْمِ اَبِیْہِ وَاسْمِ قَبِیْلَتِہٖ۔

ترجمہ: خدا تعالیٰ کی قسم میں نہیں کہہ سکتا کہ میرے ساتھی بھول گئے ہیں یا بھول جانا ظاہر کرتے ہیں۔ (آج سے) دنیا کے ختم ہونے تک جتنے فتنہ انگیز پیدا ہوں گے جن کے ساتھیوں کی تعداد تین سو سے زیادہ ہوگی۔ حضور ﷺ نے ہمیں ان کا نام، ان کے باپ کا نام اور انکے خاندان کا نام (سب کچھ) بتادیا۔ (ابوداؤد۔ مشکوٰۃ صفحہ ۴۶۳)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اَلْمَھْدِیُّ مِنِّیْ اَجْلَی الْجَبْھَۃِ اَقْنَی الْاَنْفِ یَمْلَاُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا کَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَّجَوْرًا یَمْلِکُ سَبْعَ سِنِیْنَ۔

ترجمہ: مہدی مجھ سے ہے کشادہ پیشانی اور بلند ناک والا۔ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا، جیسے وہ ظلم و جور سے بھر گئی ہوگی۔ سات سال حکومت کرے گا۔

(ابوداؤد۔ مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۰)

ان احادیث کریمہ سے واضح ہوا کہ حضور سید عالم ﷺ کو قیامت تک کے پیدا ہونے والے تمام فتنہ انگیزوں کا علم تھا اور حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ساری باتیں جانتے تھے اور یہ سب غیب کا علم ہے۔ پھر حضرت امام ابوداؤد نے ان حدیثوں کو اپنی کتاب ابوداؤد شریف میں لکھا تو ثابت کر دیا کہ حضور ﷺ کے بارے میں علمِ غیب کا عقیدہ برحق ہے۔

حضرت امام دارمی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ المتوفی ۲۵۵ ہجری)

حضرت عبدالرحمٰن بن عائش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ اقدس ﷺ نے فرمایا۔

رَأَیْتُ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ قَالَ فِیْمَا یَخْتَصِمُ الْمَلَاءُ الْاَعْلٰی قُلْتُ اَنْتَ اَعْلَمُ قَالَ فَوَضَعَ کَفَّہٗ بَیْنَ کِتْفَیَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَھَا بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَعَلِمْتُ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔

ترجمہ: میں نے اپنے رب عزوجل کو ایسی اچھی صورت میں دیکھا جو اس کی شان کے لائق ہے۔ رب تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا ملأ اعلیٰ کے فرشتے کس چیز کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں؟ میں نے کہا میرا رب تو خوب جانتا ہے۔ تو رب تعالیٰ نے اپنا دستِ قدرت میرے کاندھوں کے درمیان رکھا تو وصولِ فیض کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی تو میں نے ان تمام چیزوں کو جان لیا جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں۔ (دارمی۔ مشکوٰۃ صفحہ ۷۰)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مرضِ وصال میں مسجدِ نبوی کے منبر پر رونق افروز ہوئے اور فرمایا۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلَی الْحَوْضِ مِنْ مَّقَامِیْ ھٰذَا۔

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ میں اس جگہ سے بھی حوضِ کوثر کو دیکھ رہا ہوں۔ (دارمی۔ مشکوٰۃ صفحہ ۵۴۸)

آسمانوں اور زمینوں کی ساری باتوں کو جاننا اور مدینہ منورہ سے بھی حوضِ کوثر کو ملاحظہ فرمانا علمِ غیب ہے۔ حضرت امام دارمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب دارمی شریف میں ان حدیثوں کو شامل فرما کر واضح کر دیا کہ ہمارا بھی یہی اعتقاد ہے کہ حضور ﷺ کو غیب کا علم حاصل ہے۔

صاحبِ مشکوٰۃ علامہ خطیب تبریزی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ المتوفی ۷۴۰ ہجری)

حضرت اُنیسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے باپ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتی ہیں کہ حضور ﷺ ان کے باپ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کے لئے اندر تشریف لائے جبکہ وہ بیمار تھے۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا۔

لَیْسَ عَلَیْکَ مِنْ مَرَضِکَ بَأْسٌ وَلٰکِنْ کَیْفَ لَکَ اِذَا عُمِّرْتَ بَعْدِیْ فَعَمِیْتَ

قَالَ اَحْتَسِبُ وَاَصْبِرُ قَالَ اِذَنْ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ قَالَتْ فَعَمِيَ بَعْدُ مَامَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَدَّاللّٰهُ عَلَيْهِ بَصَرَهٗ ثُمَّ مَاتَ.

ترجمہ: اس بیماری سے تمہیں کوئی خطرہ نہیں لیکن اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب کہ تم ہمارے بعد زندہ رہو گے اور اندھے ہو جاؤ گے۔ انہوں نے عرض کیا ثواب حاصل کروں گا اور صبر کروں گا۔ فرمایا پھر تو بغیر حساب جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ راوی کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد وہ اندھے ہو گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھ کی روشنی واپس دے دی اور پھر انتقال کر گئے۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۴۳)

میز بانِ رسول حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ وَجَبَتِ الشَّمْسُ فَسَمِعَ صَوْتًا قَالَ يَهُوْدُ تُعَذَّبُ فِيْ قُبُوْرِهَا.

نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لے گئے اور سورج غروب ہونے والا تھا تو ایک آواز سنی۔ فرمایا یہود کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جارہا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۳۶)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا۔

اِنَّ الشَّيْطٰنَ قَدْ اَيِسَ مِنْ اَنْ يَّعْبُدَهُ الْمُصَلُّوْنَ فِيْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَلٰكِنْ فِي التَّحْرِيْشِ بَيْنَهُمْ.

ترجمہ: شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ مصلی یعنی مؤمن جزیرۃ العرب میں اس کی عبادت کریں۔ لیکن آپس میں انہیں لڑانے سے مایوس نہیں ہوا ہے۔ (مسلم۔ مشکوٰۃ صفحہ ۱۹)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث شریف کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں۔

مراد مُصلین مومنا نند و مراد بعبادت شیطان عبادتِ اصنام واگرچہ اصحابِ مُسیلمہ و مانعی الزکاۃ براہ ارتداد رفتند اما عبادتِ اصنام نہ کردند۔

ترجمہ: مصلیوں سے مؤمنین مراد ہیں اور شیطان کی عبادت سے بتوں کی پوجا مراد ہے اور اگرچہ مُسیلمہ کے ساتھی اور منکرینِ زکوٰۃ مرتد ہوئے، لیکن ان لوگوں نے بتوں کی پوجا نہیں کی۔ (اشعۃ اللمعات جلد ۱ صفحہ ۸۳)

ان احادیث کریمہ سے معلوم ہوا کہ صاحب مشکوٰۃ حضرت علامہ خطیب تبریزی علیہ الرحمۃ

والرضوان کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ حضورﷺ کو علمِ غیب ہے۔ اس لئے کہ حضورﷺ نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر دی کہ تمہیں اس بیماری سے کوئی خطرہ نہیں۔ تم ہماری وفات کے بعد بھی زندہ رہو گے اور اندھے ہو گے اور زمین کے اندر یہودیوں پر جو عذاب ہو رہا تھا اسے بتایا اور خبر دی کہ ملکِ عرب میں کبھی شیطان کی پوجا نہیں ہوگی۔ یعنی اگر چہ وہاں کچھ لوگ مرتد بھی ہو جائیں، جیسے کہ اصحابِ مسیلمہ اور منکرین زکوۃ مرتد ہوئے، مگر کبھی وہاں بتوں کی پوجا نہیں ہوگی۔

ان غیبوں کے بیان والی حدیثوں کو علامہ خطیب تبریزی نے اپنی کتاب میں لکھا۔ اگر حضورﷺ کے بارے میں علمِ غیب کا عقیدہ ان کے نزدیک حق نہ ہوتا تو وہ ایسی حدیثوں کو مشکوٰۃ شریف میں ہرگز داخل نہ کرتے۔

حضرت علامہ قاضی عیاض کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ المتوفی ۵۴۴ ہجری)

قَالَ فِیْ قُزْمَانَ وَقَدْ اَبْلٰی مَعَ الْمُسْلِمِیْنَ اِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ . وَقَالَ فِیْ جَمَاعَةٍ فِیْهِمْ اَبُوْهُرَیْرَةَ وَسَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ وَ حُذَیْفَةُ اٰخِرُكُمْ مَوْتًا فِی النَّارِ فَكَانَ بَعْضُهُمْ یَسْئَالُ عَنْ بَعْضٍ فَكَانَ سَمُرَةُ اٰخِرَهُمْ مَوْتًا هَرِمَ وَخَرِفَ فَاصْطَلٰی بِالنَّارِ فَاحْتَرَقَ فِیْهَا.

ترجمہ: رسول اللہﷺ نے قزمان کے بارے میں فرمایا جب کہ وہ مسلمانوں کی طرف سے بڑی بہادری کے ساتھ لڑ رہا تھا کہ وہ دوزخیوں میں سے ہے۔ آخر اس نے خودکشی کی اور حضورﷺ نے ایک جماعت کے بارے میں خبر دی جن میں حضرت ابوہریرۃ، سمرہ بن جندب اور حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے کہ تم میں سے آخری شخص آگ میں مرے گا تو وہ لوگ ایک دوسرے کا حال پوچھتے رہتے تھے۔ ان میں سب کے بعد حضرت سمرہ کا انتقال ہوا۔ بہت بوڑھے ہو کر کم عقل ہو گئے تھے۔ آگ تاپ رہے تھے کہ اسی میں جل گئے۔ (شفا شریف جلد ۱ صفحہ ۲۲۴)

وَقَالَ لِقَوْمٍ مِنْ جُلَسَائِهٖ ضِرْسُ اَحَدِكُمْ فِی النَّارِ اَعْظَمُ مِنْ اُحُدٍ. قَالَ اَبُوْهُرَیْرَةَ فَذَهَبَ الْقَوْمُ یَعْنِیْ مَاتُوْا وَ بَقِیْتُ اَنَا وَرَجُلٌ فَقُتِلَ مُرْتَدًّا یَوْمَ الْیَمَامَةِ .

ترجمہ: رسول اکرمﷺ نے اپنی مجلس میں کچھ لوگوں سے فرمایا کہ تم میں سے ایک آدمی (کے جسم) کا ٹیلہ جہنم میں احد سے زیادہ بڑا ہوگا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تو سب کا انتقال ہو گیا۔ صرف میں باقی بچا اور ایک دوسرا شخص تو وہ مرتد

ہونے کے بعد جنگِ یمامہ میں قتل کیا گیا۔ (شفا شریف جلد ا صفحہ ۲۲۵)

وَاَخْبَرَ بِالْمَالِ الَّذِیْ تَرَکَہٗ عَمُّہُ الْعَبَّاسُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عِنْدَ اُمِّ الْفَضْلِ بَعْدَ اَنْ کَتَمَہٗ فَقَالَ مَا عَلِمَہٗ غَیْرِیْ وَغَیْرُھَا فَاَسْلَمَ وَاَعْلَمَ بِاَنَّہٗ سَیَقْتُلُ اُبَیَّ ابْنَ خَلْفٍ. وَفِیْ عُتْبَۃَ بْنِ اَبِیْ لَھَبٍ اَنَّہٗ یَاْکُلُہٗ کَلْبٌ وَعَنْ مَصَارِعِ اَھْلِ بَدْرٍ فَکَانَ کَمَا قَالَ. وَقَالَ فِی الْحَسَنِ اِنَّ ابْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ وَّسَیُصْلِحُ اللّٰہُ بِہٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ. وَقَالَ لِخَالِدٍ حِیْنَ وَجَّھَہٗ لِاُکَیْدِرَ اِنَّکَ تَجِدُہٗ یَصِیْدُ الْبَقَرَ فَوَجَدْتُّ ھٰذِہِ الْاُمُوْرُ کُلُّھَا فِیْ حَیَاتِہٖ وَبَعْدَ مَوْتِہٖ کَمَا قَالَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: اور حضور ﷺ نے اس مال کی خبر دی جس کو ان کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیوی ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس چھپا کے رکھا تھا۔ حضرت عباس نے کہا اس مال کو میرے اور ام الفضل کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔ پھر وہ ایمان لے آئے اور حضور ﷺ نے بتایا کہ وہ عنقریب ابی بن خلف کو قتل کریں گے اور عتبہ بن ابولہب کے بارے میں فرمایا کہ اس کو ایک کتا کھائے گا اور بدر میں کافروں کے قتل ہونے کی جگہ پہلے بتا دی۔ تو جیسا حضور ﷺ نے فرمایا ویسا ہی ہوا اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دو گروہوں کے درمیان مصالحت کرا دے گا اور جب حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُکیدر کی طرف بھیجا تو ان سے فرمایا کہ تم اسے گائے کا شکار کرتے ہوئے پاؤ گے۔ تو یہ ساری باتیں حضور ﷺ کی ظاہری زندگی اور وصال مبارک کے بعد اسی طرح ہوئیں جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (شفا شریف جلد ا صفحہ ۲۲۶)

ان تمام عبارتوں سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ حضرت علامہ قاضی عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علمِ غیب حاصل ہے۔

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ المتوفی ۹۱۱ ہجری)

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا۔

سَتُضْرَبُ ضَرْبَۃً ھٰھُنَا وَضَرْبَۃً ھٰھُنَا وَاَشَارَ اِلٰی صُدْغَیْہِ فَیَسِیْلُ دَمُھُمَا حَتّٰی تَخْضَبَ لِحْیَتَکَ... لَہٗ طرق کثیرۃ عن علی رضی اللہ عنہ.

ترجمہ: تم عنقریب مارے جاؤ گے ایک ضرب یہاں اور ایک ضرب یہاں اور "حضور ﷺ نے اپنی کنپٹیوں کی جانب اشارہ فرمایا" تو ان جگہوں سے خون بہے گا۔ یہاں تک کہ تمہاری داڑھی رنگین ہو جائے گی۔ (خصائصِ کبریٰ جلد۲ صفحہ۱۲۴)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ میں حضرت علی کے یہاں گیا۔ وہ بیمار تھے اور ان کے پاس حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پہلے سے تھے۔ ان میں سے ایک صاحب نے دوسرے سے کہا کہ میرے خیال میں اب یہ انتقال ہی کر جائیں گے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اِنَّهٗ لَنْ يَّمُوْتَ اِلَّا مَقْتُوْلاً

وہ ہرگز انتقال نہیں کریں گے جب تک کہ قتل نہ کئے جائیں۔ (خصائصِ کبری جلد۲ صفحہ۱۲۴)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسولِ کائنات ﷺ نے فرمایا۔

مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى شَهِيْدٍ يَمْشِىْ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ.

ترجمہ: جو شخص کسی شہید کو زمین پر چلتے ہوئے دیکھنا چاہے تو وہ طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھے۔ (خصائصِ کبریٰ جلد۲ صفحہ۱۲۴)

بیہقی شریف میں ہے کہ جب حضرت ابو یعلیٰ بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگِ موتہ کی خبر لے کر حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ جنگ کے حالات تم مجھے بتاؤ گے یا میں تجھے بتاؤں؟ انہوں نے عرض کیا۔ آپ ہی بتائیں۔ اللہ کے محبوب دانائے خفایا و غیوب ﷺ نے وہاں کا پورا حال مفصل بیان فرما دیا تو حضرت ابو یعلیٰ نے کہا۔

وَالَّذِىْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا تَرَكْتَ مِنْ حَدِيْثِهِمْ حَرْفًا لَّمْ تَذْكُرْهُ وَ اِنَّ اَمْرَهُمْ لَكَمَا ذَكَرْتَ.

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس نے حق کے ساتھ آپ کو مبعوث فرمایا ہے کہ آپ نے حرف بحرف بتا دیا کچھ نہیں چھوڑا ان کا واقعہ ایسا ہی ہوا ہے جیسا کہ آپ نے بیان فرمایا۔ (خصائصِ کبریٰ جلد ا صفحہ ۲۵۹)

ان احادیث کریمہ میں سرکارِ اقدس ﷺ نے جن باتوں کی خبر دی یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کنپٹی پر زخم لگا کر شہید کئے جائیں گے، حضرت طلحہ بن عبید اللہ بھی شہید ہوں گے اور جنگِ موتہ جو ملکِ شام میں ہو رہی تھی۔ اس کے سارے حالات کو مدینہ منورہ سے ملاحظہ فرمانا اور تفصیل کے ساتھ حرف بحرف بیان کرنا سب غیب کی خبریں ہیں، جن کو حضرت علامہ جلال الدین سیوطی علیہ

الرحمۃ والرضوان نے اپنی کتاب میں لکھ کر ثابت کر دیا کہ ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ غیب جاننے والے ہیں۔

شارح بخاری علامہ عسقلانی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ التوفی ۸۵۲ ہجری)

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور سید عالم ﷺ کا سینۂ مبارک چاک کرنے کے بعد قالبِ اطہر کو جب زم زم کے پانی سے دھویا تو فرمایا۔

قَلْبٌ سَدِيْدٌ فِيْهِ عَيْنَانِ تُبْصِرَانِ وَاُذُنَانِ تَسْمَعَانِ.

ترجمہ: قلب مبارک ہر قسم کی کجی سے پاک اور بے عیب ہے۔ اس میں دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں اور دو کان ہیں جو سنتے ہیں۔ (فتح الباری شرح بخاری جلد ۱۳ صفحہ ۴۱۰)

معلوم ہوا کہ حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کو علمِ غیب ہے۔ اس لئے کہ قلب مبارک کی آنکھیں اور کان غیب کی باتیں دیکھنے اور سننے کے لئے ہیں جیسا کہ حضور ﷺ نے خود ارشاد فرمایا ہے۔

اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ.

ترجمہ: میں وہ چیز دیکھتا ہوں جس کو تم نہیں دیکھتے ہو اور میں وہ سنتا ہوں جس کو تم نہیں سنتے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۵۷)

اور تحریر فرماتے ہیں۔

لَهٗ صِفَةٌ بِهَا يُدْرِكُ مَا سَيَكُوْنُ فِي الْغَيْبِ وَيُطَالِعُ بِهَا مَافِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ.

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے لئے ایک ایسی صفت ہے کہ جس سے وہ آئندہ غیب کی باتیں جان لیتے ہیں اور اس سے لوحِ محفوظ کی ساری باتیں ملاحظہ فرماتے ہیں۔
(فتح الباری جلد ۱۶ صفحہ ۲۱)

حضرت علامہ زرقانی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ التوفی ۱۱۲۲ ہجری)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک اندھیری رات میں جب کہ بارش بھی ہو رہی تھی کافی دیر تک حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر رہے۔ جب انہوں نے جانے کا ارادہ کیا تو رسولِ اکرم ﷺ نے ان کو کھجور کی ایک شاخ عطا

کی اور فرمایا۔

اِنْطَلِقْ بِہٖ فَاِنَّہٗ سَیُضِیْءُ لَکَ مِنْ بَیْنِ یَدَیْکَ عَشْرًا وَّ مِنْ خَلْفِکَ عَشْرًا فَاِذَا دَخَلْتَ بَیْتَکَ فَسَتَرٰی سَوَادًا فَاضْرِبْہُ حَتّٰی یَخْرُجَ فَاِنَّہُ الشَّیْطَانُ فَانْطَلَقَ فَاَضَاءَ لَہُ الْعُرْجُوْنُ حَتّٰی دَخَلَ بَیْتَہٗ وَوَجَدَ السَّوَادَ فَضَرَبَہٗ حَتّٰی خَرَجَ.

ترجمہ: اس کو لے جاؤ! یہ دس ہاتھ تمہارے آگے اور دس ہاتھ تمہارے پیچھے اجالا کرے گی اور جب تم اپنے گھر میں داخل ہوگے تو ایک سیاہی دیکھو گے۔ اس کو اتنا مارنا کہ وہ نکل جائے۔ اس لئے کہ وہ شیطان ہے۔ جب حضرت قتادہ وہاں سے چلے تو وہ شاخ ان کے لئے روشن ہوگئی۔ یہاں تک کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہوئے اور انہوں نے اس سیاہی کو پالیا تو اسے اتنا مارا کہ وہ نکل گئی۔ (زرقانی علی المواہب جلد۵ صفحہ۱۹۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَاِلٰی مَا ھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا کے پردے اٹھا دیئے ہیں تو میں دنیا کو اور جو کچھ بھی اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھتا ہوں جیسے کہ اپنی اس ہتھیلی کو۔ (زرقانی علی المواہب جلد ۷ صفحہ۲۳۴)

رسول اکرم ﷺ کا برسات کی اندھیری رات میں حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر جو شیطان تھا اس کو اپنے یہاں سے دیکھنا اور یہ ارشاد فرمانا کہ میں قیامت تک ہونے والے واقعات کو اپنی ہتھیلی کی طرح دیکھتا ہوں۔ سب غیب کی باتیں ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضرت علامہ زرقانی علیہ الرحمۃ والرضوان کا بھی یہی اعتقاد ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کو علمِ غیب ہے۔ اسی لئے ایک دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں۔

قَدْ تَوَارَتِ الْاَخْبَارُ وَاتَّفَقَتْ مَعَانِیْھَا عَلٰی اِطِّلَاعِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الْغَیْبِ.

بلاشبہ متواتر حدیثیں اور ان کے معانی اس بات پر متفق ہیں کہ حضور ﷺ غیب پر مطلع ہیں۔
(زرقانی علی المواہب جلد ۷ صفحہ۱۹۸)

حضرت ملا علی قاری کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ المتوفی ۱۰۱۴ ہجری)

حضرت امام دارمی کے بیان عقیدہ میں پہلی حدیث جو لکھی گئی ہے اس کے تحت حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

قَالَ ابْنُ حَجَرٍ اَیْ جَمِیْعِ الْکَائِنَاتِ الَّتِیْ فِی السَّمٰوٰتِ بَلْ وَمَا فَوْقَھَا وَالْاَرْضِ هِیَ بِمَعْنَی الْجِنْسِ اَیْ جَمِیْعَ مَا فِی الْاَرْضِیْنَ السَّبْعِ بَلْ وَمَا تَحْتَھَا.

ترجمہ: حضرت علامہ ابن حجر نے فرمایا یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آسمانوں بلکہ ان سے بھی اوپر کی تمام کائنات کو جان لیا اور ارض بمعنی جنس ہے۔ یعنی وہ تمام چیزیں جو ساتوں زمینوں بلکہ ان سے بھی نیچے ہیں۔ حضور ﷺ کو معلوم ہو گئیں۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۴۶۳)

اور تحریر فرماتے ہیں۔

عِلْمُهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ مُحِیْطٌ بِالْکُلِّیَاتِ وَالْجُزْئِیَاتِ مِنَ الْکَائِنَاتِ وَ غَیْرِهَا.

حضور ﷺ کا علم کلی اور جزئی تمام واقعات کو گھیرے ہوئے۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۱۶۲)

اِذَا تَنَوَّرَ الرُّوْحُ الْقُدْسِیَّةَ وَازْدَادَ نُوْرِیَّتُھَا وَاَشْرَقَھَا بِالْاِعْرَاضِ عَنْ ظُلْمَةِ عَالَمِ الْحِسِّ وَ تَخْلِیَةِ الْقَلْبِ عَنْ صَدْءِ الطَّبِیْعَةِ وَالْمُوَاظِبَةِ عَلَی الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ وَفَیْضَانِ الْاَنْوَارِ الْاِلٰهِیَّةِ حَتّٰی یَقْوِیَ النُّوْرُ وَیَنْبَسِطَ فَضَاءُ قَلْبِهٖ فَتَنْعَکِسُ فِیْهِ النُّقُوْشُ الْمُرْتَسِمَةُ فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ وَیَطَّلِعُ عَلَی الْمُغَیِّبَاتِ وَیَتَصَرَّفُ فِیْ اَجْسَامِ الْعَالَمِ السُّفْلِیِّ بَلْ یَتَجَلّٰی حِیْنَئِذٍ نَا الْفَیَّاضُ الْاَقْدَسُ بِمَعْرِفَةِ الَّتِیْ هِیَ الشَّرَفُ الْعَطَایَا فَکَیْفَ بِغَیْرِهَا.

ترجمہ: جب روح قدسیہ منور ہو جاتی ہے اور عالم حس کی ظلمت سے اعراض کرنے، آئینۂ دل کو طبیعت کے زنگ سے صاف کرنے، علم و عمل پر مواظبت کرنے اور فیضان انوار الٰہیہ کی وجہ سے یہ نور اور زیادہ قوی ہو کر فضائے قلب پر چھا جاتا ہے تو دل میں لوح محفوظ کے نقوش مرتسم ہو جاتے ہیں اور وہ غیب کی باتوں پر مطلع ہو جاتا ہے اور عالم سفلی کے اجسام میں تصرف کرتا ہے بلکہ اس کے دل پر خدا تعالیٰ کی تجلیات وارد ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اس معرفت کے سبب جو اشرف العطایا ہے تو اس سے اور

کوئی چیز کیسے پوشیدہ رہ سکتی ہے۔ (مرقاۃ مشکوٰۃ جلدا صفحہ ۶۲)

ان تحریروں سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ غیب داں ہیں، وہ آسمانوں اور زمینوں کی ساری باتیں جانتے ہیں اور ان کا علم تمام کلیات و جزئیات کو گھیرے ہوئے ہے بلکہ ہر وہ نفوس قدسیہ جن پر انوارِ الٰہی کا فیضان ہوتا ہے ان لوگوں کے دل میں لوح محفوظ کی باتیں منعکس ہوتی ہیں اور وہ بھی غیب داں ہو جاتے ہیں۔

اور حضرت ملا علی قاری تحریر فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن علی مصرون تمیمی شافعی بیان کرتے ہیں کہ میں تحصیلِ علم کے لئے بغداد آیا اور مدرسہ نظامیہ میں داخلہ لیا۔ ابن سقا میرا ہم جماعت اور ہم سبق تھا۔ ہم دونوں عبادت کرتے اور اہل اللہ کی زیارت کے لئے نکل جاتے۔ بغداد میں ایک شخص کے متعلق مشہور تھا کہ وہ غوثِ وقت ہے اور جب چاہتا ہے ظاہر ہوتا ہے اور جب چاہتا ہے، غائب ہو جاتا ہے۔ ایک دن میں ابن السقاء اور نوعمری کے زمانہ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اس غوث کی زیارت کو گئے۔ راستہ میں ابن السقاء نے کہا آج میں ان میں سے ایک ایسا علمی مسئلہ پوچھوں گا جس کا وہ جواب نہیں دے سکیں گے۔ میں نے کہا میں بھی ایک مسئلہ پوچھوں گا دیکھیئے اس کا جواب دیتے ہیں اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا معاذ اللہ میں تو ان سے کوئی مسئلہ نہیں پوچھوں گا بلکہ مجلس میں بیٹھ کر فیضِ زیارت اور فیض صحبت ہی حاصل کروں گا۔

جب ہم تینوں ان کے مکان پر پہنچے تو دیکھا کہ وہ اپنی جگہ پر موجود نہیں ہیں۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد ان کو وہاں بیٹھے پایا۔ انہوں نے ابن السقاء کو قہر آلود نگاہوں سے دیکھا اور غصہ سے فرمایا اے ابن السقاء خدا تیرا بھلا نہ کرے۔ تو مجھ سے وہ مسئلہ پوچھے گا جس کا مجھے جواب نہ آئے۔ کان کھول کر سُن! تیرا مسئلہ یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے۔ بیشک میں تجھ میں کفر کی بھڑکتی ہوئی آگ دیکھ رہا ہوں۔ اس کے بعد انہوں نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے عبداللہ! تم مجھ سے مسئلہ پوچھو گے کہ دیکھو میں کیا جواب دیتا ہوں۔ تمہارا مسئلہ یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے۔ تمہاری بے ادبی کے سبب دنیا تم پر اتنا گوبر کرے گی کہ کان کی لَو تک تم اس میں ڈوب جاؤ گے۔ پھر حضرت عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے قریب بیٹھا کر بہت احترام کیا اور فرمایا اے عبدالقادر تم نے ادب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کو راضی کر لیا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ بغداد میں کرسی وعظ پر تشریف لے گئے اور فرما رہے ہیں۔ قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ كُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ ۔ "یعنی میرا پاؤں کل ولی اللہ کی گردن پر" اور میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ اس وقت کے کل ولی اللہ، آپ کی عظمت کا اعتراف کریں گے اور اپنی گردنوں کو جھکا دیں گے۔ وہ غوث یہ فرما کر ہماری نگاہوں سے غائب ہو گئے۔ پھر ہم نے انہیں نہیں دیکھا۔

اس واقعہ کے بعد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں قربِ الٰہی کے آثار ظاہر ہونے لگے اور عوام جوق در جوق آپ کے پاس آنے لگے اور میں نے آپ کا اعلان اپنی زندگی میں سنا جب وقت کے سارے ولیوں نے گردنیں جھکا دی تھیں اور ابن السقاء علومِ شرعیہ میں ایسا مستغرق ہوا کہ وقت کے اکثر فقیہ اور علماء اس کی قابلیت کا لوہا ماننے لگے۔ وہ علمِ مناظرہ میں اس قدر حاوی تھا کہ اپنے مدِ مقابل کو چپ کرا دیتا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ فصاحت اور وقار میں مشہورِ زمانہ ہو گیا۔ عباسی خلیفہ نے اسے خاص اپنے مصاحبوں میں داخل کر لیا اور شہنشاہِ روم کی طرف اسے سفیر بنا کر بھیجا، جہاں اس نے شاہی دربار میں عیسائیوں کے پادریوں کو ایک مناظرہ میں چپ کرا دیا۔ بادشاہ کے دل میں اس کی قدر اور بڑھ گئی۔ ایک دن وہ بادشاہِ روم کی جوان سال حسین لڑکی کو دیکھ کر دل دے بیٹھا۔ بادشاہ سے نکاح کی درخواست کی اس نے کہا اگر تم عیسائیت قبول کر لو تو مجھے کوئی عذر نہیں۔ تو ابن السقاء اسلام سے دست بردار ہو کر عیسائی بن گیا۔ اب اسے بغداد کے غوث کا کلام یاد آیا کہ یہ سارا قصہ ان کی بددعا کا نتیجہ ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ اور میں دمشق میں آیا۔ سلطان نور الدین شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھے محکمۂ اوقاف کا سربراہ مقرر کر دیا اور دنیا میری طرف بکثرت آئی۔ (نزہۃ الخاطر الفاتر اردو صفحہ ۸۲)

راستہ میں ہر ایک کی کہی ہوئی بات کو بزرگ کا جان لینا اور ہر ایک کے بارے میں آئندہ کی حالتوں کو واضح طور پر بتانا علمِ غیب ہے تو حضرت ملا علی قاری نے اس واقعہ کو اپنی کتاب میں لکھ کر ثابت کر دیا کہ اولیاء اللہ کو بھی علمِ غیب ہوتا ہے۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ المتوفی ۱۰۵۲ ہجری)

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۷۰ پر ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب دانائے غیوب ﷺ نے فرمایا فَعَلِمْتُ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ یعنی میں نے ان تمام چیزوں کو جان لیا جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں۔

حضرت شیخ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔

ایں عبارت است از حصول تمامۂ علوم جزوی وکلی واحاطۂ آں۔

ترجمہ: حضور ﷺ کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو تمام جزوی وکلی علوم حاصل ہو گئے اور آپ نے ان کا احاطہ کر لیا۔ (اشعۃ اللمعات جلد ۱ صفحہ ۳۳۳)

اور تحریر فرماتے ہیں۔

وے مصطفیٰ ﷺ دانا ست بہمہ چیز از شیونات ذات الٰہی و احکام صفات حق و اسماء و افعال و آثار و بجمیع علوم ظاہر و باطن و اول و آخر احاطہ نمودہ و مصداق فَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ شد۔

ترجمہ: پیارے مصطفیٰ ﷺ تمام چیزوں کے جاننے والے ہیں۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی شانوں، اس کی صفتوں کے احکام اسماء افعال، آثار اور تمام علوم اول و آخر اور ظاہر و باطن کا احاطہ فرمالیا ہے اور آپ ﷺ فَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ کے مصداق ہوئے۔ (مدارج النبوۃ جلد ۱ صفحہ ۳)

اور حضور ﷺ کے ذکر فضائل میں تحریر فرماتے ہیں۔

از زمانِ آدم تا نفخۂ اولیٰ بروئے علیہ السلام منکشف ساختند تا ہمہ احوال او را از اول و آخر معلوم گردد و یاران خود را نیز از بعضے احوال خبر داد۔

ترجمہ: حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صور پھونکنے تک سب حضور ﷺ پر ظاہر فرمادیا تاکہ اول سے آخر تک تمام احوال آپ کو معلوم ہو جائیں اور حضور ﷺ نے بعض حالتوں کی خبر اپنے صحابہ کو بھی دی۔ (مدارج النبوۃ جلد ۱ صفحہ ۱۴۴)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان تحریروں سے اپنا عقیدہ واضح کر دیا کہ حضور سیدِ عالم ﷺ ایسے غیب داں ہیں کہ انہیں جزوی و کلی تمام علوم حاصل ہیں اور وہ اول و آخر اور ظاہر و باطن کل علوم کا احاطہ فرمائے ہوئے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ التوفی ۱۱۷۶ ہجری)

حضرت شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

فَاضَ عَلَيَّ مِنْ جَنَابِهِ الْمُقَدَّسِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفِيَّةُ تَرَقِّي الْعَبْدِ مِنْ حَيِّزِهٖ اِلٰى حَيِّزِ الْقُدُسِ فَتَجَلّٰى لَهٗ كُلُّ شَيْءٍ.

ترجمہ: مجھ پر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہِ اقدس سے فائض ہوا کہ بندہ کیسے اپنی جگہ سے ترقی کرتا ہے کہ ہر چیز اس پر روشن ہو جاتی ہے۔ (فیوض الحرمین صفحہ ۵۹)

اور یہی شاہ صاحب لکھتے ہیں۔

اَلْعَارِفُ يَنْجَذِبُ اِلٰى حَيِّزِ الْحَقِّ فَيَصِيْرُ عِنْدَاللّٰهِ فَتَجَلّٰى لَهٗ كُلُّ شَيْءٍ.

عارف مقامِ حق تک کھنچ کر بارگاہِ قرب میں ہوتا ہے تو ہر چیز اس پر روشن ہو جاتی ہے۔
(فیوض الحرمین صفحہ ۵۹)

ان عبارتوں سے ظاہر ہوا کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ تو بہت ہی ارفع و اعلیٰ اور بلند و بالا ہے۔ عام لوگوں میں سے جب کوئی بندہ اپنی جگہ سے ترقی کر کے بارگاہِ خداوندی کے قریب ہو جاتا ہے تو اس پر ہر چیز روشن ہو جاتی ہے اور وہ غیب جاننے والا ہو جاتا ہے۔

اس قسم کی بہت سی عبارتیں ان کی تصنیفات میں پائی جاتی ہیں۔ ان کے علاوہ انہوں نے ایسے بے شمار واقعات لکھے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اولیائے کرام غیب داں ہوتے ہیں اور پوشیدہ باتوں کو جانتے ہیں۔ ان میں سے چند واقعات درج ذیل ہیں۔

آپ لکھتے ہیں کہ میرے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ایک دن عصر کے وقت میں مراقبہ میں تھا کہ غیبت کی کیفیت طاری ہوگئی۔ میرے لئے اس وقت کو چالیس ہزار برس کے برابر وسیع کر دیا گیا اور اس مدت میں آغازِ آفرینش سے روزِ قیامت تک پیدا ہونے والی مخلوق کے احوال و آثار کو مجھ پر ظاہر کر دیا گیا۔ (انفاس العارفین اردو صفحہ ۹۵)

اور شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت والد ماجد ایک دفعہ شیخ عبدالقدوس کے گھر گئے تو انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا کہ حضرت کی خدمت میں شربتِ گلاب پیش کرو۔ وہاں دو بوتلیں رکھی تھیں۔ لڑکے نے بڑی بوتل چھوڑ دی اور چھوٹی لا کر پیش کی۔ حضرت والد ماجد نے ہنستے ہوئے فرمایا کہ بیٹے! بڑی بوتل کیوں چھوڑ آئے ہو وہ بھی لے آؤ۔ (انفاس العارفین اردو صفحہ ۱۲۵)

اور شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ والد ماجد فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ میرے والد ماجد (یعنی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے دادا) کسی دور دراز کے سفر سے آئے ہوئے تھے اور ارادہ یہ تھا کہ شہر سے باہر ہی باہر کسی دوسرے سفر پر چلے جائیں۔ مجھے طلب فرمایا۔ میں زیارت کے لئے چل پڑا۔ راستے میں میرا گزر ایک بارونق باغ سے ہوا۔ میں اس میں سیر و تفریح کرنے لگا۔ اس میں ایک درخت تھا جس کی شاخیں زمین سے لگی ہوئی تھیں۔ ان شاخوں کی اوٹ میں ایک مغلائی صورت کا مجذوب بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی آواز دی کہ دوست اِدھر آؤ! کچھ دیر ہمارے ساتھ بھی بیٹھو! میں جا کر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے سلوک و مجاہدات کی باتیں شروع کر دیں۔ ان باتوں میں سے ایک یہ بھی بتائی کہ میں آغازِ سلوک میں ایک پہر بلکہ اس سے بھی زیادہ حبس دم کرتا تھا۔

یہ مجذوب بظاہر مولانا قاضی قدس سرہٗ کے سلسلے سے نسبت رکھتا تھا۔ اسی اثناء میں کہنے لگا کہ تمہارے ساتھ فلاں کھانا ہے اس میں سے تھوڑا میرے لئے منگواؤ۔ میں نے منگوا دیا تو انہوں نے

کھایا۔ پھر کہنے لگے۔ تمہاری جیب میں اس قدر پیسے ہیں۔ مجھے ان میں سے ایک سکے کی ضرورت ہے تاکہ حجام کو دے کر سر اور داڑھی کی اصلاح کرا سکوں۔ میں نے پیسے ان کے سامنے رکھ دیئے اور چل پڑا۔ (انفاس العارفین اردو صفحہ ۸۴)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ حرمین شریفین میں ایک ایسا شخص مقیم تھا جسے حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کلاہ مبارک تبرکاً سلسلہ وار اپنے آباء واجداد سے ملی ہوئی تھی۔ جس کی برکت سے وہ شخص حرمین شریفین کے علاقے میں عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور شہرت کی بلندیوں پر فائز تھا۔ ایک رات حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو (کشف میں) اپنے سامنے موجود پایا جو فرما رہے، تھے کہ یہ کلاہ ابوالقاسم اکبرآبادی کو دے دو۔ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان سن کر اس شخص کے دل میں آیا کہ اس بزرگ کی تخصیص یقیناً کوئی سبب رکھتی ہے۔ چنانچہ امتحان کی نیت سے کلاہ مبارک کے ساتھ ایک قیمتی جُبہ بھی شامل کر لیا اور پوچھ گچھ کرتے ہوئے حضرت خلیفہ ابوالقاسم کی خدمت میں جا پہنچا اور ان سے کہا یہ دونوں تبرک حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہیں اور انہوں نے مجھے خواب میں حکم دیا ہے کہ یہ تبرکات ابوالقاسم اکبرآبادی کو دے دو۔ یہ کہہ کر تبرکات ان کے سامنے رکھ دیئے۔ خلیفہ ابوالقاسم نے تبرکات قبول فرما کر انتہائی مسرّت کا اظہار کیا۔ اس شخص نے کہا یہ تبرک بہت بڑے بزرگ کی طرف سے عطا ہوئے ہیں۔ لہٰذا اس کے شکریے میں ایک بڑی دعوت کا انتظام کر کے رؤسائے شہر کو مدعو کیجئے۔ حضرت خلیفہ نے فرمایا کل تشریف لانا۔ ہم کافی مقدار میں سارا کھانا تیار کرائیں گے۔ آپ جس جس کو چاہیں بلا لیجئے۔

دوسرے روز علی الصبح وہ درویش رؤسائے شہر کے ساتھ آیا۔ دعوت تناول کی اور فاتحہ پڑھی۔ فراغت کے بعد لوگوں نے پوچھا کہ آپ تو متوکل ہیں۔ ظاہری سامان کچھ بھی نہیں رکھتے۔ اس قدر کھانا کہاں سے مہیا فرمایا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ اس قیمتی جبے کو بیچ کر ضروری چیزیں خریدی ہیں۔ یہ سن کر وہ شخص چیخ اٹھا کہ میں نے اس فقیر کو اہل اللہ سمجھا تھا مگر یہ تو مکار ثابت ہوا۔ ایسے تبرکات کی اس نے قدر نہیں کی۔ آپ نے فرمایا چپ رہو! جو چیز تبرک تھی وہ میں نے محفوظ کر لی ہے اور جو سامانِ امتحان تھا ہم نے اسے بیچ کر دعوتِ شکرانہ کا انتظام کر ڈالا۔ یہ سُن کر وہ شخص متنبہ ہو گیا اور اس نے تمام اہلِ مجلس پر ساری حقیقتِ حال کھول دی۔ جس پر سب نے کہا الحمد للہ تبرک اپنے مستحق تک پہنچ گیا۔ (انفاس العارفین اردو صفحہ ۸۷)

اور حضرت شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ محمد فاضل کی دختر ''شریفہ خاتون'' کم سنی کے باوجود حضرت والا (یعنی حضرت شاہ عبدالرحیم) کی نورانیت کا عکس قبول کر چکی تھی۔ ایک رات حضرت والا محمد فاضل کے گھر جا رہے تھے کہ راستے میں آپ کے ہاتھ سے تسبیح گر گئی۔ شریفہ نے کہا

میں دیکھ رہی ہوں کہ تسبیح فلاں جگہ گری ہوئی ہے۔ چراغ لے جا کر دیکھا تو تسبیح وہیں پڑی تھی۔

اور ایک دن شریفہ اپنے گھر میں کہنے لگی کہ حضرت والا ہمارے گھر تشریف لا رہے ہیں اور فُلاں کھانا کی خواہش رکھتے ہیں۔ چنانچہ وہ کھانا تیار کیا گیا اور حضرت والا سے دریافت کیا گیا تو آپ نے شریفہ کی باتوں کی تصدیق فرمائی۔ (انفاس العارفین اردو صفحہ ۱۴۷)

اور ایک دن شریفہ اپنے گھر میں تھی۔ حضرت والا بھی وہیں تھے۔ کہنے لگی فتح محمد ہمارے گھر کا ارادہ کر رہا ہے۔ پھر کہا۔ اب راستہ میں کھڑا کسی سے بات کر رہا ہے۔ وہ خود دھوپ میں ہے اور دوسرا آدمی سایے میں کھڑا ہے۔ پھر کہنے لگی۔ اب اس نے تین نارنگیاں خریدی ہیں۔ دو اپنے دو بیٹوں کے لئے اور ایک حضرت والا کے لئے۔ پھر کہا اب اس کی نیت بدل گئی ہے۔ دو حضرت والا کے لئے اور ایک دونوں بیٹوں کے لئے نامزد کر دی ہیں۔ پھر کہنے لگی اب وہ دروازے پر کھڑا ہے۔ فتح محمد کے پہنچنے پر شریفہ کی ساری باتوں کی تصدیق ہو گئی۔ (انفاس العارفین اردو صفحہ ۱۴۸)

حضرت شاہ عبدالرحیم پر ابتدائے آفرینش سے قیامت تک پیدا ہونے والی مخلوق کے احوال کا ظاہر ہونا، شیخ عبدالقدوس کے لڑکے سے ان کا یہ فرمانا کہ بڑی بوتل کیوں چھوڑ آئے ہو، مجذوب کا ان سے یہ کہنا کہ تمہارے ساتھ فلاں کھانا ہے اور تمہاری جیب میں اس قدر پیسے ہیں، حضرت ابوالقاسم کا سامانِ امتحان کو جان لینا اور شریفہ خاتون کو گھر میں بیٹھے ہوئے باہر کی باتوں کا علم ہونا اور دلوں کے خیالات سے واقف ہونا سب غیب کی باتیں ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان سارے واقعات کو لکھ کر اپنا یہ عقیدہ روزِ روشن کی طرح ثابت کر دیا کہ انبیاء تو انبیاء ہیں اولیاء اللہ بھی غیب جانتے ہیں۔

اور حضرت شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ میرے چچا حضرت شیخ ابوالرضا محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک خادم کسی بری عادت میں مبتلا تھا۔ آپ نے اسے اشاروں کنایوں میں کئی بار تنبیہ فرمائی۔ مگر وہ اپنی حرکت سے باز نہیں نیا۔ بالآخر حضرت شیخ نے اسے تنہائی میں بلا کر کہا کہ تجھے بارہا اشاروں کنایوں میں سمجھایا مگر تو نے کوئی پرواہ نہیں کی۔ تو شاید سمجھتا ہے کہ ہم تیرے کرتوتوں سے بے خبر ہیں۔ خدا کی قسم اگر زمین کے نچلے طبقے میں رہنے والی کسی چیونٹی کے دل میں بھی سو خیالات آئیں تو ان میں سے ننانویں خیالات کو میں جانتا ہوں اور اللہ تعالیٰ اس کے سو کے سو خیالات سے باخبر ہیں۔ یہ سن کر خادم نے اپنی برائی سے توبہ کی۔ (انفاس العارفین صفحہ ۲۰۵)

اور حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ حافظ عنایت اللہ نے بیان کیا کہ ایک فارغ التحصیل عالم بحث و تکرار سے بہت دلچسپی رکھتا تھا۔ ایک دن مجھ سے کہنے لگا کہ میں شہر دہلی کے تمام فاضل علماء کو مغلوب کر چکا ہوں۔ میں نے کہا کبھی حضرت شیخ ابوالرضا محمد کی مجلس میں حاضر ہو کر ان کی زیارت کا

بھی شرف حاصل ہے؟ کہنے لگا سنا ہے کہ وہ عوام کو تفسیر حسینی پڑھ کر سناتے اور اسی سے وعظ کہتے ہیں۔ وہ کوئی صاحب فضیلت نہیں ہیں۔ میں نے کہا نہیں ایسا مت کہو! بلکہ ان کی زیارت کروتا کہ ان کا کمال علم اور سیرت تم پر واضح ہو سکے۔

اگلے جمعہ وہ مجلسِ وعظ میں آیا اور اس کے دل میں یہ خیال گزرا کہ مناظرہ کرے۔ حضرت شیخ نے اس کے خیالات سے مطلع ہو کر تاثیر کے ذریعے اس کا علم سلب کر لیا۔ یہاں تک کہ صرف ونحو کا بھی کوئی قاعدہ اس کے ذہن میں نہیں رہ گیا اور آپ کا کلام سمجھنے سے عاجز ہو گیا۔ سمجھ گیا کہ یہ حالت حضرت شیخ کے تصرف سے واقع ہوئی ہے۔ نادم ہوا توبہ کی اور خلوصِ دل کے ساتھ حضرت کی خدمت میں گریہ وزاری کی۔ حضرت نے اسے سارا علم واپس کر دیا اور پہلی حالت بحال کر دی۔ اس نے اظہارِ نیازمندی کیا۔ آپ نے فرمایا میں عالم نہیں ہوں صرف تفسیر حسینی سے عوام کو نصیحت کرتا ہوں۔ (انفاس العارفین صفحہ ۲۰۶)

اور حضرت شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ ابوالرضا محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے معتقدین کی ایک جماعت نے بیان کیا کہ ہم لوگ آپ کی خدمت میں تصوف وعرفان کے بارے میں کثرت سے زبان پر سوالات نہیں لاتے تھے بلکہ اپنے اپنے سوالات دلوں میں لے کر بیٹھ جاتے تھے۔ جب بھی کسی کے دل میں کوئی شبہ، سوال یا خیال وارد ہوتا تو آپ اس سے مخاطب ہو کر فوراً جواب دیتے۔ پھر بھی اگر شک باقی رہتا تو دوبارہ جواب دیتے۔ یہاں تک کہ سائل مطمئن ہو جاتا۔
(انفاس العارفین صفحہ ۲۰۷)

اور حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ سید عمر حصاری نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دن حضرت شیخ ابوالرضا محمد قدس سرہٗ ملیح رنگ کی خوبصورت چادر اوڑھے ہوئے ہرن کی خوشنما کھال پر تشریف فرما تھے۔ وہ چادر اور کھال میرے دل میں کھپ گئی۔ ویسی چادر اور کھال کی تلاش کا شوق میرے دل میں پیدا ہوا۔ اس خیال کو جس قدر جھٹکتا دور نہ ہوتا۔ حضرت والا جب مجلس سے اٹھے تو مجھے فرمایا کہ بیٹھو تم سے ایک کام ہے۔ پھر اس کھال پر شیرینی کے کچھ دھبے لگے ہوئے تھے۔ انہیں اپنے ہاتھ سے دھویا اور چادر و ہرن کی کھال کو تہ کر کے اپنے ہاتھ سے مجھے دے دیا اور فرمایا اولیاء کی مجلسوں میں ایسے خیالات دل میں نہیں لانا چاہیئے۔ (انفاس العارفین صفحہ ۲۰۳)

ان واقعات سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ عقیدہ معلوم ہوا کہ اولیائے کرام دل کے خطرات، اس کے خیالات اور اس کی کیفیات سے بھی آگاہ ہوتے ہیں۔ اگر ان کا یہ عقیدہ نہ ہوتا تو ان واقعات کو اپنی کتاب میں وہ ہرگز شامل نہ کرتے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ التوفی ۱۲۳۹ ہجری)

آپ تحریر فرماتے ہیں۔

رسول علیہ السلام مطلع ست بہ نور نبوت بردین ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ؟ وحقیقتِ ایمان او چیست؟ وحجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام ست؟ پس او می شناسد گناہان شمارا ودرجات ایمان شمارا واعمال بد ونیک شمار واخلاص ونفاق شمارا۔ لہٰذا شہادت او بحکم شرح درحق امت مقبول وواجب العمل ست۔

ترجمہ: رسول اکرم ﷺ اپنے نور نبوت سے ہر دیندار کے دین کو جانتے ہیں کہ دین کے کس درجہ میں ہے؟ اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ اور کون سا حجاب اس کی ترقی میں مانع ہے۔ لہٰذا حضور ﷺ تمہارے گناہوں کو، تمہارے ایمانی درجات کو، تمہارے نیک وبداعمال کو اور تمہارے اخلاص ونفاق کو جانتے پہچانتے ہیں۔ اس لئے ان کی گواہی بحکم شرع امت کے حق میں قبول اور واجب العمل ہے۔ (تفسیر عزیزی جلد ا صفحہ ۲۳۶)

اور حضرت شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

اطلاع بر لوحِ محفوظ ودیدن نقوش نیز از بعضے اولیاء بتواتر منقول ست۔

ترجمہ: لوحِ محفوظ پر مطلع ہونا اور اس میں جو کچھ لکھا ہے اس کا مطالعہ کرنا بھی بعض اولیاء سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ (تفسیر عزیزی جلد ا صفحہ ۲۳۶)

ان تحریروں سے معلوم ہوا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ سرکارِ اقدس ﷺ کو علمِ غیب ہے۔ وہ اپنی امت کے اچھے برے اعمال کو ملاحظہ فرماتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کے اخلاص ونفاق سے آگاہ ہیں بلکہ ان کے نزدیک اولیائے کرام بھی غیب داں ہیں۔ اس لئے کہ لوحِ محفوظ ان کی نگاہوں کے سامنے ہے اور اس میں مَا کَانَ وَ مَا یَکُوْنُ جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا سب لکھا ہے۔ (تفسیرِ خازن)

حضرت علامہ نبہانی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ التوفی ۱۳۵۰ ہجری)

امام المحدثین عاشقِ رسول حضرت علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جامع العلوم تھے۔ ان کو بیک وقت امام رازی، علامہ جامی، علامہ رومی، علامہ سیوطی اور شیخ محدث دہلوی کا مجموعہ کہا

جاسکتا ہے۔آپ نے چھوٹی بڑی پچاس سے زیادہ کتابیں لکھی ہیں۔اب علمِ غیب کے متعلق واقعات کی روشنی میں ان کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ علاقہ حرض کے رہنے والے دو بھائی عواجہ گاؤں میں آئے۔گاؤں کے قریب پہنچے تو حضرت محمد بن کبیر حکمی یمنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۶۱۷ ہجری) کی خوبیوں کا چرچا سنا، مگر انہیں سچ نہ سمجھا۔کافی عرصہ عواجہ میں قیام کے بعد انہیں پتہ چلا کہ ان کا باپ بیمار ہو گیا ہے۔ان لوگوں نے واپسی کا پروگرام بنایا۔اب حضرت شیخ کی خدمت میں حاضری دی تاکہ ان کی کیفیت و حالت کو بھی معلوم کرسکیں۔حضرت شیخ کے پاس آکر والد کی بیماری اور اپنی واپسی کی اطلاع دی۔حضرت شیخ نے ان کی بات سن کر ارشاد فرمایا کہ جب تم گھر پہنچو گے جب باپ کی خدمت میں حاضری دو گے تو صبح کی نماز کے لئے وضو کرتا ہوا پاؤ گے۔وہ یک پاؤں دھو چکے ہوں گے اور دوسرا ابھی نہیں دھویا ہوگا۔وہ دونوں بھائی حضرت شیخ کو الوداع کہہ کر چلے گئے۔جب اپنے باپ کے پاس پہنچے تو وہی وقت تھا جو حضرت شیخ نے بتایا تھا اور وضو کی وہی حالت تھی جو انہوں نے ارشاد فرمائی تھی۔ان دونوں بھائیوں نے حضرت شیخ کی ساری ارشاد فرمودہ بات لوگوں کو بتا دی تو اس علاقہ میں بھی آپ کی بڑی شہرت ہو گئی۔ (جامع کراماتِ اولیاء صفحہ ۵۳۸)

اور آپ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت محمد بن ہارون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو مصر کے شہر سہنور کے رہنے والے تھے۔جب آپ کے پاس سے حضرت سیدی ابراہیم وسوقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے والد ماجد گزرتے تو آپ کھڑے ہو جاتے اور فرماتے کہ ان کے صلب میں ایک عظیم الشان ولی ہے جس کا شہرہ مشرق و مغرب میں پھیل جائے گا۔ (جامع کراماتِ اولیاء صفحہ ۵۵۸)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت محمد بن علی بن محمد صاحب مرباط رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۶۵۳ ہجری) نے بہت سے عجیب واقعات بتائے اور وہ اسی طرح ظہور پذیر ہوئے جس طرح آپ نے بتائے تھے۔آپ نے بغداد کے غرق ہونے کی اطلاع دے دی تھی تو ہوا یوں کہ دریائے دجلہ بپھر گیا اور شہر کی فصیل سے پانی اندر آ گیا، وزیر کا گھر تباہ ہو گیا، خلیفہ کا اسٹور بھی پانی کی نذر ہوا، تین سو تیں گھر دریا برد ہو گئے، گرنے والے مکانوں نے لاتعداد مخلوق کو پیس کر رکھ دیا اور بے قابو پانی نے بے شمار لوگوں کو نگل لیا۔یہ جمادی الاخریٰ ۶۵۴ ہجری کا واقعہ ہے۔آپ نے یہ بھی بتایا تھا کہ مسجد نبوی علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتسلیم جل جائے گی۔تو ۶۵۴ ہجری ماہِ رمضان کی پہلی تاریخوں میں ایسا ہوا۔آپ نے تاتاریوں کے حملے کی اطلاع بھی دے دی تھی۔یہ وہ حملہ تھا جس کی مثال اس گھومنے والے آسمان نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔اس میں سب قباحتیں اور ساری خباثتیں جمع ہو گئی تھیں۔خلیفہ ۶۵۶ ہجری میں قتل ہو گئے اور ہر طرف تاتاری چھا گئے۔یہ تینوں واقعات حضرت

شیخ کی وفات کے بعد وقوع پذیر ہوئے۔ آپ نے حضر موت میں شدید سیلاب کی بھی خبر دی تھی۔ یہ سیلاب بھی آیا۔ وادیاں امڈ پڑیں اور بہت سے شہر تباہی سے ہمکنار ہوئے۔ تقریباً چار سو آدمی موت کی نیند سو گئے۔ (جامع کراماتِ اولیاء صفحہ ۵۶۵)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ ابراہیم بطائحی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت شیخ محمد بن ابو بکر قوام علیہ الرحمۃ والرضوان (متوفی ۶۵۸ ہجری) حلب میں تشریف فرما تھے اور ہم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ فرمانے لگے میں اہلِ یمین کو اہلِ شمال (یعنی جنتیوں کو دوزخیوں) میں سے جانتا ہوں۔ اگر چاہوں کہ ان کے نام لوں تو نام لے سکتا ہوں، لیکن ہمیں اس کا حکم نہیں دیا گیا اور اس حق کو ہم خلق میں کھولنا نہیں چاہتے۔ (جامع کراماتِ اولیاء صفحہ ۵۶۶)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ ملک اسمٰعیل کروی کہتے ہیں کہ میرے پاس بکریاں تھیں جن کا ایک چرواہا بھی تھا۔ وہ ایک دن صبح انہیں چرانے نکلا، مگر عادت کے مطابق شام کو واپس نہیں آیا۔ تو میں اس کی تلاش میں نکلا، لیکن نہ تو وہ ملا اور نہ ہی اس کی کوئی خبر ملی۔ میں حضرت شیخ محمد بن ابو بکر قوام کی طرف گیا۔ آپ کو اپنے گھر کے دروازہ پر کھڑا پایا۔ مجھے دیکھتے ہی فرمانے لگے، بکریاں گم ہوگئی ہیں؟ میں نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا بارہ آدمیوں نے انہیں ہانک لیا ہے اور فلاں وادی میں چرواہے کو باندھ گئے ہیں اور میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ ان پر نیند مسلط کردے۔ میری دعا قبول ہوگئی ہے۔ آپ فلاں جگہ جائیں وہ سوئے ہوئے ہیں۔ بکریاں سب بیٹھی ہیں صرف ایک کھڑی ہے اور بچے کو دودھ پلا رہی تھی میں سب بکریوں کو اپنے گاؤں ہانک لایا۔
(جامع کراماتِ اولیاء صفحہ ۵۷۴)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ ایک جنازہ آیا اور شہر کے اکابر بھی جنازے کے ساتھ تھے۔ جب سب لوگ میت کو دفن کرنے کے لئے بیٹھ گئے تو قاضی، خطیب اور والیٔ شہر ایک گوشے میں بیٹھ گئے۔ حضرت شیخ محمد بن ابو بکر قوام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور آپ کے فقیر دوسرے گوشے میں بیٹھے ان کی گفتگو سن رہے تھے۔ قاضی اور والیٔ شہر کراماتِ اولیاء پر گفتگو کرتے ہوئے کہنے لگے کہ کرامات کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ خطیب نیک آدمی تھا۔ جب سب لوگ میت کے وارثوں کی طرف تعزیت کے لئے اکٹھے ہوئے تو کچھ لوگ حضرت شیخ کو سلام کرنے کے لئے بڑھے۔ حضرت نے فرمایا خطیب صاحب! میں آپ کو سلام نہیں کہتا۔ وہ کہنے لگے حضور! کیوں؟ فرمایا اس لئے کہ اولیاء کی جب غیبت کی جارہی تھی تو آپ نے تردید فرما کر اولیاء کی طرف سے دفاع نہیں کیا۔ آپ پھر قاضی اور والیٔ شہر کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے۔ آپ لوگ کراماتِ اولیاء کے منکر ہیں، بتائیں کہ آپ لوگوں کے پاؤں کے نیچے زمین میں کیا ہے؟ دونوں بولے ہمیں کچھ پتہ نہیں۔ فرمایا آپ لوگوں کے پاؤں کے

نیچے پانچ سیڑھیوں والا غار ہے جس میں ایک شخص اپنی بیوی سمیت دفن کیا گیا ہے۔اب وہ قبر میں کھڑے ہوکر مجھ سے بات کرتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ تقریباً ہزار سال پہلے میں ان شہروں کا بادشاہ تھا۔وہ غار میں تخت پر ہے اور اس کی بیوی بھی تخت پر ہے۔ہم یہاں سے جگہ کھودے بغیر نہیں ہٹیں گے۔مزدور بلایا گیا اور لوگوں کی موجودگی میں جگہ کھودی گئی تو شیخ کے ارشاد کے مطابق سب کچھ موجود تھا۔غار اب تک کھلا ہوا ہے اور حلب کی ایک سمت میں دیکھا جا سکتا ہے۔ (جامع کرامات اولیاء صفحہ ۵۷۶)

دو شخصوں کو یہ بتانا کہ جب تم لوگ گھر پہنچو گے تو اپنے باپ کو وضو کرتا ہوا پاؤ گے اس حالت میں کہ ایک پاؤں دھو چکا ہوگا، دوسرا دھونا باقی ہوگا، باپ کی صلب میں عظیم الشان ولی کو دیکھ لینا، بغداد کے غرق ہونے، مسجدِ نبوی شریف میں آگ لگنے، تاتاریوں کے حملہ کرنے اور حضر موت میں سیلاب کے آنے کی بہت پہلے خبر دینا، جنتی اور دوزخی کو جاننا، چرواہا اور بکریوں کے بارے میں خبر دینا کہ وہ کہاں پر کس حالت میں ہیں اور یہ بتانا کہ زمین کے نیچے کیا ہے؟ سب علم غیب ہے۔

حضرت علامہ نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان سارے واقعات کو اپنی کتاب میں لکھ کر ثابت کر دیا کہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اولیائے کرام کو بھی علمِ غیب عطا فرماتا ہے۔

اور تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ امام شمس الدین خابوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ میں حلب کے مدرسہ سلطانیہ کے عالموں کے پاس حضرت شیخ محمد بن ابوبکر قوام علیہ الرحمۃ والرضوان کا اکثر ذکر خیر کیا کرتا تھا۔وہ کہنے لگے۔ہم آپ کے ساتھ حضرت سے ملنے چلیں گے اور ان سے فقہ و تفسیر وغیرہ کے مسائل پوچھیں گے۔ہم سب آپ کی زیارت کا پروگرام بنا کر چلنے ہی والے تھے کہ ایک فقیر آیا اور کہا کہ حضرت شیخ آپ کو طلب فرما رہے ہیں۔میں نے اس سے پوچھا۔آپ کہاں تشریف فرما ہیں؟ اس نے جواب دیا حضرت شیخ ابوالفتح کتانی کی خانقاہ میں ہیں جو آپ کے مرید ہیں۔میں عالموں کی ایک جماعت کے ساتھ زیارت کے لئے نکلا۔جب ہم آپ کی خدمت میں پہنچے تو شیخ محمد عقیبی نے مجھ سے کہا ان عالموں کا کیا معاملہ ہے؟ میں نے کہا حضرت شیخ کی زیارت اور سلام کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔وہ کہنے لگے یہ عجیب واقعہ پیش آیا ہے۔میں نے کہا کیا ہوا ہے؟ وہ کہنے لگے کہ حضرت شیخ نے ان عالموں کو لگام لگا دی ہے اور آپ کا سِرّ (بھید) درندے کی شکل میں ہو کر ان میں سے ہر ایک کے چہرے کو گھور رہا ہے۔(یعنی حضرت شیخ نے ان کی زبان بند کر دی ہے۔اب وہ بول نہیں سکتے اور سامنے شیر کی شکل ہے لہٰذا خوف زدہ ہیں۔دراصل وہ حضرت کا علمی امتحان لینے آئے تھے۔یہاں خود امتحان میں پڑ گئے۔"شیخ محمد عقیبی نے کشف سے یہ بات ملاحظہ فرمائی۔مترجم")

جب محفل لگے ہوئے بہت دیر گزر گئی اور ان حضرات میں سے کسی نے بولنے کی جسارت نہیں

کی تو حضرت شیخ یوں گویا ہوئے حضرات! آپ لوگ کیوں نہیں بولتے اور کیوں نہیں سوال کرتے؟ پھر بھی کسی کو بولنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اب حضرت شیخ نے اپنی داہنی طرف والے عالم سے فرمایا آپ کا سوال یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے۔ پھر اس سے بعد والے کو اور پھر اس سے بھی بعد والے کو یوں ہی فرمایا۔ سب کے دلوں کے سوالات کو خود ہی پیش فرماتے اور خود ہی ان کے جوابات دیتے۔ ایک ایک کر کے سب کے سب کے سوالات کے جوابات اسی طرح دے دیئے۔ اب سب عالم حضرات وہاں سے اٹھے اور سب نے توبہ و استغفار کی۔ (جامع کراماتِ اولیاء صفحہ ۵۷۳)

حضرت علامہ نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس واقعہ کو لکھ کر واضح کر دیا کہ اولیاء اللہ دلوں کے خیالات سے واقف ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی ہمارا عقیدہ ہے۔ ورنہ اس واقعہ کو بلاتردید وہ اپنی کتاب میں درج ہی نہ فرماتے۔

اولیاء اللہ کے عقیدے

اللہ کے ولی، وہ مسلمان مخصوص بندے ہوتے ہیں جو بقدرِ طاقت بشری خدا تعالیٰ کی ذات و صفات کے عارف ہوتے ہیں، احکامِ شرع کے پابند ہوتے ہیں اور لذات و شہوات سے انہماک نہیں رکھتے۔ (۱) ان کے مختلف درجے ہیں، مگر سب اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور بڑی عظمت و بزرگی والے ہیں۔ اب علمِ غیب کے بارے میں ان کے عقیدے ملاحظہ ہوں۔

حضرت امام باقر کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ المتوفی ۱۱۴ ہجری)

آپ نواسۂ رسول ﷺ حضرت امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزندِ ارجمند ہیں۔ آپ کے بارے میں حضرت علامہ جامی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

ایک معتبر راوی کا بیان ہے کہ ہم حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ ہشام بن عبدالملک کے گھر کے پاس سے اس وقت گزرے جب کہ وہ اس کی بنیاد رکھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم یہ گھر خراب و خستہ ہو جائے گا اور لوگ اس کی مٹی تک کھود کر لے جائیں گے۔ یہ پتھر جن سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے کھنڈرات میں تبدیل ہو جائیں گے۔ راوی کا بیان ہے کہ مجھے آپ کی اس بات سے تعجب ہوا کہ ہشام کے گھر کو کون تباہ و برباد کر سکتا ہے مگر جب ہشام کا انتقال ہو گیا تو

ولید بن ہشام کے حکم پر اس مکان کو گرا دیا گیا اور مٹی کو اس حد تک کھودا گیا کہ اس کی بنیاد کے پتھر نظر آنے لگے۔ میں نے خود اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ (شواہد النبوۃ صفحہ ۳۱۸)

اور امام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک دن میرے والد ماجد حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ میری عمر صرف پانچ سال اور رہ گئی ہے۔ جب انہوں نے وفات پائی تو ہم نے ماہ و سال گنے تو وہی مدت نکلی جتنی کہ آپ نے بتائی تھی۔

(شواہد النبوۃ صفحہ ۳۱۹)

اور بزرگوں میں سے ایک شخص کا بیان ہے کہ میں مکہ معظمہ میں تھا کہ مجھے حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کا شوق ہوا۔ میں صرف اسی غرض سے مدینہ طیبہ گیا۔ جس رات میں وہاں پہنچا، سخت بارش ہوئی جس کے سبب سردی بہت بڑھ گئی۔ آدھی رات گزر گئی تب میں آپ کے گھر پہنچا۔ میں ابھی اسی فکر میں تھا کہ آپ کا دروازہ اسی وقت کھٹکھٹاؤں یا صبر سے کام لوں یہاں تک کہ صبح کے وقت وہ خود ہی باہر تشریف لے آئیں۔ اچانک آپ کی آواز سنائی دی۔ آپ نے فرمایا۔ اے لونڈی! فلاں شخص کے لئے دروازہ کھول دے۔ اس لئے کہ آج کی رات اسے سخت سردی لگ گئی ہے۔ لونڈی نے آ کر دروازہ کھولا اور میں اندر چلا گیا۔ (شواہد النبوۃ صفحہ ۳۲۰)

ایک اور بزرگ روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ ایک لونڈی باہر آئی۔ وہ جوانی میں قدم رکھ رہی تھی۔ مجھے بہت اچھی لگی۔ میں نے اس کے پستانوں کو چھوتے ہوئے کہا۔ اپنے آقا سے کہو فلاں شخص دروازے پر حاضر ہے۔ اندر سے آواز آئی کہ گھر میں آ جاؤ ہم تمہارے انتظار میں ہیں۔ میں اندر گیا تو عرض کیا حضور! میرا ارادہ بُرا نہیں تھا۔ آپ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو، لیکن کبھی یہ خیال نہ کرنا کہ یہ درو دیوار ہماری آنکھوں کے سامنے ویسے ہی بحیثیت حجاب ہوتے ہیں جیسے تمہاری آنکھوں کے سامنے۔ اگر ایسا ہو تو ہمارے اور تمہارے درمیان فرق ہی کیا رہا۔ آئندہ کبھی ایسی حرکت نہیں کرنا۔ (شواہد النبوۃ صفحہ ۳۲۲)

اور حضرت علامہ نبہانی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔ ابو بصیر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مسجد نبوی شریف میں موجود تھا کہ منصور اور داؤد بن سلیمان مسجد شریف میں آئے۔ ابھی تک عباسی خاندان کو حکومت نہیں ملی تھی۔ (جس کے خلیفہ بعد میں منصور بننے والے تھے) داؤد حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امام نے فرمایا منصور کو شرف حضور سے کون سی چیز مانع ہوئی؟ داؤد نے جواب دیا وہ سخت مزاج ہے۔ امام نے فرمایا لازماً یہ شخص ایک دن تختِ خلافت پر متمکن ہو جائے گا، لوگوں کی گردنوں کو روند ڈالے گا اور مشرق و مغرب پر چھا جائے گا۔ اس کی لمبی حکومت ہوگی اور اتنا مال اکٹھا کرے گا کہ اس کی

مثال نہ ہوگی۔

داؤد نے منصور کو حضرت کی یہ پیشین گوئی جا کر بتادی۔ اب وہ شرف حضوری سے مشرف ہو کر معذرت کرنے لگا کہ محض آپ کے دبدبہ اور شکوہ کی وجہ سے پہلے حاضر نہیں ہو سکا۔ پھر داؤد نے جو کچھ بتایا تھا اس کے متعلق حضرت امام سے پوچھا۔ آپ نے فرمایا یہ تو ہو کر رہے گا۔ منصور نے پوچھا کیا ہماری حکومت آپ سادات کی حکومت سے پہلے ہوگی؟ آپ نے فرمایا جی ہاں! پوچھنے لگا کہ اُموی خاندان کی حکومت کا زمانہ زیادہ ہوگا یا ہماری حکومت کا؟ فرمایا تمہاری حکومت کا زمانہ زیادہ ہے۔ اس ملک کے ساتھ تمہارے نوعمر لڑکے اس طرح کھیلیں گے جیسے بچے گیند سے کھیلتے ہیں۔ میرے والد گرامی (حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے مجھ سے اسی طرح ارشاد فرمایا تھا۔ (جامع کرامات صفحہ ۴۶۷)

بہت پہلے اس بات کی خبر دینا کہ ہشام کا گھر کھود کر گرا دیا جائے گا، یہ بتانا کہ میری عمر صرف پانچ سال رہ گئی ہے، مکہ شریف سے آنے والے کو گھر کے اندر سے جان لینا پھر اس کے بارے میں زیادہ سردی لگنے کی خبر دینا اور لونڈی کے ساتھ غلط حرکت کو مکان کے اندر سے آگاہ ہو جانا سب غیب کی باتیں ہیں۔

معلوم ہوا کہ حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ عقیدہ تھا کہ مجھے غیب کا علم ہے، جیسا کہ انہوں نے خود فرمایا کہ یہ خیال نہ کرنا کہ در و دیوار ہماری آنکھوں کے سامنے حجاب ہوتے ہیں اور خلیفہ منصور کے واقعہ سے ظاہر ہوا کہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ان کا عقیدہ تھا کہ وہ بھی غیب جانتے تھے۔

حضرت امام جعفر صادق کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ المتوفی ۱۴۸ ہجری)

آپ حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ ان کے حالات میں حضرت علامہ جامی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

جناب ابو بصیر کا بیان ہے کہ میں مدینہ منورہ گیا۔ میرے ساتھ ایک لونڈی بھی تھی۔ میں نے اس سے ہمبستری کی۔ اس کے بعد حمام میں جانے کے لئے باہر آیا۔ میں نے دیکھا کہ بہت سے لوگ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کے لئے ان کے مکان پر جا رہے ہیں۔ میں بھی ان کے ساتھ ہو لیا۔ جب ہم حضرت امام کے دولت خانہ پر حاضر ہوئے تو آپ کی نظر مجھ پر پڑی۔ آپ نے فرمایا اے ابو بصیر! تمہیں شاید معلوم نہیں کہ پیغمبر اور ان کی آل و اولاد کی قیام گاہوں پر جنابت

کی حالت میں نہیں آنا چاہیئے۔ میں نے کہا اے ابنِ رسول اللہ ﷺ! میں نے لوگوں کو آپ کی طرف آتے دیکھا تو مجھے اندیشہ ہوا کہ شاید آپ کی زیارت کی دولت پھر نصیب نہ ہو، اس لئے میں آ گیا۔ پھر میں نے توبہ کی اور کہا آئندہ ایسا نہ کروں گا۔ اس کے بعد باہر آ گیا۔ (شواہد النبوۃ صفحہ ۳۲۲)

ایک اور صاحب کا بیان ہے کہ میرا ایک دوست تھا جس کو خلیفہ منصور نے قید کر دیا تھا۔ میری ملاقات حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حج کے موسم میں میدانِ عرفات میں ہوئی۔ آپ نے میرے اسی دوست کے متعلق مجھ سے پوچھا۔ میں نے کہا حضور! وہ ویسے ہی قید میں ہے۔ آپ نے دعا کی۔ پھر ایک گھنٹہ بعد فرمایا۔ خدا کی قسم! تمہارے دوست کو بری کر دیا گیا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ جب میں حج سے فارغ ہو کر واپس آیا تو اپنے اس دوست سے پوچھا کہ تمہاری رہائی کس دن ہوئی؟ اس نے بتایا کہ عرفہ کے دن عصر کی نماز کے بعد مجھے چھوڑ دیا گیا تھا۔ (شواہد النبوۃ صفحہ ۳۲۲)

اور ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے مکہ معظمہ میں ایک چادر خریدی اور پکا ارادہ کیا کہ وہ کسی کو نہ دوں گا تا کہ موت کے بعد میرے کفن کا کام دے۔ میں عرفات سے مزدلفہ واپس آیا تو چادر گم ہوگئی۔ مجھے بہت دکھ ہوا۔ جب میں علی الصبح مزدلفہ سے منیٰ واپس آیا تو مسجد خیف میں بیٹھ گیا۔ اچانک ایک شخص حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے آ کر کہنے لگا کہ تجھے حضرت بلا رہے ہیں۔ میں فوراً آپ کے پاس گیا اور سلام کر کے آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ کیا تم چاہتے ہو کہ تمہاری چادر تمہیں مل جائے؟ میں نے عرض کیا ہاں حضور! آپ نے اپنے غلام کو آواز دی جو ایک چادر لے کر آ گیا۔ میں نے پہچان لیا، وہی چادر تھی۔ آپ نے فرمایا اسے لے لو اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرو! (شواہد النبوۃ صفحہ ۳۲۳)

ابو بصیر کی حالتِ جنابت کو جان لینا، عرفہ کے دن قیدی کے چھوڑ دیئے جانے کو اسی روز میدانِ عرفات میں آگاہ ہو جانا، چادر کس کی ہے؟ کس کام کے لئے ہے؟ اور چادر والا کہاں بیٹھا ہے؟ یہ سب غیب کی باتیں ہیں جن سے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو آگاہ فرما کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے غیب کا علم عطا فرمایا ہے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ المتوفی ۱۸۶ ہجری)

آپ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کے تذکرے میں حضرت علامہ جامی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں سفرِ حج میں قادسیہ

پہنچا۔ وہاں میں نے ایک خوبصورت اور بلند قامت شخص کو دیکھا جو پشمینہ کے کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ وہ ایک جگہ اکیلا جا کر بیٹھ گیا۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ یہ نوجوان طبقۂ صوفیاء سے معلوم ہوتا ہے۔ شاید چاہتا ہے کہ اس سفر میں مسلمانوں پر بوجھ نہ بنے۔ ضروری ہے کہ میں اس سے کہوں ایسا نہ کرے۔ جیسے ہی میں اس کے پاس پہنچا۔ اس نے کہا اے شفیق!

اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ ۖ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ

ترجمہ: زیادہ گمان کرنے سے بچو! اس لئے کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ (پارہ ۲۶ رکوع ۱۴)

یہ کہہ کر وہ نوجوان چلا گیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ یہ عجیب بات ہے کہ اس نے میرے دل کی بات جان لی۔ یہ کوئی اللہ کا ولی ہے۔ مجھے اس سے معافی مانگنی چاہیئے۔ میں نے بہت تیز چلنے کی کوشش کی لیکن اسے نہیں پا سکا۔

پھر جب مکہ معظمہ پہنچا تو دیکھا کہ اس شخص کے پاس کئی غلام و خادم تھے۔ لوگ ان کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے اور کہہ رہے تھے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ۔ میں نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ میرے منہ سے برجستہ نکلا۔ اس قسم کا واقعہ ان سے کوئی تعجب کی بات نہیں۔ (شواہد النبوۃ صفحہ ۳۳۹)

ایک اور راوی کا بیان ہے کہ میں مدینہ منورہ میں مجاور تھا۔ میں نے ایک مکان کرایہ پر لے رکھا تھا اور زیادہ تر میں حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ہی رہتا تھا۔ ایک دن سخت بارش ہوئی۔ میں نے خدمت میں حاضر ہونے کا لباس پہنا۔ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو سلام عرض کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دے کر فرمایا اے فلاں! اپنے گھر واپس جاؤ! تمہارے گھر کی چھت تمہارے مال و اسباب پر گر گئی ہے۔ میں واپس آیا تو دیکھا واقعی میرے گھر کی چھت بہہ گئی تھی۔ میں نے چند مزدوروں کو بلایا جنہوں نے میرا سامان نیچے سے نکالا۔ (شواہد النبوۃ صفحہ ۳۴۰)

حضرت شفیق بلخی کے دل کی بات سے واقف ہو کر ان کی بدگمانی دور کرنے کے لئے آیتِ کریمہ تلاوت کرنا اور مدینہ منورہ کے مجاور کی چھت گرنے کو اپنے گھر سے جان لینا علمِ غیب ہے۔ جنہیں آپ نے ظاہر فرمایا۔ ثابت ہوا کہ حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ عقیدہ ہے کہ میرا غیب جاننا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو غیب کا علم عطا فرماتا ہے۔

حضرت امام علی رضا کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ المتوفی ۲۰۲ ہجری)

آپ حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کے حالات میں

حضرت علامہ جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

اہلِ کوفہ میں سے ایک شخص کا بیان ہے کہ جب میں خُراسان جانے کے لئے کوفہ سے روانہ ہونے لگا تو میری لڑکی نے مجھے ایک بہت اچھا کپڑا دیا اور کہا کہ اسے بیچ کر میرے لئے فیروزہ خرید لائیے گا۔ جب میں مرو پہنچا تو حضرت امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلاموں نے آکر مجھ سے کہا کہ ہمارا ایک ساتھی انتقال کر گیا ہے۔ اس کے کفن کے لئے کپڑا ہمارے ہاتھ بیچ دو۔ میں نے کہا میرے پاس کوئی کپڑا نہیں۔ یہ سن کر وہ سب چلے گئے، مگر تھوڑی دیر کے بعد پھر آئے اور کہنے لگے کہ ہمارے آقا نے تجھے سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ تمہارے پاس ایک کپڑا ہے جو تمہاری لڑکی نے دیا تھا کہ اسے بیچ کر اس کے لئے فیروزہ خرید لو! ہم اس کی قیمت لائے ہیں۔

میں نے کپڑا انہیں دے دیا۔ اس کے بعد دل میں کہا کہ کچھ مسئلے آپ سے پوچھوں۔ دیکھوں کیا جواب دیتے ہیں۔ چنانچہ چند مسئلے میں نے ایک کاغذ پر لکھ لئے اور صبح کے وقت آپ کے دولت خانہ پر حاضر ہو گیا۔ وہاں پر لوگوں کا بہت ہجوم تھا کسی کو مجال نہ تھی کہ وہ اس بھیڑ میں آپ سے آسانی کے ساتھ مل سکے۔ میں حیرت کے عالم میں کھڑا تھا کہ آپ کا ایک غلام باہر آیا اور میرا نام لے کر ایک تحریر شدہ کاغذ مجھے دیا اور کہا اے فُلاں! یہ تیرے سوالوں کے جوابات ہیں۔ میں نے دیکھا تو واقعی میرے سوالوں کے جوابات اس میں درج تھے۔ (شواہد النبوۃ صفحہ ۳۴۸)

اور ایک راوی کا بیان ہے کہ ریان بن صلت نے مجھ سے کہا میری خواہش ہے کہ تم میرے لئے حضرت امام علی رضا سے اجازت لوتا کہ میں آپ کی خدمت میں اس امید سے حاضری دوں کہ آپ مجھے اپنے کپڑوں میں سے کوئی کپڑا پہنائیں اور اپنے نام کے چند درہم بھی عطا فرمائیں۔ راوی کا بیان ہے کہ جب میں حضرت علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں حاضر ہوا اور ابھی میں نے کچھ بھی نہیں کہا تھا کہ آپ فرمانے لگے۔ ریان بن صلت چاہتا ہے کہ یہاں اس امید سے حاضر ہو کہ میں اسے کپڑے پہناؤں اور وہ دراہم جو میرے نام سے جاری ہوئے ہیں ان میں سے کچھ اسے بھی دوں۔ ریان بن صلت کو یہاں لے آؤ! ریان اندر گئے تو آپ نے انہیں دو کپڑے عطا فرمائے اور تیس درہم دیئے۔ (شواہد النبوۃ صفحہ ۳۴۹)

لڑکی کا فیروزہ خریدنے کے لئے کپڑا دینے کا واقعہ جو کوفہ میں ہوا تھا شہر مرو میں واقف ہو جانا پھر سوالات پیش کئے بغیر ان کو جان لینا اور ریان بن صلت کی تمنا سے واقف ہونا کہ وہ کپڑے اور درہم چاہتا ہے۔ سب غیب ہیں جن کو آپ نے ظاہر فرمایا۔ ثابت ہوا کہ حضرت امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہ عقیدہ تھا کہ مجھے علم غیب حاصل ہے۔ ورنہ وہ ان باتوں کو زبان پر ہرگز نہیں لاتے اور نہ سوالوں کے جوابات لکھتے۔

حضرت امام محمد تقی کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ المتوفی ۲۱۰ ہجری)

آپ حضرت امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کے ذکر میں حضرت علامہ جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

جب خلیفہ مامون الرشید کا انتقال ہوا تو حضرت امام محمد تقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میری وفات آج سے تیس مہینے بعد ہوگی۔ جب خلیفہ مامون الرشید کے انتقال کو تیس مہینے گزر گئے تب آپ کا وصال ہوا۔ (شواہد النبوۃ صفحہ ۳۵۸)

اور ایک شخص کا بیان ہے کہ میں حضرت امام محمد تقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ فُلاں صالح نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور وہ آپ سے کفن کے لئے کسی کپڑے کا خواہش مند ہے۔ آپ نے فرمایا وہ ان باتوں سے بے پرواہ ہو چکا ہے۔ یہ سن کر میں باہر آ گیا، لیکن آپ کا ارشاد میری سمجھ میں نہیں آیا۔ آخر پتہ چلا کہ وہ تیرہ چودہ روز پہلے ہی مر چکا تھا۔
(شواہد النبوۃ صفحہ ۳۵۸)

یہ فرمانا کہ میری وفات آج سے تیس ماہ بعد ہوگی اور کفن کا کپڑا چاہنے والے کے بارے میں فرمانا کہ وہ اس سے بے پرواہ ہو چکا ہے سب غیب کی خبریں ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضرت امام محمد تقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے علمِ غیب عطا فرمایا ہے۔

حضرت امام علی عسکری کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ المتوفی ۲۵۴ ہجری)

آپ سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے حضرت امام محمد تقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کے حالات میں حضرت علامہ جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

ایک شخص کے یہاں شادی کے موقع پر دعوتِ ولیمہ تھی، جس میں شرکت کے لئے خلیفوں کی اولاد آئی ہوئی تھی۔ ان کی تعظیم کے لئے بہت سے لوگ جمع تھے۔ اس مجلس میں ایک نوجوان ایسا تھا جو بے ادب تھا۔ بے کار باتیں کرتا تھا اور ہنستا تھا۔ حضرت امام علی عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تم ٹھٹھے مار رہے ہو اور اللہ کا ذکر بھول گئے ہو اور تمہیں خبر نہیں کہ تم تین دن کے بعد قبر میں ہو گے۔ یہ بات سن کر وہ نوجوان بے ادبی سے باز آ گیا اور حضرت کے ارشاد کے

مطابق وہ تیسرے دن مر گیا۔ (شواہد النبوۃ صفحہ ۳۶۳)

اور ایک دوسرے دن کا واقعہ ہے کہ اہلِ سامرہ کے یہاں دعوتِ ولیمہ تھی۔ مجلس میں ایک لڑکا ایسا تھا جو بڑا بے ادب تھا۔ بے ہودہ باتیں کرتا تھا اور آپ کا لحاظ نہیں کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا یہ شخص اس کھانے سے کچھ نہ کھا سکے گا۔ کھانا سامنے آیا اور وہ شخص کھانے کی طرف ہاتھ بڑھانا ہی چاہتا تھا کہ اس کا غلام روتا ہوا آیا اور کہنے لگا۔ آپ کی ماں کوٹھے سے گر کر مر گئی۔ جلدی چلئے۔ وہ شخص کھانا کھائے بغیر اٹھ کر چلا گیا۔ (شواہد النبوۃ صفحہ ۳۶۳)

ایک شخص کو اس بات کی خبر دینا کہ تم تین دن کے بعد قبر میں رہو گے اور دوسرے کے متعلق فرمانا کہ یہ اس کھانے میں سے کچھ نہ کھا سکے گا۔ دونوں غیب کی باتیں ہیں۔ جن کی خبر دے کر حضرت امام علی عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا عقیدہ ثابت کر دیا کہ میں غیب جانتا ہوں۔

حضرت امام حسین زکی کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ التوفی ۲۶۰ ہجری)

آپ سید الشہداء حضرت امام حسین شہیدِ کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے حضرت امام علی عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کے تذکرے میں حضرت علامہ جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں۔

ایک شخص کا بیان ہے کہ میں جیل خانہ میں تھا۔ جیل کی پریشانیوں کو لکھ کر میں نے حضرت امام زکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا۔ میں کچھ پیسوں کے متعلق بھی لکھنا چاہتا تھا مگر شرم سے نہیں لکھا۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ تم آج ظہر کی نماز اپنے گھر پڑھو گے۔ اللہ کے فضل و کرم سے میں جیل سے چھوٹ گیا اور ظہر کی نماز اپنے گھر پڑھی۔ پھر اچانک مجھے آپ کا خادم آتا ہوا دکھائی دیا جو میرے لئے سو دینار لا رہا تھا۔ اس کے ساتھ ایک خط بھی تھا جس میں لکھا ہوا تھا کہ جس وقت بھی تمہیں پیسوں کی ضرورت ہو شرم نہ کرو ہم سے مانگ لیا کرو۔ (شواہد النبوۃ صفحہ ۳۶۵)

اور ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام زکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کچھ مسائل پوچھنے کے لئے ایک خط لکھا اور میں چاہتا تھا کہ چوتھیا بخار کے متعلق بھی آپ سے پوچھ لوں، لیکن میں یہ لکھنا بھول گیا۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ تمہارے سوالوں کے جوابات یہ ہیں اور تم یہ بھی چاہتے تھے کہ چوتھیا بخار کے متعلق بھی پوچھوں، لیکن تم بھول گئے۔ دیکھو! آیت کریمہ یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ ﴿۶۹﴾ کاغذ پر لکھ کر چوتھیاں بخار والے کے گلے میں لٹکا دو۔ میں نے ایسا ہی کیا تو چوتھیا بخار دور ہو گیا۔ (شواہد النبوۃ صفحہ ۳۶۵)

حضرت امام زکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پہلے اس کے بارے میں جاننا کہ آج وہ جیل خانہ سے چھوٹ جائے گا اور ظہر کی نماز اپنے گھر پڑھے گا اور پھر اس بات سے واقف ہونا کہ اس کو کچھ پیسوں کی ضرورت ہے۔۔۔اور دوسرے شخص کے متعلق اس بات سے آگاہ ہونا کہ وہ چوتھیا بخار کے بارے میں بھی پوچھنا چاہتا تھا۔سب غیب کی باتیں ہیں، جنہیں آپ نے ظاہر فرمایا۔معلوم ہوا کہ آپ کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ میں غیب جانتا ہوں، ورنہ ان باتوں کے متعلق وہ ایسا ہرگز نہ فرماتے۔

حضور سیدنا غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا۔ المتوفی ۵۶۱ ہجری)

غوثِ صمدانی قطب ربانی حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات محتاجِ تعارف نہیں۔علمِ غیب کے بارے میں ان کا عقیدہ جاننے کے لئے مندرجہ ذیل روایتیں ملاحظہ ہوں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ عَیۡنِیۡ فِیۡ لَوۡحِ الۡمَحۡفُوۡظِ وَاَنَا غَائِصٌ فِیۡ بِحَارِ عِلۡمِ اللّٰہِ تَعَالٰی ۔ یعنی میری آنکھ لوح محفوظ میں رہتی ہے اور میں اللہ کے علموں کے سمندروں میں غوطے لگاتا ہوں۔ (زبدۃ الاسرار صفحہ ۸۱)

اور حضرت علامہ محمد یحییٰ تادفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحریر فرمایا کہ حضرت ابوالخضر حسینی بیان کرتے ہیں کہ حضرت غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک خادم کو رات بھر میں کئی مرتبہ احتلام ہوا اور اسے ہر مرتبہ خواب میں نئی صورت نظر آئی۔ جب صبح کو حضرت غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی حالت بیان کرنا چاہی تو اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی حضرت نے فرمایا رات میں تم کو کئی بار احتلام ہونا کوئی بری بات نہیں تھی۔ اس لئے کہ جب میں نے لوحِ محفوظ میں دیکھا تو اس میں یہ درج تھا کہ تو فلاں فلاں عورت سے زنا کرے گا۔(یعنی حضرت نے ان عورتوں کے نام بھی بتادیئے)تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اس نے بیداری کے واقعہ کو خواب میں بدل دیا۔ (قلائد الجواہر صفحہ ۱۳۰)

اور ابوالخضر حسینی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۵۶۰ ہجری میں فرمایا کہ تم موصل شہر کی طرف چلے جاؤ! وہاں خدا تعالیٰ تمہیں اولاد عطا فرمائے گا۔ پہلے لڑکا پیدا ہوگا، اس کا نام محمد رکھنا۔اس لڑکے کو ایک عجمی نابینا حافظ قرآن مجید پڑھائے گا جس کا نام علی ہوگا اور تیرا بچہ سات سال کی عمر میں صرف سات ماہ میں قرآن مجید حفظ کرلے گا اور تیری عمر ۹۴ سال ۶ ماہ اور ۷ دن کی ہوگی اور تیری موت تندرستی کی حالت میں باربل کے مقام پر واقع ہوگی۔

ان کے صاحبزادے ابوعبداللہ محمد بیان ہے کہ ۵۶۱ ہجری میں میری پیدائش شہرِ موصل میں ہوئی۔ میرے والد نے مجھے قرآن مجید حفظ کرانے کے لئے ایک نابینا کو مقرر فرمایا اور جب انکا نام اور وطن دریافت کیا گیا تو انہوں نے اپنا نام علی اور وطن بغداد بتایا۔ اس وقت میرے والد کو حضرت غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان یاد آیا اور ان کی وفات بھی حضرت کے ارشاد کے مطابق تندرستی کی حالت میں باربل کے مقام پر ہی ہوئی۔ (قلائدالجواہر صفحہ ۱۲۶)

اور شیخ زین العابدین بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے ایک ساتھی حج سے واپسی پر پہلی بار بغداد شریف پہنچے، لیکن وہاں ہماری کسی سے جان پہچان نہیں تھی۔ اس وقت ہم لوگوں کے پاس صرف ایک چھری باقی بچی تھی جسے بیچ کر ہم لوگوں نے کھانا خریدا لیکن وہ کھانا نہایت بدمزہ تھا۔ اس لئے ہم لوگ پیٹ بھر کر کھا نہیں سکے۔ اس کے بعد ہم حضرت غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں حاضر ہوئے تو آپ نے وعظ کہنا بند کر دیا اور فرمایا کہ دو غریب و مسکین حجاز سے یہاں آئے ہیں جن کے پاس ایک چھری کے سوا کچھ نہ تھا۔ انہوں نے وہ چھری بیچ کر کھانا خریدا مگر وہ کھانا ان کو اچھا نہیں معلوم ہوا اس لئے ان کا پیٹ نہیں بھر سکا۔ یہ سن کر ہم لوگوں کو بہت تعجب ہوا اور ہم دونوں حیرت میں پڑ گئے۔ پھر حضرت نے وعظ ختم فرمانے کے بعد دستر خوان بچھانے کا حکم دیا۔ اس وقت میں نے اپنے ساتھی سے پوچھا تم کیا کھانا چاہتے ہو؟ اس نے کہا چوزہ کی یخنی اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں شہد کھاؤں گا۔ حضرت نے چوزہ کی یخنی اور شہد لانے کا حکم دیا۔ جب خادم دونوں چیزیں لے کر آیا تو شہد میرے ساتھی کے سامنے رکھ دی اور یخنی میرے سامنے۔ یہ دیکھ کر حضرت نے فرمایا دونوں چیزیں بدل کر رکھو۔ یہ سنتے ہی ہم لوگوں نے ایک چیخ ماری اور کود کر حضرت کے قریب پہنچ گئے۔ اس وقت آپ نے مجھ سے فرمایا اے دیارِ مصر کے واعظ! مرحبا۔

میں نے عرض کیا کہ میں تو سورۂ فاتحہ بھی اچھی طرح نہیں پڑھ سکتا۔ تو آپ نے فرمایا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں یہ بشارت تمہیں سناؤں۔ چنانچہ حضرت کے فرمانے کے مطابق میں نے بغداد شریف میں وعظ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد جب میں نے حضرت سے مصر کی واپسی کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا۔ جس وقت تم دمشق پہنچو گے تو وہاں غازیوں کو مصر فتح کرنے کے لئے جنگ کی تیاری کرتے ہوئے پاؤ گے، لیکن ان سے کہہ دینا اب کی بار تم کو کامیابی حاصل نہیں ہوگی۔ البتہ دوسرے حملے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔

حضرت کے ارشاد کے مطابق میں نے غازیوں سے کہا کہ اس مرتبہ تم کامیاب نہیں ہوگے، مگر وہ لوگ نہیں مانے اور مصر پر حملہ کر دیا۔ ادھر جب میں مصر پہنچا تو وہاں خلیفہ کو ان کے مقابلہ کی تیاریوں میں لگا ہوا دیکھ کر میں نے خلیفہ سے کہا کہ آپ مقابلہ کے لئے ضرور نکلیں، جنگ میں یقیناً کامیابی

آپ ہی کو حاصل ہوگی۔
دمشق والوں نے جب مصر پر حملہ کیا تو انہیں بری طرح شکست ہوئی اور مصر کے خلیفہ نے مجھے اپنا مصاحب بنا کر حکومت کے تمام راز بتا دیئے اور جب دوسری مرتبہ دمشق والوں نے مصر پر حملہ کیا تو وہ کامیاب ہوگئے اور خلیفہ کو شکست ہوئی۔ میرے اس جملہ پر کہ "تمہیں اس مرتبہ نہیں بلکہ دوسری مرتبہ فتح حاصل ہوگی" دمشق والوں نے مجھے بہت ہی انعام واکرام سے نوازا۔ اس طرح حضرت غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک بات میں مجھے دونوں طرف سے ایک لاکھ دینار حاصل ہوئے۔
(قلائدالجواہر صفحہ ۱۲۳)

اور ابوالفرح بن حمامی کا بیان ہے کہ میں حضرت غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامتوں کو سن کر یقین نہیں کرتا تھا اور ان کے ہونے کو ناممکن سمجھتا تھا، لیکن حضرت سے ملاقات کرنے کا شوق رکھتا تھا۔ اتفاقاً ایک ضرورت سے مجھے باب الازج جانا پڑا۔ واپسی پر ملاقات کی غرض سے میں حضرت کے مدرسہ میں گیا۔ اس وقت مسجد میں نماز کی اقامت ہو رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ میں بھی عصر کی نماز ادا کر کے حضرت سے شرف ملاقات حاصل کرتا چلوں، لیکن جلدی میں مجھے یاد نہیں رہا کہ میں باوضو نہیں ہوں اور جماعت میں شامل ہو کر نماز میں نے پڑھ لی۔ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز اور دعا سے فارغ ہونے کے بعد میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا صاحبزادے! اگر میرے پاس تم کوئی حاجت لے کر آتے تو میں اسے ضرور پوری کر دیتا، لیکن تمہاری غفلت کا تو یہ حال ہے کہ تم نے بغیر وضو ہی کے نماز پڑھ لی۔ (قلائدالجواہر صفحہ ۱۰۸)

آنکھوں کا لوحِ محفوظ میں رہنا، خادم کے کئی بار احتلام ہونے کو جان لینا، ابوالخضر حسینی صاحب کی اولاد کہاں ہوگی؟ ان کا لڑکا کس سے پڑھے گا؟ کتنے سال کی عمر میں اور کتنے دنوں میں قرآن مجید حفظ کرے گا؟ اور ابوالخضر کتنے سال کی عمر میں کس حالت میں کہاں مریں گے؟ ان ساری باتوں سے آگاہ ہونا۔ حج سے واپس ہونے والوں کی حالتوں کو جاننا اور وہ کیا کھانا چاہتے ہیں؟ اس سے واقف ہونا۔ دمشق والوں کا پہلے حملہ میں کامیاب نہ ہونے کو جاننا اور بے وضو نماز پڑھنے کو جان لینا۔ یہ سب غیب کی باتیں ہیں، جن کو حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرما کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ مجھے علمِ غیب حاصل ہے۔

حضرت جُنید بغدادی کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ المتوفی ۲۹۷ ہجری)

آپ حضرت سری سقطی علیہ الرحمۃ والرضوان کے بھانجے اور مرید ہیں۔ تمام بزرگوں نے

آپ کو سید الطائفہ یعنی صوفیوں کا امام اور پیشوا تسلیم کیا ہے۔ ان کے حالات میں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری ثم لاہوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ظاہری زندگی میں لوگوں نے حضرت جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے خواہش ظاہر کی کہ وہ وعظ فرمائیں، مگر انہوں نے قبول نہ کیا اور فرمایا کہ جب تک میرے شیخ طریقت موجود ہیں، میں کلام نہیں کرسکتا۔

ایک رات خواب میں حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو دیکھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا جنید! لوگوں کو اپنا کلام سناؤ! خدا تعالیٰ نے تمہارے کلام کو مخلوق کے لئے ذریعہ نجات بنایا ہے۔ بیدار ہوئے تو دل میں خیال آیا، شاید اب میرا مقام شیخ طریقت سے اونچا ہوگیا ہے۔ اس لئے حضور ﷺ نے مجھے حکم فرمایا ہے۔۔۔۔ صبح ہوئی تو حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک مرید کو بھیجا اور حکم دیا کہ جب نماز سے جُنید فارغ ہوں تو ان سے کہنا کہ مریدوں کی خواہش پر وعظ شروع نہ کیا۔ مشائخِ بغداد کی سفارش بھی رد کردی۔ میں نے پیغام دیا، مگر راضی نہ ہوئے۔ اب تو حضور سید عالم ﷺ کا حکم ہوگیا ہے۔ ان کا فرمان بجالاؤ!

حضرت جُنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آنکھیں کھل گئیں اور انہیں معلوم ہوگیا کہ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کے ظاہر و باطن کے احوال سے پورے طور پر واقف ہیں۔ ان کا درجہ ہم سے اونچا ہے۔ اس لئے کہ وہ جنید کے اسرار سے واقف ہیں اور جُنید ان کے حالات سے بے خبر ہے۔ (کشف المحجوب صفحہ ۱۰۷)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت جُنید کا ایک مرید آپ سے ناراض ہوگیا اور سمجھا کہ اسے بھی مقام حاصل ہوگیا ہے۔ اب اسے شیخ کی ضرورت نہیں رہی۔ ایک دن وہ آپ کا امتحان لینے کے لئے آیا۔ حضرت جنید اس کے دل کی کیفیت سے آگاہ ہوگئے۔ اس نے کوئی بات پوچھی۔ آپ نے فرمایا۔ لفظی جواب چاہتے ہو یا معنوی؟ مرید نے کہا دونوں جواب چاہتا ہوں۔ فرمایا لفظی جواب تو یہ ہے کہ اگر تو نے اپنا امتحان کرلیا ہوتا تو میرا امتحان لینے یہاں نہ آتا اور معنوی جواب یہ ہے کہ میں نے تجھے ولایت سے خارج کیا۔ اس جملہ کے فرماتے ہی مرید کا چہرہ کالا ہوگیا۔ پھر آپ نے فرمایا تجھے خبر نہیں کہ اولیاء واقفِ اسرار ہوتے ہیں۔ (کشف المحجوب صفحہ ۲۰۹)

اور حضرت علامہ نبہانی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابو عبداللہ محمد شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جنگل میں کوئیں پر سے ایک ہرن کو پانی پیتے دیکھا۔ آپ کو بھی پیاس لگ رہی تھی۔ آپ جب کنوئیں کے قریب گئے تو ہرن بھاگ گیا اور پانی جو اوپر آچکا تھا نیچے چلا گیا۔ آپ نے عرض کیا اے میرے پروردگار! کیا تیرے نزدیک میرا وہ مقام بھی نہیں جو اس ہرن کا ہے؟ آپ

نے ایک بولنے والے کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا۔ ''تمہاری آزمائش کی گئی، مگر تم صبر نہ کر سکے، ہرن تو مشکیزے اور رسی کے بغیر کنویں پر آیا تھا اور تم یہ دونوں چیزیں لے کر آئے ہو'' پھر آپ نے کنوئیں کی طرف دیکھا تو بھرا ہوا تھا۔ آپ نے پانی پیا۔ طہارت کی اور اپنا مشکیزہ بھرا۔ پھر حج کو گئے اور واپس ہوئے، مگر مشکیزے کا پانی ختم نہیں ہوا۔

جب آپ حضرت جُنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ عقیدہ تھا کہ وہ غیب جانتے ہیں۔ میرے باطنی احوال سے پورے طور پر واقف ہیں اور دوسرے واقعہ میں مرید کے دل کی کیفیت سے آگاہی کو ظاہر فرما کر آپ کا یہ کہنا کہ اولیاء واقف اسرار ہوتے ہیں اور حضرت محمد شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیکھتے ہی ان کے کوئیں والے واقعہ کے متعلق فرمانا اس بات کا کھلا ہوا ثبوت ہے کہ حضرت جُنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنے بارے میں بھی یہ عقیدہ ہے کہ مجھے علمِ غیب حاصل ہے۔

حضرت بایزد بُسطامی کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ المتوفی ۲۶۱ ہجری)

آپ اپنے زمانہ کے امام الاولیاء اور سلطان الاصفیاء ہیں۔ علوم ظاہری و باطنی میں کامل ہیں۔ آپ کی بزرگی ساری دنیا کو مسلم ہے۔ علمِ غیب کے بارے میں آپ کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مثنوی شریف میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ والرضوان کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ شہر ''رے'' کے علاقہ میں خرقان کی طرف سے انہیں خوشبو معلوم ہوئی اور اس خوشبو سے حضرت اس قدر مست ہوئے کہ چہرے کا رنگ کبھی سرخ ہوتا تھا اور کبھی سفید۔ ایک مرید نے عرض کیا حضور کیا معاملہ ہے کہ میں آپ کے چہرے کا رنگ بدلتا ہوا پاتا ہوں؟ فرمایا کہ اس طرف سے ایک دوست کی خوشبو آ رہی ہے، جہاں عنقریب ایک بہت بڑا اللہ والا تشریف لانے والا ہے۔

بعد چندیں سال می زاید شہے　　　　می زند برآسما نہاخر گہے

وہ اللہ والا اتنے سال کے بعد پیدا ہوگا جو آسمان کی بلندیوں پر اپنی آرام گاہ بنائے گا۔

چیست نامش گفت نامش بوالحسن　　　　حلیہ اش و اگفت زابرو تاذق

کسی نے پوچھا کہ ان کا نام کیا ہے؟ فرمایا کہ ان کا نام ابوالحسن ہے۔ پھر ان کا پورا حلیہ بیان فرمایا۔ ابرو کیسا ہوگا؟ ٹھوڑی کیسی ہوگی؟ سب بتا دیا۔

قدِ او و حدِ و شکلِ او　　　　یک بیک و اگست زگیسو و رو

ان کے قد، حد، شکل و صورت اور بال وغیرہ کی حالتوں کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا۔

حضرت کے بیان کے مطابق ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تاریخ پیدائش کو لوگوں نے نوٹ کرلیا۔

چوں رسید آں وقت وآں تاریخ راست   زاں زمین آں شاہ پیدا گشت خاست

جب وہ وقت اور وہی تاریخ آئی تو خرقان میں حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پیدا ہوئے۔

اس واقعہ میں حضرت بایزید بُسطامی علیہ الرحمۃ والرضوان نے حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی پیدائش سے بہت پہلے ان کے بارے میں خبر دی۔ ان کا پورا حلیہ بیان فرمایا، شکل و صورت اور بال وغیرہ کے بارے میں بالتفصیل بتایا۔ یہ سب غیب کی باتیں ہیں، جنہیں آپ نے ظاہر فرما کر ثابت کردیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں علمِ غیب عطا فرمایا ہے۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے۔

نوٹ: حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ۲۶۱ ہجری میں ہوا اور حضرت ابوالحسن خرقانی کا ۴۲۵ ہجری میں۔ (نفحات الانس)

امام الاولیاء حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ المتوفی ۶۳۲ ہجری)

حضرت علامہ تادنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ عراق کے ان بزرگوں میں سے ہیں جن پر حکومت باطنی کا اختتام ہوجاتا ہے۔ آپ عالم و فاضل تھے اور بہت فصیح و بلیغ کلام فرماتے تھے۔ نہ صرف آپ کو علمِ لدنی حاصل تھا، بلکہ غیب کے حالات بھی بتا دیا کرتے تھے۔ اکثر خارقِ عادات کرامات کا آپ سے ظہور ہوتا رہتا تھا۔ کتاب وسنت پر شدت کے ساتھ عمل پیرا تھے اور شریعت وطریقت میں اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے۔ مزارِ مقدس بغداد شریف میں ہے۔ آپ ان ہستیوں میں سے تھے، جن کے پاس غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بذاتِ خود تشریف لائے اور فرمایا کہ اے شہاب الدین! تم مشاہیر کے آخری فرد ہو۔ (قلائد الجواہر صفحہ ۳۹۱)

اور علامہ تادنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کے مصاحب شیخ نجم الدین تفلیسی فرماتے ہیں کہ میں حضرت شیخ سہروردی کے حجرۂ عبادت میں داخل ہوا۔ وہ ان کے چلہ کا آخری دن تھا۔ اس دن میں نے دیکھا کہ شیخ ایک بہت بلند پہاڑ پر ہیں اور آپ کے سامنے جواہرات کا انبار لگا ہوا ہے اور آپ مٹھیاں بھر بھر کر لوگوں کی جانب پھینکتے جاتے ہیں اور لوگ دوڑ دوڑ کر اٹھا رہے ہیں۔ جب موتی کم ہوتے تو وہ خود بخود بڑھ جاتے۔ جب آپ چلہ سے باہر آگئے تو میں اس واقعہ سے ذہن کو یکسر خالی کر کے سو گیا۔ دوسرے دن جب میں نے آپ سے اس واقعہ کے بارے میں تفصیل معلوم کرنا چاہی تو آپ نے میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی فرمایا کہ صاحبزادے! تم نے جو

کچھ دیکھا وہ درست ہے اور یہ سب کچھ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا فیض اور ان کی تعلیم کا نتیجہ ہے۔ (قلائد الجواہر صفحہ ۳۹۱)

بقول حضرت تادفی علیہ الرحمہ آپ غیب کے حالات بھی بتادیا کرتے تھے اور بقول شیخ نقطیسی آپ نے میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی فرمادیا۔ ظاہر ہے کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ والرضوان کا یہ عقیدہ ہے کہ میں غیب جانتا ہوں۔ ورنہ غیب کی باتوں کو وہ زبان پر ہرگز نہ لاتے۔

حضرت علی داتا گنج بخش ہجویری کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ المتوفی ۴۶۵ ہجری)

آپ اولیائے متقدمین میں سے ہیں، ظاہری اور باطنی علوم کے جامع ہیں۔ آپ کا مزار اقدس لاہور میں زیارتِ گاہ خاص وعام ہے۔ آپ کی عظمت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے مزارِ پُر انوار پر حاضر ہوئے۔ وہاں چلہ کیا اور رخصتی کے وقت حضرت کی شان میں یہ شعر فرمایا۔

گنج بخش فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را رہنما

علمِ غیب کے بارے میں حضرت کا عقیدہ جاننے کے لئے مندرجہ ذیل واقعات ملاحظہ ہوں۔

خود حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔ ایک بوڑھے آدمی نے بیان کیا کہ وہ ایک دن حضرت ابوعلی بن حسین دقاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس میں اس خیال سے گیا کہ متوکلوں کی کیفیت کے متعلق ان سے کچھ دریافت کرے۔ حضرت طبرستان کا بنا ہوا خوبصورت عمامہ (پگڑی) باندھے ہوئے تھے۔ بوڑھے نے سوال کیا۔ ”توکل علی الحق“ کیا چیز ہے؟ فرمایا لوگوں کی پگڑیوں کو لالچ کی نظر سے نہ دیکھنے کو توکل کہتے ہیں۔ یہ فرمایا اور پگڑی اتار کر بوڑھے آدمی کے سامنے رکھ دی۔ (کشف المحجوب صفحہ ۲۴۴)

اور آپ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابوسعید فضل اللہ مہینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نیشاپور سے طوس جارہے تھے۔ راستے میں ایک ٹھنڈی وادی تھی۔ سردی کی وجہ سے آپ کے پاؤں ٹھنڈے ہوگئے۔ ایک درویش آپ کے ساتھ تھا۔ اس نے سوچا کہ اپنے کمر بند کو پھاڑ کر آپ کے دونوں پیروں میں لپیٹ دے۔ پھر اس خیال سے رک گیا کہ کمر بند بہت خوبصورت ہے۔ اسے ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔ طوس پہنچ کر وہ درویش آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا۔ وسوسہ اور الہام میں کیا فرق ہے؟ فرمایا کمر بند پھاڑ کر پاؤں پر لپیٹ دینے کا خیال الہام تھا اور جو چیز روکنے والی تھی وہ وسوسہ

تھا۔ (کشف المحجوب صفحہ ۲۴۷)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت ابوالفضل محمد ختلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو وضو کروا رہا تھا۔ میرے دل میں خیال گزرا کہ جب ہر کام تقدیر سے ہوتا ہے تو آزاد لوگ کیوں کرامت کی امید پر پیروں کے غلام بنے رہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا عزیز من! میں تیرے دل کی کیفیت سمجھ رہا ہوں۔ تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ ہر چیز کے لئے سبب ہوتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ کسی شخص کو تخت و تاج سے سرفراز کرنا چاہتا ہے تو اپنے کسی دوست کی خدمت اس کے سپرد کر دیتا ہے تاکہ وہ خدمت حصول کرامت کا سبب بن جائے۔ (کشف المحجوب صفحہ ۲۴۸)

اور حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت ابوالقاسم بن علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے اپنے حالات و مشاہدات بیان کر رہا تھا۔ اس خیال سے کہ وہ ناقد وقت ہونے کی حیثیت سے میری کیفیت پر نظر فرمائیں۔ وہ نہایت توجہ سے سن رہے تھے۔ میں نے پندار طفلی اور زور جوانی میں بیان کو طول دیا اور دل میں سوچا کہ غالباً یہ بزرگ ان مقامات سے نہیں گزرے ہیں۔ ورنہ اس انہماک اور نیاز مندی سے نہ سنتے۔ انہوں نے میرے دل کی کیفیت کو سمجھ لیا اور فرمایا جانِ پدر! میرا خضوع اور انہماک تیرے لئے یا تیرے احوال کے لئے نہیں ہے بلکہ اس ذات کے لئے ہے جو خالق احوال ہے۔ یہ چیزیں ہر طالب کو پیش آتی ہیں۔ تیرے لئے کوئی خصوصیت نہیں۔ یہ سن کر میرے ہوش اڑ گئے۔ (کشف المحجوب صفحہ ۲۵۰)

ایک بزرگ کا لالچ کی نظر سے پگڑی کے دیکھنے کو جان لینا، دوسرے کا کمر بند پھاڑنے کے ارادہ سے واقف ہونا اور تیسرے و چوتھے کا دل کی کیفیت سے آگاہ ہونا، سب غیب کی باتیں ہیں جن کو حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی کتاب میں تحریر فرما کر ثابت کر دیا کہ بزرگانِ دین کو علم غیب حاصل ہوتا ہے۔ میرا بھی یہی عقیدہ ہے۔

اور سفینۃ الاولیاء میں ہے کہ جب حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لاہور میں قیام فرمایا تو مسجد کی تعمیر شروع کی جس کی محراب لاہور کی دوسری مسجدوں کی بہ نسبت جنوب کی جانب کچھ زیادہ جھکی ہوئی معلوم ہوئی تھی۔ وہاں کے علماء نے اعتراض کیا، مگر آپ خاموش رہے۔ پھر جب مسجد تیار ہو گئی تو آپ نے شہر کے تمام علماء اور فضلاء کو دعوت دی اور خود امام ہو کر نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد سب لوگوں کے منہ قبلہ کی جانب کر کے کھڑا کیا اور فرمایا دیکھو! قبلہ کس طرف ہے۔ یہ کہنا تھا کہ فوراً سب لوگوں کی نگاہوں سے سارے حجابات اٹھ گئے۔ کعبہ معظمہ سامنے ہو گیا اور اسے ہر ایک نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ (حدائق الحنفیہ صفحہ ۱۹۸)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت داتا گنج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا خود اپنے بارے میں بھی یہ

عقیدہ تھا کہ میں علمِ غیب رکھتا ہوں۔ درمیان میں ہزاروں حجابات ہونے کے باوجود کعبہ معظمہ کو یہیں سے دیکھ رہا ہوں اور ضرورت پڑنے پر دوسروں کو بھی دکھا دیتا ہوں۔

زبدۃ العرفاء حضرت علامہ شطنوفی کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ المتوفی ۷۱۳ ہجری)

آپکو حضرت علامہ جلال الدین سیوطی نے حسن المحاضرہ میں الامام الاوحد یعنی بے نظیر امام تحریر فرمایا ہے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے الدولۃ المکیۃ میں آپ کو عارف اجل، ولی اکمل اور زبدۃ العرفاء لکھا ہے۔ وہ اپنی کتاب بہجۃ الاسرار شریف میں تحریر فرماتے ہیں کہ ابوالعفاف موسیٰ بن عثمان نے ۶۶۳ ہجری میں ہم سے شہر قاہرہ میں بیان کیا کہ میرے والد ماجد ابوالمعانی عثمان نے ہمیں ۶۱۴ ہجری میں شہرِ دمشق میں خبر دی کہ ہمیں دو بزرگ حضرت ابوعمرو عثمان صریفینی اور حضرت ابو محمد عبدالحق حریمی نے ۵۵۹ ہجری میں بغداد شریف میں خبر دی کہ ہم ۳ صفر بروز یکشنبہ (اتوار) ۵۵۵ ہجری میں حضرت سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار میں حاضر تھے تو حضرت نے وضو کر کے کھڑاؤں پہنی اور دو رکعت نماز پڑھی۔ سلام کے بعد ایک عظیم نعرہ مارا اور ایک کھڑاؤں ہوا میں پھینکی۔

پھر دوسرا نعرہ مار کر دوسری کھڑاؤں پھینکی۔ وہ دونوں ہماری نگاہوں سے غائب ہوگئیں۔ پھر حضرت نے تشریف رکھی، مگر ہیبت کے سبب کسی کو پوچھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ ۲۳ دن کے بعد عجم سے ایک قافلہ حاضرِ بارگاہ ہوا اور کہا ہمارے پاس حضرت کی ایک نذر ہے۔ ہم نے حضرت سے اس نذر کے لینے میں اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا لے لو! انہوں نے ایک من ریشم، خز کے تھان، سونا اور حضرت کی کھڑاؤں جو اس روز ہوا میں پھینکی تھی پیش کی۔

ہم نے ان سے پوچھا یہ کھڑاؤں تمہارے پاس کہاں سے آئی؟ انہوں نے کہا ہم ۳ صفر یکشنبہ کو سفر میں تھے کہ بہت سے ڈاکو دو سرداروں کے ساتھ ہم پر ٹوٹ پڑے۔ ہمارے مال لوٹ لئے اور کچھ آدمیوں کو قتل کر دیا۔ پھر ایک نالے میں مال تقسیم کرنے کے لئے اترے۔ نالے کے کنارے ہم تھے۔ فَقُلْنَا لَوْ ذَكَرْنَا الشَّيْخَ عَبْدَالْقَادِرِ فِيْ هٰذَا الْوَقْتِ وَ نَذَرْنَا لَهٗ شَيْئًا مِّنْ اَمْوَالِنَا اِنْ سَلِمْنَا ۔ یعنی ہم نے کہا بہتر ہو کہ اس وقت ہم حضرت غوثِ اعظم کو یاد کریں اور نجات پانے پر کچھ مال حضرت کے لئے نذر پیش کریں۔

ہم نے حضرت کو یاد ہی کیا تھا کہ دو عظیم نعرے سنے گئے جن سے جنگل گونج اٹھا اور ہم نے ڈاکوؤں کو دیکھا کہ ان پر خوف چھا گیا۔ ہم سمجھے کہ ان پر کوئی اور ڈاکو آ پڑے۔ وہ بھاگ کر ہمارے

پاس آئے اور بولے اپنا مال لے لو اور دیکھو ہم پر کیسی مصیبت آ پڑی۔ ہمیں اپنے دونوں سرداروں کے پاس لے گئے۔ ہم نے دیکھا وہ مرے پڑے ہیں اور ہر ایک کے پاس ایک کھڑاؤں پانی سے بھیگی ہوئی رکھی ہے۔ ڈاکوؤں نے ہمارے سب مال ہمیں واپس کر دیئے اور کہا کہ اس واقعہ کی کوئی عظیم الشان خبر ہے۔ (بہجۃ الاسرار صفحہ ۲۷)

اور حضرت علامہ شطنوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ خبر دی ہم کو شیخ ابوالفتوح داؤد بن ابوالمعالی نصر بن شیخ ابوالحسن علی بن شیخ ابوالمجد مبارک بن احمد بغدادی حریمی حنبلی نے۔ انہوں نے کہا خبر دی مجھ کو میرے والد نے کہ میں نے اپنے دادا ابوالمجد سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں ایک دن حضرت شیخ مکارم علیہ الرحمۃ والرضوان کے پاس ان کے گھر نہر خالص پر تھا (جو حضرت شیخ علی بن ہیتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جلیل القدر خلفاء میں سے ہیں)

میرے دل میں خیال گزرا کہ کاش میں حضرت کی کچھ کرامت دیکھتا۔ تو آپ نے مسکراتے ہوئے میری طرف توجہ کی اور فرمایا۔ عنقریب پانچ آدمی ہمارے پاس آئیں گے۔ ان میں سے ایک گورا سرخ رنگ والا ہے جس کے رخسار پر تل ہے۔ اس کی عمر کے صرف ۹ مہینے باقی ہیں۔ پھر اسے بطائح میں شیر پھاڑ ڈالے گا اور خدا تعالیٰ اسے وہیں سے اٹھائے گا اور دوسرا عراق کا رہنے والا جو سرخ وسفید اور کانا و لنگڑا ہے وہ ہمارے پاس ایک مہینہ بیمار رہ کر مر جائے گا اور ایک مصر کا رہنے والا گندمی رنگ کا ہے۔ اس کے بائیں ہاتھ میں چھ انگلیاں ہیں اور اس کی بائیں ران میں نیزے کے زخم کا نشان ہے جو اسے تیس برس پہلے لگا تھا۔ وہ ہندوستان میں تجارت کرتے ہوئے تیس برس بعد مرے گا۔

اور ایک شامی گندم گوں ہے جس کی انگلیوں میں گٹھا پڑا ہوا ہے۔ وہ زمین حریم میں تیرے گھر کے دروازہ پر سات برس تین مہینے سات دن کے بعد مرے گا اور ایک یمن کا رہنے والا جو گورے رنگ کا ہے وہ کافر ہے۔ اس کے لباس کے نیچے زُنّار (جینو) ہے۔ تین برس ہوئے وہ اپنے ملک سے نکلا ہے اور اب تک اپنا کافر ہونا اس نے کسی کو نہیں بتایا تا کہ وہ مسلمانوں کو جانچے کہ کون اس کا حال ظاہر کرتا ہے۔

اور بیشک عجمی نے بھنا ہوا گوشت کھانا چاہا اور عراقی نے چاول کے ساتھ بطخ اور شامی نے شامی سیب کھانا چاہا اور یمنی نے انڈا نیم برشت اور کسی نے اپنی خواہش دوسرے کو نہیں بتائی اور عنقریب ان کے کھانے ان کی خواہشات کے مطابق بہت زیادہ ہمارے پاس آئیں گے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.

ابوالمجد نے فرمایا خدا کی قسم ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ حضرت شیخ کے فرمانے کے مطابق پانچوں آ گئے اور ان کے حلیوں میں ذرا بھی فرق نہیں تھا۔ میں نے مصر والے سے اس کی ران کے

زخم کا حال پوچھا تو اسے میرے دریافت کرنے پر بڑا تعجب ہوا اور کہا کہ یہ زخم مجھے تیس برس پہلے لگا تھا۔ پھر ایک شخص آیا اور اس کے ساتھ ان کی خواہش کے مطابق کھانے کی تمام قسمیں تھیں۔ اس نے سب کو حضرت شیخ کے سامنے رکھ دیا۔ پھر شیخ نے اسے حکم فرمایا تو اس نے ہر ایک کے سامنے اس کی خواہش کی چیز رکھ دی اور ان سے فرمایا جو تم چاہتے ہو وہ کھاؤ تو ان لوگوں پر غشی طاری ہوگئی۔

جب افاقہ ہوا تو یمنی نے حضرت شیخ سے عرض کیا کہ اے سردار! کیا تعریف ہے اس شخص کی جو مخلوق کے بھیدوں سے آگاہ ہے؟ فرمایا یہ ہے کہ اس نے جان لیا کہ تو کافر ہے اور تیرے کپڑوں کے نیچے زنار ہے۔ یہ سن کر وہ شخص چیخ پڑا اور شیخ کی خدمت میں کھڑے ہو کر اسلام لے آیا۔ آپ نے فرمایا بیٹا! ہر وہ شخص جس نے مشائخ میں سے تجھے دیکھا تو یقیناً تیرا حال جان لیا، مگر وہ یہ بھی جانتے تھے کہ تیرا اسلام میرے ہاتھ پر ہے۔ اس لئے وہ تیری بات سے رک گئے۔

اور بلاشبہ ان کی وفات ویسی ہی ہوئی جیسی کہ حضرت شیخ نے خبر دی تھی اسی وقت مذکور پر اور بعینہٖ اسی جگہ بلا تقدیم و تاخیر کے اور عراقی شیخ کے اسی زاویہ میں مہینہ بھر بیمار رہنے کے بعد مرا اور میں اس کے جنازہ کے نمازیوں میں سے تھا اور شامی مرا ہمارے پاس حریم میں۔ میرے گھر کے دروازہ پر پڑا تھا۔ مجھے آواز دی گئی میں باہر آیا تو ناگاہ وہ ہمارا رفیق شامی تھا۔ اس کی موت میں اور اس وقت میں کہ شیخ نے فرمایا تھا بالکل ٹھیک سات برس تین مہینے سات دن تھے۔ (بہجۃ الاسرار صفحہ ۲۰۰)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان اس واقعہ کے کل غیبوں کی تفصیل یوں تحریر فرماتے ہیں۔ عنقریب ہمارے پاس پانچ آدمی آئیں گے۔ ان میں ایک عجمی ہے، دوسرا عراقی، تیسرا مصری، چوتھا شامی اور پانچواں یمنی۔ یہ کل آٹھ غیب ہوئے۔ پھر عجمی کے متعلق گیارہ غیبوں کی خبر دی کہ وہ گورا ہوگا، اس کی سفیدی میں سرخی ملی ہوئی ہوگی، اس کے تل ہوگا، تل رخسار پر ہوگا اور وہ رخسار داہنا ہوگا۔ گوشت کی خواہش کرے گا اور خواہش بھنے ہوئے گوشت کی ہوگی نہ کہ پکے ہوئے کی ہوگی اور نہ سوکھے کی۔ وہ نو مہینہ بعد مر جائے گا اور اس کی موت شیر کے پھاڑنے سے ہوگی اور بطائح میں ہوگی اور وہیں دفن کیا جائے گا اور وہاں سے منتقل نہ ہوگا اور وہیں سے اس کا حشر ہوگا۔

اسی طرح عراقی متعلق گیارہ غیبوں کی خبر دی۔ وہ گورا ہے، اس میں سرخی جھلکتی ہے، اس کی آنکھ میں پھلی ہے، اس کے پاؤں میں لنگڑا پن ہے، وہ بطیخ چاہے گا اور یہ کہ اسے چاولوں کے ساتھ کھائے گا اور یہ شخص بیمار ہوگا۔ ایک مہینہ تک مرض میں مبتلا رہے گا اور اسی سے مر جائے گا، یہیں مرے گا اور ایک مہینہ بعد مرے گا۔

اور مصری کے متعلق پندرہ غیبوں کو بیان فرمایا۔ وہ گندم گوں ہوگا، چھانگر ہوگا، چھٹی انگلی بائیں

ہاتھ میں ہوگی۔اس کے نیزے کا زخم ہوگا ،ران میں ہوگا ،بائیں ران میں ہوگا اور یہ زخم اس کا پورا نہ ہوگا اور تیس برس پہلے کا ہوگا اور وہ شہد کی خواہش کرے گا ،شہد خالص نہیں بلکہ گھی سے ملا ہوا ،وہ تاجر ہوگا ،اس کی تجارت گاہ ہندوستان میں ہوگی ،اپنی آخری عمر تک تجارت ہی کرتا رہے گا ،وہ ہندوستان میں مرے گا اور اس کی موت تیس برس کے بعد ہوگی۔

اور شامی کے متعلق نوغیبوں کی خبر دی۔ وہ گندمی رنگ کا ہوگا جس میں سفیدی غالب ہوگی ، موٹے موٹے گٹھے پڑی ہوئی انگلیوں والا ہوگا ،سیب کی خواہش کرے گا ،شامی سیب چاہے گا ،زمین حریم میں مرے گا ،اس کی موت ابوالمجد کے گھر کے دروازے پر ہوگی۔اس کی عمر میں سات برس مہینوں میں سے تین مہینے اور دنوں میں سے سات دن باقی رہ گئے ہیں۔ (الدولۃ المکیہ صفحہ ۱۷۱)

پہلے واقعہ میں دور دراز مقام سے قافلہ والوں کے یاد کرنے کو حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جان لینا، پھر ان کو کس طرح کی مدد چاہیئے۔اس سے واقف ہونا اور ڈاکوؤں کے دو سردار ہیں اس سے آگاہ ہونا ۔۔۔اور دوسرے واقعہ میں حضرت شیخ مکارم علیہ الرحمۃ والرضوان کا پانچ آدمیوں کے بارے میں گزشتہ اور آئندہ کی تمام خبریں دینا سب غیب کی باتیں ہیں۔

ان واقعات کو لکھنے سے معلوم ہوا کہ بزرگانِ دین کو علمِ غیب ہوتا ہے۔علامہ شطنوفی کا بھی یہی عقیدہ ہے۔اگر وہ ایسا اعتقاد نہ رکھتے تو ان واقعات کو اپنی کتاب بہجۃ الاسرار شریف میں ہرگز تحریر نہ فرماتے۔

امام الاولیاء حضرت بہاؤالدین نقشبند بخاری کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔المتوفی ۷۹۱ ہجری)

آپ طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے مرشدِ اعظم ہیں اور اکابرین آئمہ صوفیہ کے قائد ہیں۔نقشبندی سلسلہ آپ ہی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے ۔ آپ کی ولادت ۷۱۷ ہجری میں ہوئی اور وفات ۷۹۱ ہجری میں۔آپ کا مزار مبارک بخارا سے چار کلومیٹر دور قصرِ عارفاں میں زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔علمِ غیب کے بارے میں حضرت کا عقیدہ جاننے کے لئے چند واقعات ملاحظہ ہوں۔

حضرت علامہ نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ نقشبند علیہ الرحمۃ والرضوان کے ایک خادم کا بیان ہے کہ میں شہر مرو میں حضرت کی خدمت میں تھا۔ مجھے اپنے گھر والوں کی ملاقات کا شوق ہوا جو بخارا میں تھے۔اس لئے کہ مجھے اپنے بھائی شمس الدین کی موت کی خبر ملی تھی۔ میں حضرت سے اجازت لینے کی جرأت نہ کر سکا۔ میں نے امیر حسین سے التماس کیا کہ مجھے حضرت والا سے بخارا جانے کی اجازت دلوا دیں۔حضرت نمازِ جمعہ کے لئے نکلے اور جب مسجد

سے واپس ہوئے تو امیر حسین نے میرے بھائی کی موت کا ذکر کیا۔ حضرت نے فرمایا یہ کیسی خبر ہے وہ تو زندہ ہے اور یہ دیکھو اس کی خوشبو مہک رہی ہے۔ میں تو اس کی خوشبو کو بالکل قریب پاتا ہوں۔ ابھی حضرت کا ارشادِ گرامی پورا بھی نہیں ہوا تھا کہ میرا بھائی بخارا سے آ گیا۔ اس نے آ کر حضرت کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ آپ نے فرمایا امیر حسین! یہ دیکھو شمس الدین ہیں۔ حاضرین پر اس واقعہ کا بڑا اثر ہوا۔ (جامع کرامات اولیاء صفحہ ۶۳۲)

اور حضرت علامہ نبہانی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بخارا میں تھے۔ مغرب کی نماز کے بعد آپ نے مولیٰ نجم الدین سے فرمایا کہ اگر میں تمہیں چوری کا حکم دوں تو چوری کرو گے؟ وہ بولے نہیں حضور! آپ نے فرمایا کیوں؟ انہوں نے عرض کیا حقوق اللہ میں کوتاہی ہو تو اس کا تدارک توبہ سے ہو جاتا ہے لیکن چوری کا تعلق تو حقوق العباد سے ہے اس کی تلافی توبہ سے نہیں ہو سکتی، فرمایا اگر ہمارا حکم نہیں مان سکتے تو ہمارا ساتھ چھوڑ دو۔ مولیٰ نجم الدین بہت پریشان ہوئے۔ توبہ کی اور عہد کیا کہ اب حضرت کے کسی حکم کی بھی نافرمانی نہیں ہوگی۔ لوگوں نے ان کی سفارش کی اور معافی کی التجا کی تو حضرت نے انہیں معاف کر دیا۔

معافی کے بعد مولیٰ نجم الدین اور کچھ غلاموں کو ساتھ لے کر حضرت چل پڑے۔ جب باب سمرقند کے محلہ میں پہنچے تو ایک گھر کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ اس کی دیوار توڑ کر اندر گھس جاؤ اور فلاں جگہ ایک تھیلا سامان سے بھرا ہوا پڑا ہے اسے لے آؤ۔ سب لوگوں نے آپ کے حکم کے مطابق عمل کیا اور پھر ایک کونے میں جا کر بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد کتے بھونکنے لگے۔ آپ نے مولیٰ نجم الدین اور کچھ غلاموں کو اس گھر کی طرف بھیجا۔ انہوں نے جا کر دیکھا تو دوسری دیوار توڑ کر چور اندر گئے ہیں، مگر کوئی چیز ان کو نہیں ملی۔ یہ چور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ہم سے پہلے دوسرے چور آئے ہیں اور سب کچھ لوٹ کر لے گئے ہیں۔ حضرت کے ساتھی یہ بات سن کر دنگ ہو گئے۔

گھر کا مالک ایک باغ میں ٹھہرا ہوا تھا۔ صبح سویرے حضرت نے سارا سامان اپنے ایک مرید کے ہاتھ اسے بھیج دیا اور مرید سے فرمایا اسے بتا دینا کہ تیرے گھر چوری ہونے والی ہے۔ فقیروں کو اس بات کا علم پہلے ہو چکا تھا۔ اس لئے چوروں کے آنے سے پہلے انہوں نے کپڑے اور سامان وہاں سے نکال دیئے ہیں۔ یہ حکم دے کر حضرت نے مولیٰ نجم الدین کی طرف معنی خیز نگاہوں سے دیکھ کر فرمایا، اگر شروع ہی میں ہمارے حکم کی تعمیل کرتے تو بہت زیادہ حکمتیں پاتے۔

(جامع کرامات اولیاء صفحہ ۶۴۰)

اور حضرت علامہ جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ پیر شیخ قطب الدین جو حضرت خواجہ نقشبند علیہ الرحمۃ والرضوان کے مرید ہیں۔ انہوں نے ہم سے یہ واقعہ بیان کیا کہ میں جب کہ

لڑکا تھا۔ اس وقت حضرت خواجہ نقشبند نے مجھ سے فرمایا فلاں کبوتر خانے میں جا اور وہاں سے چند کبوتر لے آ! جب میں کبوتر خانے میں گیا تو میں نے ایک کبوتر کا بچہ اپنے پاس رکھ لیا اور باقی کبوتر ذبح کر کے حضرت خواجہ کے پاس لے آیا۔ کبوتر پکائے گئے اور حاضرین پر پکا ہوا گوشت تقسیم ہوا تو مجھے نہیں دیا گیا اور فرمایا کہ تم نے اپنا حصہ زندہ لے لیا ہے۔ (نفحات الانس صفحہ ۶۲۵)

شمس الدین کی موت کی خبر کو رد فرما کر یہ کہنا کہ وہ زندہ ہے، باب سمرقند محلّہ کے ایک گھر میں چوری ہونے والی ہے اور قیمتی سامان کہاں رکھے ہوئے ہیں۔ ان باتوں کو جاننا اور کبوتر کا بچہ لینے سے واقف ہونا۔ یہ ساری باتیں غیب کی ہیں جنہیں ظاہر فرما کر حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے علمِ غیب عطا کیا ہے، بلکہ آپ نے واضح لفظوں میں اپنا یہ عقیدہ بیان فرمایا ہے کہ زمین گروہِ اولیاء کے نزدیک ایک ناخن کے برابر ہے۔ انکی نظر سے کوئی چیز غائب نہیں۔ (نفحات الانس صفحہ ۶۲۴)

علامہ جلال الدین محمد رومی کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ المتوفی ۶۷۲ ہجری)

آپ واقف اسرار شریعت اور دانائے رموزِ طریقت ہیں۔ نام آپ کا جلال الدین محمد ہے، لیکن عام طور پر مولانا روم کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ پیدائشی ولی تھے۔ کمسنی ہی میں تین چار روز کے بعد صرف ایک مرتبہ کچھ کھاتے تھے اور کراماً کاتبین وغیرہ کو پانچ ہی سال کی عمر میں دیکھ لیا کرتے تھے۔ آپ کی تصنیف "مثنوی معنوی" ساری دنیا میں مشہور ہے۔ آپ کی پیدائش ۶۰۴ ہجری اور وفات ۶۷۲ ہجری میں ہوئی۔ قونیہ (ترکی) میں آپ کا مزار مبارک زیارت گاہِ خاص وعام ہے۔ علم غیب کے بارے میں آپ کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ حضور سید عالم ﷺ نے وضو فرمایا اور جب موزہ کی طرف ہاتھ بڑھایا کہ اس کو پہنیں تو ایک چیل موزہ کو لے کر ہوا میں اڑ گئی اور اوپر جانے کے بعد اس کا منہ نیچے کر دیا تو اس میں سے ایک سانپ گرا۔

پس عُقاب آں موزہ را آورد باز گفت ہیں بستاں و رو سوئے نماز

اس کے بعد چیل نے اس موزہ کو واپس لا کر حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا اور عرض کیا کہ اب آپ اسے پہن کر نماز کے لئے تشریف لے جایئے!

یہاں پر ایک شبہ پیدا ہوا کہ جب حضور ﷺ غیب داں ہیں اور ہر ظاہر و پوشیدہ چیز کو جانتے ہیں تو انہوں نے موزہ میں سانپ کے ہونے کو کیوں نہیں جان لیا؟ اس شبہ کا جواب اللہ کے محبوب

دانائے غیوب ﷺ نے جو دیا اسے مولانا روم علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے الفاظ میں یوں بیان فرماتے ہیں۔

گرچہ ہر غیبے خدا مارا نمود   دِل دراں لحظہ بحق مشغول بود

یعنی حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے ہر غیب کو مجھ پر ظاہر فرمایا ہے، لیکن میرا دل اس وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول تھا۔ اس لئے میں سانپ کو نہیں دیکھ سکا۔

رہی یہ بات کہ چیل کو کیسے معلوم ہوگیا کہ موزہ میں سانپ ہے؟ تو اس شبہ کا جواب دیتے ہوئے چیل نے حضور ﷺ سے عرض کیا۔

مار در موزہ بہ بینم از ہوا   نیست از من عکسِ تُست اے مصطفیٰ

سانپ کو موزہ کے اندر ہوا میں اڑتے ہوئے دیکھنا۔ یہ خوبی میری ذات میں نہیں ہے بلکہ اے پیارے مصطفیٰ ﷺ یہ آپ کے عکس اور پرتو کی برکت ہے کہ میرے لئے ہر چیز روشن ہوگئی۔

(مثنوی شریف جلد سوم)

اور حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور سید عالم ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا کہ اے میرے پیارے صحابی! تم نے کس حال میں صبح کی؟ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے اس حال میں صبح کی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور مؤمن ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے ایمان کی کچھ نشانیاں بیان کرو۔

گفت خلقاں چوں بہ بیند آسماں   من بہ بینم عرش را باعرشیاں

عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جس طرح مخلوق آسمان کو دیکھتی ہے اسی طرح میں عرش کو عرشیوں یعنی فرشتوں کے ساتھ دیکھتا ہوں۔

ہشت جنت ہفت دوزخ پیشِ من   ہست پیدا ہم چو بت پیشِ شَمَن

آٹھوں جنتیں اور ساتوں دوزخیں میرے سامنے اس طرح ہیں جیسے کہ پجاری کے سامنے بت ہوتا ہے۔

کہ بہشتی کہ و بیگانہ کی ست   پیشِ من پیدا چو مُور و ماہی ست

جنتی اور دوزخی مجھ پر ایسے ہیں جیسے آنکھ والے کے سامنے چیونٹی اور مچھلی۔

ہیں بگویم یا فرو بندم نَفَس   لب گزیدش مصطفیٰ یعنی کہ بس

حضور مجھے اجازت دیں تو میں بیان کروں یا حکم ہو تو خاموش ہو جاؤں۔ پیارے مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا بس کرو۔ (مثنوی شریف جلد اوّل)

ان واقعات کو مولانا روم علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی مثنوی شریف میں لکھ کر اپنا یہ عقیدہ

واضح کر دیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علمِ غیب حاصل ہے۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی غیب کی باتیں جانتے تھے اور پہلے واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اگر کبھی کسی چیز کو نہیں جانا تو اس لئے کہ اس طرف حضور ﷺ کی توجہ نہیں تھی جیسے کہ آپ کا قلب مبارک یادِ الٰہی میں مشغول تھا تو موزہ میں چھپے ہوئے سانپ کو آپ نے نہیں جانا۔

اس کی مثال یوں ہے کہ استاد شاگردوں کے سامنے تقریر کرتا ہے، لیکن ان میں جس طالب علم کا دل کسی دوسرے خیال میں لگا ہوا ہے وہ بہرا نہ ہونے کے باوجود کچھ نہیں سنتا ہے۔ اس لئے کہ استاد کی تقریر کی جانب اس کی توجہ نہیں ہے۔ یہاں تک کہ جلسہ میں لاؤڈ سپیکر کے ذریعے تقریر کرنے والا خوب بلند آواز سے بیان کرتا ہے، مگر جلسہ گاہ میں سٹیج کے قریب بیٹھ کر سننے والوں میں بھی جو شخص کسی دوسرے خیال میں ڈوبا ہوا ہے تقریر کی طرف توجہ نہ ہونے کے سبب وہ کچھ نہیں سنتا ہے۔

اسی طرح کبھی کوئی چیز نگاہ کے سامنے ہوتی ہے مگر توجہ نہ ہونے کے سبب نظر نہیں آتی۔ مثلاً سٹیشن پر ٹرین کی آمد ورفت کا چارٹ نگاہوں کے سامنے ہوتا ہے مگر جس ٹرین کا وقت آپ جاننا چاہتے ہیں جب تک اس پر توجہ نہیں ہوگی آپ اسے نہیں دیکھ پائیں گے اور جیسے الماری میں کتابیں لگی ہوئی ہیں جن کی پیٹھ پر ان کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ یا دواؤں کی شیشیاں رکھی ہوئی ہیں جن پر ان کے نام درج ہیں۔ آپ کسی کتاب یا دوا کی شیشی کو الماری سے نکالنے کے لئے اس کے سامنے کھڑے ہوئے ساری کتابیں اور دواؤں کی شیشیاں آپ کی نظر کے سامنے ہیں، یہاں تک کہ آپ کی آنکھ میں سب کا عکس بھی آ گیا، مگر اوپر سے نیچے تک بار بار آپ دیکھتے ہیں تو جس کتاب یا شیشی کی آپ کو تلاش ہے جب تک آپ کی اس پر توجہ نہیں ہوگی نگاہ کے سامنے ہونے کے باوجود نظر نہیں آئے گی۔

اسی طرح غیب کی ساری چیزیں اللہ کے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہوں کے سامنے ہیں لیکن جب کبھی کسی چیز پر آپ کی توجہ نہیں ہوئی تو وہ آپ کو نظر نہیں آئی۔

علامہ ابنِ حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شقِ صدر یعنی حضور سید عالم ﷺ کے سینۂ اقدس کو چاک کرنے کے بعد جب آپؑ کے دل کو آبِ زم زم سے دھویا تو اس کے بعد فرمایا قَلْبٌ سَدِيْدٌ فِيْهِ عَيْنَانِ تُبْصِرَانِ وَاُذُنَانِ تَسْمَعَانِ. یعنی قلب ہر قسم کی کجی سے پاک ہے اور بے عیب ہے۔ اس میں دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں اور دو کان ہیں جو سنتے ہیں۔ (فتح الباری جلد ۱۳ صفحہ ۴۱۰)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دل کی ہی آنکھیں اور کان غیب کی باتیں دیکھنے اور سننے کے لئے ہیں جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود فرمایا اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ یعنی میں وہ چیزیں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ باتیں

سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ صفحہ ۴۵۷)

لہٰذا جس طرح ظاہری آنکھ اور کان ہمیشہ دیکھتے اور سنتے ہیں، مگر جب کبھی توجہ نہیں ہوتی تو کان نہیں سن پاتے اور نہ آنکھیں دیکھ پاتی ہیں، اسی طرح اللہ کے محبوب دانائے غیوب ﷺ کے دل کی آنکھیں اور کان ہمیشہ غیب کی باتیں دیکھتے اور سنتے ہیں لیکن جب وہ یادِ الٰہی میں غرق ہو جاتا ہے یا توجہ دوسری طرف ہوتی ہے تو اس وقت غیب کی باتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معلوم نہیں ہو پاتیں۔

اور حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

لوحِ محفوظ ست پیشِ اولیاء   از چہ محفوظ ست محفوظ از خطا

لوحِ محفوظ اولیاء اللہ کی نگاہوں کے سامنے ہے اور وہ لوحِ محفوظ ایسا ہے جو ہر قسم کی غلطی سے محفوظ ہے۔

اور تحریر فرماتے ہیں۔

کاملاں از دور نامت بشنوند   تابقعرِ تارو پودت در رَوَند

اے مخاطب! اولیائے کرام دور سے تیرا نام سنتے ہیں، یہاں تک کہ تیرے تانا بانا کی گہرائی میں چلتے ہیں یعنی تیرے رگ وریشہ تک سے آگاہ ہیں۔

بلکہ پیش از زادنِ تو سالہا   دیدہ باشندت ترا با حالہا

بلکہ پیدا ہونے سے سالوں پہلے تمہارے حالات کو ملاحظہ فرماتے رہتے ہیں۔

حالِ تو دانند یک یک مو بمو   زانکہ پُر ہستند از اسرارِ ہو

تمہارے ہر حال سے ذرہ ذرہ آگاہ ہیں، اس لئے کہ ان کے اندر اسرارِ ربانی بھرے ہوئے ہیں۔

ان اشعار سے حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ والرضوان کا یہ عقیدہ معلوم ہوا کہ اولیائے کرام کو بھی علمِ غیب حاصل ہے، اس لئے کہ ان کی نظروں کے سامنے لوحِ محفوظ ہے جس میں ہر چیز کا بیان ہے اور اولیائے کاملین لوگوں کے ایک ایک حال سے آگاہ ہیں بلکہ لوگوں کے پیدا ہونے سے بہت پہلے ان کے حالات کو جانتے ہیں۔

حُجۃ الاسلام حضرت علامہ امام غزالی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ المتوفی ۵۰۵ ہجری)

آپ خصوصیاتِ نبوت کے بیان میں تحریر فرماتے ہیں۔

اِنَّ لَـهٗ صِفَةً بِهَا يُدْرِكُ مَاسَيَكُوْنُ فِي الْغَيْبِ اِمَّا فِي الْيَقْظَةِ اَوْ فِي الْمَنَامِ اِذْ بِهَا يُطَالِعُ اللَّوْحَ الْمَحْفُوْظَ فَيَرٰى مَا فِيْهِ مِنَ الْغَيْبِ.

ترجمہ: بے شک نبی کے لئے ایک ایسی صفت ہوتی ہے جس سے وہ آئندہ غیب کی باتیں جان لیا کرتے ہیں، بیداری کی حالت میں یا خواب میں ااس لئے کہ اسی صفت سے وہ لوحِ محفوظ کو ملاحظہ فرماتے ہیں۔ تو اس میں غیب کی جتنی باتیں ہیں ان کو دیکھتے ہیں۔ (الاحیاء العلوم جلد ۴ صفحہ ۱۹۴)

اور تحریر فرماتے ہیں۔

مَهْمَا صَفَا الْبَاطِنُ انْكَشَفَ فِيْ حَدَقَةِ الْقَلْبِ مَا سَيَكُوْنُ فِي الْمُسْتَقْبِلِ.

ترجمہ: جب باطن صاف ہوجاتا ہے تو آئندہ زمانہ میں جو چیز ہونے والی ہے وہ دل کی آنکھ میں ظاہر ہوجاتی ہے۔ (الاحیاء العلوم جلد ۴ صفحہ ۵۰۴)

ان تحریروں سے حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ثابت کردیا کہ ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے کہ نبی غیب داں ہوتے ہیں، اس لئے کہ ان کی ذات میں غیب جاننے کی ایک خوبی ہے بلکہ اللہ کے دوسرے محبوب بندوں کے دلوں میں بھی غیب کی باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

سُلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان ۔ المتوفی ۶۳۳ ہجری)

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ جب مسلمانوں کے دعا گو فقیر حقیر اضعف العباد معین الدین حسن سجزی کو خاص شہرِ بغداد خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مسجد میں حضرت خواجہ عثمان ہارونی نور اللہ مرقدہٗ (متوفی ۶۱۷ ہجری) کی پابوسی حاصل ہوئی تو اور مشائخِ کبار بھی خدمت میں حاضر تھے۔ جیسے ہی اس فقیر نے پابوسی کے لئے زمین پر سر رکھا ارشاد ہوا کہ جا دو رکعت نفل شکرانہ ادا کر۔ حضور کے ارشاد کے مطابق دو رکعت پڑھ کر حاضر ہوا تو پھر فرمایا قبلہ رُو بیٹھ! میں قبلہ رُو بیٹھا۔ پھر فرمایا سورۂ بقرہ پڑھ۔ جب میں پڑھ چکا تو حکم ہوا کہ اکیس بار درود شریف اور اکیس بار سبحان اللہ پڑھ۔ میں اس سے فارغ ہوا تو اس وقت حضور نے کھڑے ہو کر منہ آسمان کی طرف کیا اور اس فقیر کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ آ تجھ کو خدا تک پہنچا دوں اور خدا رسیدہ کردوں۔ اس کے بعد ہی حضور نے دستِ مبارک میں مقراض (قینچی) لے کر اس دعا گو کے سر پر چلائی اپنی اور غلامی میں لے لیا۔ پھر کلاہ چہار گوشہ اس عقیدت کیش کے سر پر رکھی اور اعزاز بخشا اور گلیمِ خاص عطا فرمائی اور فرمایا بیٹھ جا! میں بیٹھ گیا اارشاد ہوا کہ ہمارے خانوادہ میں ایک رات دن کا مجاہدہ آیا ہے۔ جا آج کے دن اور آج کی رات ذکر میں مشغول ہو!

چنانچہ یہ درویش حضور کے حکم وارشاد کے مطابق کامل ایک شبانہ روز طاعت اور عبادت میں

مشغول رہا۔ دوسرے روز جب خواجہ نور اللہ مرقدہٗ کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوا تو فرمایا کہ بیٹھ جا اور ہزار مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ! جب میں پڑھ چکا تو فرمایا کہ اوپر آسمان کی طرف دیکھ! میں نے دیکھا۔ فرمایا اب تو کہاں تک دیکھتا ہے؟ میں نے عرض کیا عرشِ اعظم تک۔ پھر فرمایا کہ زمین کی طرف دیکھ۔ جب میں نے زمین کی طرف دیکھا تو پوچھا کہ اب تو کہاں تک دیکھتا ہے؟ میں نے عرض کیا تحت الثریٰ تک۔ پھر فرمایا ایک ہزار بار سورۂ اخلاص اور پڑھ۔ جب میں پڑھ چکا، فرمایا کہ اب پھر آسمان کی طرف دیکھ! جب میں نے دیکھا۔ فرمایا کہ اب کہاں تک دیکھتا ہے؟ میں نے کہا حجابِ عظمت تک۔ پھر فرمایا کہ آنکھ بند کر۔ میں نے آنکھ بند کرلی۔ پھر فرمایا آنکھ کھول دے۔ میں نے آنکھ کھول دی تو مجھ کو دو انگلیاں دستِ مبارک کی دکھلائی دیں۔ فرمایا کہ اس میں کیا دکھلائی دیتا ہے؟ میں نے کہا اٹھارہ ہزار عالم معلوم ہوتے ہیں۔ جب میں نے یہ عرض کیا تو ارشاد فرمایا کہ اب تیرا کام پورا ہو گیا۔ (انیس الارواح صفحہ ۵)

حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تحریر سے ثابت ہوا کہ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو علمِ غیب عطا فرمایا ہے کہ پیر و مرشد کے پوچھنے پر انہوں نے کہا کہ میں اوپر عرشِ اعظم تک اور نیچے تحت الثریٰ تک دیکھتا ہوں اور پھر کہا حجابِ عظمت تک دیکھتا ہوں اور دو انگلیوں میں اٹھارہ ہزار عالم معلوم ہوتے ہیں۔

قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ المتوفی ۶۳۴ ہجری)

آپ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید و خلیفہ اور حضرت فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمۃ والرضوان کے پیر و مرشد ہیں۔ آپ اکابر اولیاء اور جلیل القدر اصفیاء میں سے ہیں۔ آپ کا مزار مبارک دہلی میں مہرولی شریف زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔

حضرت خواجہ امیر خورد کرمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ جب شیخ شیوخ العالم فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمۃ والرضوان نے چاہا کہ مجاہدہ اختیار کریں تو آپ نے اس کے متعلق حضرت شیخ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں عرض کیا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ "طے" کرو! چنانچہ آپ نے تین روز تک کچھ نہ کھایا۔ تیسرے دن افطار کے وقت ایک شخص چند روٹیاں لایا۔ آپ نے یہ سمجھ کر کہ یہ غیب سے آئی ہیں انہیں تناول فرمالیا۔ کھانے کے بعد آپ نے دیکھا کہ ایک کوا درخت پر بیٹھا ہوا مردار کی آنتوں کے ٹکڑے کھا رہا ہے۔ جیسے ہی آپ کی نظر اس کوے پر پڑی۔ اس منظر کو دیکھ کر آپ کا جی متلایا اور جو کچھ کھایا تھا وہ قے کے راستے باہر نکل گیا اور

آپ کا پاک معدہ اس کھانے سے خالی ہو گیا۔

جب آپ نے یہ بات اپنے پیر سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا مسعود تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ تم نے تین روز کے بعد جو افطار کیا تھا وہ ایک شرابی کے کھانے سے افطار کیا تھا۔ یہ تم پر اللہ تعالیٰ کی عنایت ہوئی کہ تمہارے معدے نے وہ کھانا قبول نہیں کیا۔ اب جاؤ! اور پھر ''طے'' کرو۔ تین روز کے بعد جو چیز تمہیں غیب سے ملے اس سے افطار کرنا۔ چنانچہ پھر آپ نے تین روز کا ''طے'' کیا، لیکن چھ روز گزر گئے اور کوئی کھانا آپ کو نہ پہنچا۔ انتہا درجہ کا ضعف پیدا ہوا۔ یہاں تک کہ ایک پہر رات گزر گئی۔ ضعف اور بڑھ گیا اور بھوک کی حرارت سے نفس جلنے لگا۔ آپ نے مبارک ہاتھ زمین کی طرف بڑھایا اور زمین سے چند سنگریزے (پتھر کے ٹکڑے) اٹھا کر اپنے منہ میں ڈال لئے۔ آپ کے دہن مبارک کی برکت سے وہ سنگریزے شکر ہو گئے۔ حکیم سنائی نے کیا اچھا ہے۔

سنگ در دستِ تو گہر گردد

زہر درکامِ تو شکر گردد (سیر الاولیاء صفحہ ۱۴۱)

اور حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ماہِ رمضان المبارک ۵۸۴ ہجری کو جب اس دعا گو نے دولت پابوسی حاصل کی تو حضور قطب الاسلام بختیار کاکی نے اسی وقت کلاہ چہار ترکی میرے سر پر رکھی اور بہت سی شفقت فرمائی۔ اس دن میں قاضی حمید الدین ناگوری، مولانا علاؤالدین کرمانوی سید نور الدین غزنوی، شیخ نظام الدین ابوالمؤید مولانا شمس الدین ترک، خواجہ محمود موزہ دوز اور دیگر عزیز بھی حاضرِ خدمت تھے کہ اولیاء اللہ کی کشف و کرامات کا ذکر چھڑ گیا۔ حضرت خواجہ قطب الاسلام ادام اللہ تعالیٰ بقایہٖ یہ لفظ زبان مبارک پر لائے کہ مجھ کو اس قدر روشنی حاصل ہے کہ اگر آسمان پر نظر بھر کر دیکھتا ہوں تو عرش تک صاف نظر آتا ہے اور کوئی حجاب حائل نہیں ہوتا اور جب زمین پر نظر ڈالتا ہوں تو تحت الثریٰ تک سب معلوم ہو جاتا ہے۔ ملخصاً (ملفوظات خواجگان چشت حصۂ اول۔ فوائد السالکین صفحہ ۱۱۳)

اور حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فوائد السالکین کی مجلس دوم میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت قطب الاقطاب بختیار کاکیؒ نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں اور قاضی حمید الدین ناگوری دونوں کعبہ شریف کا طواف کر رہے تھے کہ ہم نے ایک بزرگ کو دیکھا کہ اس کو بھی شیخ عثمان کہتے تھے اور وہ خواجہ ابوبکر شبلی کے مریدوں میں سے تھا۔ اس کا کمال و بزرگی دریافت کر کے ہم اس کے پیچھے ہو لئے۔ جس جگہ وہ بزرگ جاتا اور جس طرف کو قدم اٹھاتا میں اور قاضی حمید الدین ناگوری اس کے قدم پر قدم رکھتے چونکہ وہ پیرِ روشن ضمیر تھا۔ ہماری متابعت سے مطلع ہوا اور پلٹ کر ہم سے کہا کہ اس ظاہری متابعت سے کیا ہوتا ہے؟ فرمایا میں ہر روز ہزار قرآن ختم کرتا ہوں۔ ہم یہ

بات سن کر حیران رہ گئے اور اپنے دل میں یہ سوچنے لگے کہ شاید ہر سورۃ کا شروع پڑھ پڑھ کر ہزار پورے کر لیتے ہوں گے ۔ یہ خیال ہمارے دل میں گزر رہا تھا کہ اس بزرگ نے سر اونچا کر کے فرمایا حرفاً بعد حرفٍ می خوانیم ۔ یعنی ایک ایک حرف کر کے پڑھتے ہیں ۔ (مطلب یہ ہے کہ ایک حرف نہیں چھوڑتے ۔ پورا قرآن مجید پڑھتے ہیں ۔ (ملفوظاتِ خواجگان چشت حصہ اوّل صفحہ ۱۲۰)

حضرت قطب الاقطاب بختیار کاکی علیہ الرحمۃ والرضوان کے اس فرمان سے کہ تم نے تین روز کے بعد جو افطار کیا تھا وہ ایک شرابی کے کھانے سے افطار کیا تھا اور اس فرمان سے کہ اوپر عرش تک اور نیچے تحت الثرٰی تک میرے لئے کوئی حجاب نہیں ۔ ان کا یہ عقیدہ صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے علمِ غیب حاصل ہے اور خواجہ ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید والے واقعہ سے ان کا یہ عقیدہ ثابت ہوا کہ اللہ والے دلوں کے خیالات سے بھی واقف ہو جاتے ہیں ۔

شیخ شیوخ العالم حضرت فرید الدین گنجِ شکر کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان ۔ المتوفی ۶۷۰ ہجری)

آپ حضرت قطب الاقطاب بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید و خلیفہ اور سلطان المشائخ حضرت محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ العزیز کے پیر و مرشد ہیں ۔ آپ ہی کی نگاہ فیض نے حضرت نظام الدین اولیاء کو سلطان المشائخ اور محبوبِ الٰہی بنا دیا ۔ آپ کا مزار مبارک اجودھن (پاک پتن شریف) پاکستان میں ہے ۔ علمِ غیب کے بارے میں آپ کا عقیدہ ملاحظہ ہو!

حضرت خواجہ امیر خورد کرمانی تحریر فرماتے ہیں کہ سلطان المشائخ حضرت محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس سرہٗ العزیز فجر کی نماز ادا کر کے ذکرِ حق میں مشغول تھے اور سر زمین پر رکھے ہوئے مستغرق تھے ۔ اسی حالت میں بہت دیر گزر گئی ۔ سردی کا موسم تھا ۔ سرد ہوائیں چل رہی تھی ۔ اس لئے آپ کی پوستین لائی گئی اور آپ کے جسم مبارک پر ڈالی گئی ۔ کوئی خادم اس جگہ نہ تھا صرف میں تھا ۔ اسی درمیان میں ایک شخص آیا اور بلند آواز سے سلام کیا ۔ شیخ اس وقت بھی سر زمین پر رکھے ہوئے تھے اور پوستین اوڑھے ہوئے تھے ۔ اس وقت شیخ نے پوچھا یہاں کوئی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں ہوں ۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا اس وقت جو شخص آیا وہ بڑا پیٹو، کوتاہ گردن تنگ دہن اور زرد گوں ہے ۔ میں نے دیکھا تو ایسا ہی تھا ، میں نے عرض کیا ، جی ہاں وہ ایسا ہی ہے ۔ فرمایا زنجیر لپیٹے ہوئے ہے ۔ میں نے دیکھا کہ وہ زنجیر لپیٹے ہوئے تھا ۔ پھر فرمایا کہ کان میں کوئی چیز ڈالے ہوئے ہے ۔ میں نے دیکھا تو واقعی اس کے کان میں کوئی چیز پڑی ہوئی ہے ۔ میں نے عرض کیا کہ اس کے کان میں ایک بالا ہے ۔ فرمایا

جاؤ! اس سے کہو کہ یہاں سے چلا جائے قبل اس کے کہ رسوائی ہو۔ اب جب میں نے مڑ کر اس کی جانب دیکھا تو وہ خود جا چکا تھا۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۵۹)

اور خواجہ امیر خُرد کرمانی نظامی تحریر فرماتے ہیں کہ سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ ہم اجودھن (پاکپتن) جا رہے تھے کہ سرسی کے جنگل میں مجھے سانپ نے کاٹ لیا۔ وہ آدمی جو ہمارے ساتھ جا رہا تھا اس نے سانپ کاٹنے کی جگہ کو باندھ دیا۔ زہر کا اثر جاتا رہا اور میں اچھا ہو گیا۔ جب ہم اجودھن (پاک پٹن) پہنچے تو بے وقت ہو چکا تھا اور شہر کے تمام دروازے بند ہو چکے تھے۔ ساتھیوں نے مشورہ کیا کہ ہم حصار کی دیوار کود کر داخل ہو جائیں۔ ہم نے دیکھا کہ حصار (چہار دیواری) میں ہر طرف سوراخ پیدا ہو گئے۔ الغرض تمام ساتھی اوپر چڑھ گئے اور میں ڈر رہا تھا۔ ساتھیوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور اوپر چڑھا لیا۔ جب صبح ہوئی تو ہم شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے سب کی خیریت دریافت کی اور مجھ سے کچھ نہیں پوچھا۔ کچھ دیر کے بعد فرمایا سانپ کا کاٹنا ایک بات ہے لیکن دیوار کا چڑھنا کہاں آیا ہے۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۶۰)

اور حضرت خواجہ امیر خُرد کرمانی تحریر ماتے ہیں کہ میں نے اپنے چچا بزرگوار سید السادات سید حسین سے سنا ہے کہ ایک دفعہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہٗ العزیز نے شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خط لکھنا چاہا۔ کاغذ لے کر سوچنے لگے کہ خط میں ان کو القاب کیا لکھوں؟ پھر آپ کے دل میں آیا کہ خطاب ان کا لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے، وہی لکھوں۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے آپ نے آسمان کی طرف سر اٹھایا تو لوحِ محفوظ میں ان کا لقب شیخ الاسلام لکھا ہوا دیکھا۔ تو آپ نے بھی خط میں یہی القاب لکھا۔ کسی اللہ کے ولی نے کہا ہے ۔

قُلُوبُ الْعَارِفِیْنَ لَهَا عُیُوْنٌ
تَرٰی مَالَا یَرَاهُ النَّاظِرُوْنَا

ترجمہ: عارفوں کے دلوں کو وہ آنکھیں نصیب ہیں جن سے وہ ایسی چیزیں دیکھتے ہیں کہ جنہیں عام دیکھنے والے نہیں دیکھتے۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۶۱)

اور خواجہ امیر خوُرد کرمانی تحریر فرماتے ہیں کہ سلطان المشائخ حضرت محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ ایک شخص دہلی سے اس لئے روانہ ہوا کہ اجودھن (پاک پٹن) پہنچ کر شیخ شیوخ العالم کے ہاتھ پر توبہ کرے۔ راستہ میں ایک گانے والی اس کے ساتھ ہو گئی۔ اس گانے والی نے بہت چاہا کہ وہ مرد اس کی محبت میں گرفتار ہو اور اس سے تعلق پیدا کرے لیکن چونکہ وہ مرد سچی نیت رکھتا تھا اس لئے اس فاحشہ کی طرف ذرا بھی متوجہ نہ ہوا۔ یہاں تک کہ ایک جگہ وہ دونوں ایک بہلی میں سوار ہوئے۔ وہ عورت اس کے نزدیک آ کر بیٹھ گئی۔ چونکہ اب ان دونوں کے

درمیان کوئی چیز حائل نہ تھی اس حالت میں مرد کے دل میں کچھ معمولی سی اس کی خواہش ہوئی کہ وہ اس سے کچھ باتیں کرے یا دست درازی کرے لیکن عیناً سی وقت میں ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ آیا اور ایک طمانچہ اس شخص کے منہ پر مار کر کہا افسوس ہے کہ تم فلاں بزرگ کے پاس توبہ کی نیت سے جا رہے ہو اور تمہاری یہ حرکتیں ہیں۔ وہ شخص فوراً متنبہ ہوا۔ الغرض جب وہ شخص شیخ شیوخ العالم حضرت فرید الدین گنجِ شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے سب سے پہلے اس سے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے اس روز تمہاری بڑی حفاظت کی۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۶۵)

اور لکھتے ہیں کہ حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ فرماتے تھے کہ حضرت شیخ فرید الحق والدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مریدوں میں سے ایک مرید محمد شاہ غوری تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ آپ کا نہایت راسخ العقیدہ معتقد اور سچا مرید تھا۔ ایک روز وہ نہایت پریشان و مضطرب آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے اس کو پریشان دیکھ کر پوچھا۔ بتاؤ کیا بات ہے؟ اس نے کہا میرا ایک بھائی نہایت سخت بیمار ہے۔ میں نے اسے اس حالت میں چھوڑا ہے کہ اس میں کچھ رمقِ جان باقی تھی۔ شاید کہ اب اس کا انتقال بھی ہو چکا ہو۔ اس وجہ سے میں سخت مضطرب اور پریشان ہوں۔ آپ نے فرمایا جیسا تم اس گھڑی پریشان ہو، میں تمام عمر اسی طرح پریشان رہا ہوں، لیکن میں کسی سے کچھ نہیں کہتا۔ پھر اس سے فرمایا جاؤ! تمہارا بھائی صحت یاب (ٹھیک) ہو چکا ہے۔ محمد شاہ جب گھر واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ اس کا بھائی تندرست ہو چکا تھا اور بیٹھا ہوا کھانا کھا رہا تھا۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۶۵ ہجری)

اور خواجہ امیر خُرد کرمانی نظامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت فرید الدین گنجِ شکر علیہ الرحمۃ والرضوان کے تمام صاحبزادوں کا اس بات پر اتفاق تھا کہ آپ کو اجودھن کی فصیل کے باہر اس مقام پر دفن کیا جائے کہ جہاں شہداء مدفون ہیں۔ اسی نیت سے آپ کے جنازے کو فصیل سے باہر لے کر آئے۔ عین اس موقع پر میاں خواجہ نظام الدین جو آپ کے محبوب ترین صاحبزادے تھے اور وہ سلطان غیاث الدین بلبن کے ملازم تھے اور قصبہ پٹیالی میں متعین تھے، پہنچے۔ انہوں نے خواب میں دیکھا تھا کہ شیخ شیوخ العالم انہیں بلا رہے ہیں۔ خواجہ نظام الدین فوراً ہی اجازت لے کر اجودھن (پاک پٹن) کے لئے روانہ ہو گئے۔ وہ اس رات میں اجودھن پہنچے، جس رات میں شیخ شیوخ العالم نے وفات پائی۔ لیکن شہر میں داخل نہ ہو سکے کہ شہر کی فصیل کے تمام دروازے بند ہو چکے تھے۔ اس لئے انہوں نے مجبوراً فصیل کے باہر رات گزار دی۔ وفات کی رات میں آپ بار بار فرماتے تھے کہ نظام الدین تو آ گیا ہے لیکن کیا فائدہ جب اس سے ملاقات نہ ہو سکی۔ جب صبح ہوئی اور خواجہ نظام الدین شہر میں داخل ہونے کے ارادے سے روانہ ہو کر فصیل کے دروازے تک پہنچے ہی تھے کہ سامنے سے آپ کا جنازہ آتا ہوا نظر آیا۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۷۱ ہجری)

اور لکھتے ہیں کہ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ شیخ عارف کو شیخ شیوخ العالم نے سیوستان کی طرف بھیجا تھا اور ان کو بیعت کی اجازت دی تھی۔ ان کا واقعہ یوں ہوا کہ اُچ اور ملتان کا ایک بادشاہ تھا اور یہ بزرگ اس کے امام تھے یا کوئی اور تعلق تھا۔ اس بادشاہ نے سو روپے دے کر انہیں شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں بھیجا۔ انہوں نے پچاس روپے خود رکھ لئے اور پچاس روپے حضرت کی خدمت میں پیش کئے۔ جب انہوں نے صرف پچاس روپے حضرت کی خدمت میں پیش کئے، تو شیخ نے مسکرا کر فرمایا کہ عارف! تم نے خوب برادرانہ حصہ تقسیم کیا ہے۔ یہ سن کر شیخ عارف نہایت شرمندہ ہوئے اور فوراً دوسرے پچاس روپے بھی آپ کی خدمت میں پیش کئے بلکہ کچھ اپنے پاس سے مزید اضافہ کر کے دیئے اور نہایت معذرت کی اور بیعت کے لئے التجا کی۔ شیخ شیوخ العالم نے انہیں بیعت کر لیا۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۳۰)

سر سجدہ میں رکھے ہوئے آنے والے کا پورا حلیہ جاننا، سانپ کا نٹنے اور دیوار پر چڑھنے کا علم ہونا، حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لقب کو لوحِ محفوظ میں دیکھنا، فاحشہ عورت کے متعلق مرد کی نیت کو جاننا، محمد شاہ غوری کے بھائی کی تندرستی سے آگاہ ہونا، اپنے صاحبزادے خواجہ نظام الدین کی آمد کو جان لینا اور نذر میں بھیجے ہوئے روپوں کی تعداد سے واقف ہونا۔ یہ ساری باتیں غیب کی ہیں۔ شیخ شیوخ العالم حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان تمام باتوں کو بیان فرما کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں علمِ غیب عطا فرمایا ہے۔ اگر حضرت کا یہ عقیدہ نہ ہوتا تو ان باتوں کو وہ زبان پر ہرگز نہ لاتے۔

سلطان المشائخ حضرت محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیاء کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ التوفی ۷۲۵ ہجری)

حضرت خواجہ امیر خُرد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک شخص سلطان المشائخ کی خدمت میں کھانا لایا۔ کھانا لاتے وقت راستے میں اس کے دل میں خیال آیا کہ اگر سلطان المشائخ اپنے دستِ مبارک سے میرے منہ میں نوالہ رکھیں تو یہ میری کتنی خوش نصیبی ہوگی۔ جب وہ شخص سلطان المشائخ کی خدمت میں پہنچا تو دستر خوان بڑھایا جا چکا تھا اور سلطان المشائخ اس وقت پان کھا رہے تھے۔ سلطان المشائخ نے تھوڑا سا پان اپنے منہ سے نکال کر اس کے منہ میں رکھا اور فرمایا لو یہ اس نوالے سے بہتر ہے۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۲۴۲)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز دو مرید سلطان المشائخ حضرت محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان میں سے وضو میں ایک نے احتیاط نہیں کی تھی۔

جب وہ سلطان المشائخ کی خدمت میں پہنچے تو سب سے پہلے جو بات آپ نے ان سے کی وہ یہ تھی کہ وضو میں احتیاط کرنی چاہیئے کہ وضو خدا کے رازوں میں سے ایک راز ہے۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۲۴۳)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مولانا وجیہ الدین، حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہو رہے تھے۔ جب وہ کرہ کے باغات میں پہنچے تو انہوں نے ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا جو زاہدوں کی سی صورت بنائے ہوئے عبا پہنے اور مصلّی کاندھے پر ڈالے ہوئے سامنے آیا اور مولانا کو سلام کیا۔ پھر اس طرح گفتگو شروع کی کہ میں بہت دُور سے آیا ہوں۔ مختلف علوم میں میری کچھ علمی مشکلات ہیں، جنہیں میں آپ سے حل کرانا چاہتا ہوں۔ مولانا نے فرمایا اچھا! اس شخص نے نہایت دانشمندانہ طریقے پر اپنے سوالات شروع کئے۔ مولانا نے اس کے سوالات کے نہایت معقول جوابات دیئے، لیکن مولانا اس کی تقریر سن کر حیران تھے کہ وہ آدمی اس شہر کے رہنے والا نہیں، پھر اس نے اتنے علوم کہاں سے حاصل کئے۔ جب وہ ان علمی مباحث سے فارغ ہو چکا تو اس نے مولانا سے پوچھا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ مولانا نے فرمایا کہ میں سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء کی خدمت میں جا رہا ہوں۔ اس شخص نے کہا میں سلطان المشائخ سے بارہا ملا ہوں۔ وہ اتنے بڑے عالم نہیں جتنے بڑے عالم آپ ہیں۔ پھر اس کے باوجود آپ ان کے پاس جا رہے ہیں۔ مولانا وجیہ الدین نے فرمایا ہرگز نہیں۔ یہ تم کیا کہتے ہو۔ سلطان المشائخ علم کے سمندر ہیں اور ان کا باطن علمِ لدنی سے آراستہ ہے۔ پھر اس آدمی نے کہا کہ میں نے متعدد مرتبہ شیخ نظام الدین سے ملاقات کی ہے وہ اتنا علم نہیں رکھتے۔ آپ ان کے پاس کہاں جا رہے ہیں؟ مولانا وجیہ الدین فرمایا لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ. یہ تم کیا فضول باتیں کرتے ہو۔ وہ شخص جو قریب ہو کر مولانا سے باتیں کر رہا تھا۔ اچانک مولانا سے ذرا دور ہو کر کھڑا ہو گیا۔ مولانا وجیہ الدین نے دوسری مرتبہ لاحول پڑھی۔ وہ مردود لاحول سنتے ہی اور پھر دُور جا کھڑا ہوا۔ اب مولانا نے بار بار لاحول پڑھنا شروع کیا، یہاں تک کہ وہ شخص غائب ہو گیا۔

جب مولانا وجیہ الدین حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں پہنچے تو قبل اس کے کہ وہ سلطان المشائخ سے ماجرا بیان کرتے، سلطان المشائخ نے نورِ باطن سے معلوم کر کے فرمایا کہ مولانا تم نے اس شخص کو خوب پہچانا۔ اگر اس کے پہچاننے میں ذرا بھی غلطی ہوتی تو وہ تمہاری راہ زنی کر ہی چکا تھا۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۲۴۷)

کھانا لانے والے کی دلی تمنا سے واقف ہو جانا، وضو کرنے والے کی بے احتیاطی سے آگاہ ہو جانا اور مولانا وجیہ الدین کو راستہ میں پیش آنے والے واقعہ کا جان لینا سب غیب کی باتیں ہیں۔ جن کو سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ظاہر فرما کر واضح کر

دیا کہ اللہ کے فضل وکرم سے ہم غیب کی باتیں جان لیتے ہیں۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے۔

اور خواجہ امیر خُرد کرمانی لکھتے ہیں کہ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ غیاث پور کے قیام سے پہلے میں کیلو کھری کی مسجد میں جمعہ پڑھنے کے لئے جایا کرتا تھا۔ گرم ہوائیں چلتی تھیں اور مسجد کا فاصلہ ایک کوس (تین کلو میٹر) تھا اور میں روزے سے تھا۔ مجھے چکر آنے لگے اور میں ایک دوکان پر بیٹھ گیا۔ میرے دل میں خیال گزرا کہ اگر میرے پاس سواری ہوتی تو میں اس پر سوار ہو کر جاتا۔ بعد میں شیخ سعدی کا یہ شعر میری زبان پر آیا۔

ماقدم از سر کنیم در طلبِ دوستاں

راہ بجائے برد ہر کہ باقدام رفت

میں نے اس خیال سے توبہ کی۔ اس واقعہ کو تین روز گزرے تھے کہ خلیفہ ملک یار پراں میرے لئے ایک گھوڑی لے کر آیا اور مجھ سے کہا اسے قبول کیجئے۔ میں نے اس سے کہا کہ تم خود ایک درویش ہو میں تم سے یہ کیسے قبول کر سکتا ہوں۔ انہوں نے کہا تین راتوں سے میں برابر خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے شیخ مجھ سے برابر فرما رہے ہیں کہ فلاں شخص کے پاس گھوڑی لے کر جاؤ! میں نے کہا بے شک تمہارے شیخ نے تم سے کہا ہے لیکن اگر میرے شیخ بھی مجھ سے کہیں گے تو میں یہ گھوڑی تم سے لے لوں گا۔ اسی رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ شیخ شیوخ العالم حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مجھ سے فرماتے ہیں کہ ملک یار پراں کی دِل جوئی کے لئے وہ گھوڑی قبول کر لو! دوسرے روز وہ گھوڑی لے کر آیا تو میں نے اسے فرستادۂ سمجھ کر قبول کر لیا۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۲۴۶)

حضرت محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس واقعہ کو بیان کر کے اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ ملک یار پراں کے شیخ اور ہمارے شیخ حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی غیب کی باتیں جان لیتے ہیں کہ یہ دونوں بزرگ ہماری ضرورت اور گفتگو سے آگاہ ہو گئے اور خواب میں گھوڑی کے لینے دینے کا حکم فرما گئے۔

اور حضرت خواجہ امیر خُرد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ سلطان المشائخ حضرت محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ ناگور میں ایک ہندو تھا۔ جب بھی اس پر حضرت شیخ حمید الدین کی نظر پڑتی تو آپ فرماتے کہ یہ ولی خدا پرست ہوگا۔ مرنے کے وقت باایمان جائے گا اور اس کا خاتمہ بالخیر ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ آپ فرماتے تھے۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۲۶۵)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شیخ شیوخ العالم حضرت فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمۃ والرضوان کے خلیفہ تھے اور آپ کی مریدی کی بدولت اکابر شیوخ کے مرتبہ پر پہنچے۔ سلطان المشائخ حضرت محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے

کہ جس زمانے میں شیخ شیوخ العالم نے مجھے خلافت عطا فرمائی تو ارشاد فرمایا کہ یہ خلافت نامہ ہانسی میں مولانا جمال الدین ہانسوی کو دکھلا لینا۔ میں خلافت سے پہلے جب شیخ جمال الدین کی خدمت میں جاتا تھا تو وہ میری تعظیم فرماتے اور کھڑے ہو کر ملاقات کرتے۔ جب میں خلافت کے بعد ایک روز ان سے ملنے گیا تو وہ خلافِ عادت بیٹھے رہے۔ میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ یہ بات ان کی خلاف عادت ہے۔ ابھی یہ خیال دل میں گزر ا ہی تھا کہ انہوں نے بغیر میرے کچھ کہے فوراً فرمایا، مولانا نظام الدین! تمہارے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں تمہارے لئے کھڑا نہیں ہوا لیکن اس کی وجہ دوسری ہی ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب میرے اور تمہارے درمیان (شیخ کے خلافت عطا فرمانے کے بعد) محبت کا رشتہ قائم ہو چکا ہے تو میں اور تم ایک ہو گئے۔ اب میرا خود اپنے لئے کھڑا ہونا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ (سیر الاولیاء صفحہ ۲۹۴)

ان دونوں واقعات کے بیان سے حضرت محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ عقیدہ ثابت ہوا کہ حضرت شیخ حمید الدین ناگوری اور حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما بھی غیب کے جاننے والے ہیں کہ ہندو خدا پرست ولی ہو جائے گا۔ حضرت شیخ ناگوری واقف تھے اور حضرت ہانسوی دل کے خیال سے آگاہ ہو گئے۔

حضرت شیخ حسن افغان کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ التوفی ۶۸۹ ہجری)

حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جن کا مرتبہ یہ ہے کہ ایک بار جب وہ حضرت قطب الاقطاب بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملاقات کے لئے آئے تو واپسی کے وقت حضرت بختیار کاکی نے اپنے مبارک ہاتھوں سے ان کے جوتے درست کئے۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۳۲) حضرت حسن افغان انہیں بزرگ حضرت زکریا ملتانی کے مرید و خلیفہ ہیں، سلسلۂ سہروردیہ کے مشہور شیخ اور بزرگی کے بلند مرتبہ پر فائز ہیں۔ یہاں تک بقول حضرت محبوبِ الٰہی حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی نے فرمایا اگر کل قیامت میں مجھ سے پوچھیں گے کہ ہماری درگاہ میں کیا لائے ہو تو میں کہوں گا کہ حسن افغان کو لایا ہوں۔ (فوائد الفواد ملفوظ حضرت محبوبِ الٰہی صفحہ ۱۷) اب علم غیب کے بارے میں ایسے بلند مرتبہ بزرگ کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔

حضرت حسن علی سجزی قدس سرہٗ جو فوائد الفواد کے مرتب ہیں وہ لکھتے ہیں کہ سلطان المشائخ حضرت محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ ایک گاؤں میں لوگ مسجد بنا رہے تھے۔ خواجہ حسن افغان وہاں پہنچے اور مسجد بنانے والوں سے کہا کہ محراب اس طرح

سیدھی کرو! قبلہ اس طرف ہے۔ یہ کہتے ہوئے آپ نے ایک طرف اشارہ کیا۔ایک عقل مند وہاں حاضر تھا وہ آپ سے جھگڑنے لگا اور کہا کہ نہیں قبلہ دوسری طرف ہے۔ الغرض ان دونوں کے درمیان کافی گفتگو ہوئی۔ آخر میں خواجہ حسن افغان نے عقل مند سے کہا کہ اپنا رخ اسی طرف کرو جدھر کہ میرا رخ ہے اور اچھی طرح دیکھو کہ قبلہ کدھر ہے؟ عقل مند نے اسی طرف منہ کیا تو کعبہ کو اسی طرف دیکھا جس طرف کہ حضرت حسن افغان نے کہا تھا۔ (فوائدالفواد صفحہ ۱۷)

اور حضرت حسن علی سجزی لکھتے ہیں کہ سلطان المشائخ حضرت محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت حسن افغان ایک گلی سے گزر رہے تھے مسجد میں آذان کی آواز سن کر مسجد میں آئے۔ مؤذن نے تکبیر کہی۔ امام نے مصلّٰی پر آ کر نماز شروع کی۔ کافی آدمی جماعت میں شامل ہوئے۔ خواجہ حسن افغان بھی جماعت میں شریک ہوئے۔ جب نماز ختم ہوگئی اور لوگ واپس ہونے لگے تو خواجہ حسن افغان آہستہ سے امام کے پاس آئے اور کہا امام صاحب! جب آپ نے نماز شروع کی تو میں آپ کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ آپ نے یہاں سے دہلی جا کر غلام خریدے اور واپس ہوئے۔ پھر ان غلاموں کو خراسان لے گئے۔ پھر وہاں سے ملتان واپس آئے اور پھر مسجد میں آئے۔ میں آپ کے پیچھے پیچھے پریشان پھرتا رہا۔ امام صاحب! آخر یہ کیسی نماز ہے؟ (فوائدالفواد صفحہ ۱۷)

علاقۂ ملتان سے کعبہ شریف کو دیکھنا اور امام صاحب کے دل میں نماز کے اندر پیدا ہونے والے خیالات سے آگاہ ہونا۔ دونوں باتیں غیب کی ہیں۔ حضرت خواجہ حسن افغان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کو بیان فرما کر اپنا یہ عقیدہ واضح کر دیا کہ اللہ کے فضل سے ہمیں علمِ غیب حاصل ہے اور شخص مذکور کو یہاں سے کعبہ شریف دکھا کر آپ نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ ہم تو غیب کی باتیں دیکھتے ہی ہیں ضرورت پڑنے پر دوسروں کو بھی ایسی باتیں دکھا دیا کرتے ہیں۔

مخدوم الملک حضرت شرف الدین یحیٰی منیری کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ المتوفی ۷۸۲ ہجری)

محبوبِ یزدانی حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ گلبرگہ شریف سے پنڈوہ شریف جاتے ہوئے جس روز خطۂ بہار میں منیر شریف کے قریب پہنچے۔ اسی دن حضرت مخدوم الملک شرف الدین یحیٰی منیری رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔ حضرت مخدوم کچھوچھوی کو حضرت شیخ منیری کی ملاقات کا شوق تھا مگر حکمِ قضا و قدر نہ تھا کہ عالمِ اسباب میں دونوں بزرگ ایک دوسرے سے ملیں، لیکن شیخ منیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وصیت فرما دی تھی کہ ایک سید، صحیح النسب تارک

سلطنت، ساتوں قرأت کے حافظ آنے ہی والے ہیں، میرے جنازہ کی نماز وہی آ کر پڑھائیں گے۔ مخدوم الملک کا وصال ہوگیا۔ جنازہ تیار کر کے لوگ حسب وصیت حضرت مخدوم صاحب کا انتظار کر رہے تھے جب کچھ دیر ہوئی تو شیخ جلائی نامی ایک شخص آپ کی تلاش میں باہر نکلے۔ جب آبادی کے باہر پہنچے تو دور سے ایک قافلہ آتا نظر آیا۔ قافلہ کے قریب آنے پر شیخ جلائی بڑی بے تابی سے آپ کو ڈھونڈنے لگے۔ جب آپ کے قریب پہنچے اور آپ کی پیشانی پر نورِ ولایت کو تاباں دیکھ کر پوچھا کہ حضور سید ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں! پھر حفظ قرآن اور ترک سلطنت کے متعلق پوچھا۔ جب انہیں اطمینان ہوگیا کہ مخدوم الملک نے آپ ہی کی امامت کی وصیت فرمائی ہے تو بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ آپ کو آبادی میں لائے اور لوگوں سے ملایا۔ پھر سب نے آپ سے امامت کے لئے کہا۔ پہلے تو بطریق انکسار فرمایا کہ میں مسافر غریب الدیار ہوں۔ کسی دوسرے لائق شخص سے نماز پڑھوایئے! لیکن کچھ تو لوگوں کے اصرار اور زیادہ مخدوم الملک کی وصیت کے لحاظ سے آپ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (محبوب یزدانی صفحہ ۹۷)

سید صحیح النسب، تارک سلطنت، ساتوں قرأت کے حافظ اور پھر وہ آنے ہی والے ہیں۔ ایسے بزرگ کے بارے میں بغیر کسی اطلاع کے نمازِ جنازہ کی وصیت فرما کر حضرت شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنا یہ عقیدہ واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں غیب کا علم عطا فرمایا ہے۔

محبوب یزدانی حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ المتوفی ۸۰۸ ہجری)

جب آپ جائس پہنچے اور سواد قصبہ کے جنوب مشرق میں ایک بزرگ حضرت معروف شہید کا مزار ہے۔ اسی کے قریب اقامت گزیں ہوئے تو رات میں حسب معمول آپ کے اصحاب ذکرِ جہر کر رہے تھے اور جلال اسمِ ذات کی گونج سے آس پاس کی آبادی متاثر ہوگئی۔ قریب ہی ایک مولانا اعلام الدین رہتے تھے۔ انہوں نے جو یہ آواز سنی تو فرمایا یہ غوغائی کہاں سے آئے ہیں۔ مولانا کا دستور تھا کہ ہر صبح معروف شہید کے مزار پر فاتحہ خوانی کے لئے آتے تھے۔ حسب عادت اس دن بھی تشریف لائے۔ یہاں آ کر دیکھا کہ حضرت اصحاب و خدام اور ہمراہیان کے ساتھ قیام فرما ہیں اور خود حضور بھی برائے فاتحہ مزار کے قریب ہی تھے۔ مولانا نے کسی سے پوچھا کہ کون بزرگ ہیں؟ حضرت نے فرمایا کہ ہم سب غوغائی ہیں۔ مولانا کو اپنا رات کا جملہ یاد آ گیا۔ بے حد شرمندہ ہوئے اور بہت بہت معذرت چاہی۔ حضرت نے فرمایا یہ تو کوئی بات نہ تھی۔ ہم نے اس سے بھی زیادہ ملامتیں برداشت کی ہیں۔ مولانا نے کچھ ایسی عاجزی سے حضرت کی دلجوئی کی کہ آپ کا دل

خوش ہوگیا۔ (محبوبِ یزدانی صفحہ ۵۳)

حضرت کی خدمت میں ایک فلسفی آیا اور آ کر آپ کی محفل میں بیٹھ گیا۔ اس کی شکل وصورت اور لباس ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بڑا پکا مسلمان ہے۔ جب آپ کی نگاہ اس پر پڑی تو فرمایا کیوں بہروپیا بنے ہو؟ تم صوفیاء کی نگاہ سے اپنی حقیقت نہیں چھپا سکتے۔ فلسفی اپنے دل میں بڑا شرمندہ ہوا اور دل ہی دل میں تائب ہوگیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد آپ نے فرمایا الحمد للہ، خدا نے تمہیں توبہ نصیب فرمائی۔ حضرت کے اس کشف پر اس کو بے حد حیرت ہوئی۔ اٹھ کر قدموں میں گر پڑا اور مرید ہوا۔ (محبوبِ یزدانی صفحہ ۱۷)

حضرت شیخ نظام غیریب یمنی مرتب لطائف اشرفی میں لکھتے ہیں کہ جب دریا میں جہاز روانہ ہوا تو میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس زمانے میں بھی کوئی ایسا عارف ہے جو دریا کے رہنے والے عارفوں اور عابدوں کی خبر دے۔ لکھتے ہیں کہ جیسے ہی میرے دل میں یہ خیال آیا فوراً حضرت نے اس خادم کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ فرزند نظام! فقراء کے لئے اس کا جان لینا ایک تنکا کے توڑنے سے زیادہ آسان ہے۔ (محبوبِ یزدانی صفحہ ۸۰)

ہرات کا واقعہ ہے کہ وہاں کا ایک امیر حضرت سے بدعقیدہ ہوگیا۔ اس نے امتحاناً آپ کی دعوت کی۔ دسترخوان پر انواع واقسام کے کھانے چنے گئے۔ ایک قاب میں دو مرغِ مسلّم بھی تھے۔ حضرت نے کھانے کے وقت ان مرغوں کی طرف توجہ نہ فرمائی۔ میزبان امیر نے بہت اصرار کے ساتھ اسی قاب کو آپ کی طرف بڑھایا کہ حضور اس کو ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ خاص اہتمام سے پکوائے گئے ہیں۔ آپ نے قاب میں سے ایک مرغ اپنے اور دیگر درویشوں کے لئے لے لیا اور دوسرا مرغ امیر اور اس کے ساتھیوں کے طرف یہ کہہ کر بڑھا دیا کہ پہلا فقراء کے لائق تھا اور یہ تمہارے لئے موزوں ہے۔ امیر خاموش ہوگیا، لیکن مہمانوں کو اس کے چہرے پر شرمندگی کی سرخی دیکھ کر حیرت ہوئی۔ بعد میں لوگوں کو معلوم ہوا کہ ایک مرغ جس کا گوشت حضرت نے ملاحظہ فرمایا تھا مناسب قیمت دے کر خریدا گیا تھا اور دوسرا مرغ ظلم سے حاصل ہوا تھا۔ (محبوبِ یزدانی صفحہ ۸۸)

ہرات سے یاغستان جاتے ہوئے اثنائے سفر میں حضرت کا گزر ایک ایسے راستے سے ہوا جہاں کئی دن تک آبادی کا نام ونشان نہ ملا۔ تین روز تک بغیر کھائے پیئے قافلہ چلتا رہا۔ رفقائے سفر بے قرار ہوگئے اور جب برداشت سے باہر ہوگیا تو حضرت تک یہ بات پہنچائی گئی کہ قافلہ والے بھوک کی شدت سے نڈھال ہیں اور اب آگے سفران کے لئے ناممکن ہورہا ہے۔ حضرت نے قافلہ والوں سے کمر کھول دینے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اگر کسی کے پاس لوہے کی زنجیر ہو تو میرے پاس لاؤ! تلاش کرنے پر ایک قلندر نے دی۔ زنجیر آپ کی خدمت میں حاضر کی گئی۔ آپ نے اس پر توجہ ڈالی۔ کیمیا

اثر نگاہ سے وہ لوہے کی زنجیر سونے کی ہوگئی۔ بابا حسین جو آپ کے خادم خاص تھے۔ آپ نے ان کو حکم دیا کہ اسے لے جاؤ! یہاں سے کچھ فاصلے پر فلاں سمت ایک بازار ہے اسے فروخت کر کے تین دن کے کھانے پینے کا سامان خرید لینا اور جو رقم بچ جائے اسے واپسی پر میرے پاس مت لانا بلکہ پانی میں ڈال دینا۔ چنانچہ بابا حسین نشان زدہ مقام پر پہنچے تو ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ ایک ایسی ویران جگہ ہیں کہ جہاں تین دن تک کوئی آبادی نہ مل سکی۔ راستے میں کھانے پینے کا کوئی انتظام نہ ہو سکا۔ یہاں اتنا عظیم الشان بازار کہاں سے آ گیا۔ بہر حال وہ بازار میں پھرتے پھراتے سونے چاندی کی دوکان پر پہنچے۔ اپنی زنجیر فروخت کی اور تین دن کا راشن خرید کر جانوروں پر لادا اور واپس ہوئے۔ راستے میں باقی رقم پانی میں پھینک دی اور قافلہ میں پہنچ کر حضرت کو اس کی اطلاع دے دی۔

آپ کے ایک مرید تنگر قلی محفل میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے جب یہ سنا کہ بابا حسین نے باقی روپے واپسی پر پانی میں پھینک دیئے تو انہیں یہ خیال پیدا ہوا کہ رقم پانی میں پھینک کر ناحق ضائع کی گئی۔ اس سے اچھا تو یہ ہوتا کہ کسی فقیر اور اہلِ حاجت کو دے دی جاتی۔ وہ یہ سوچ ہی رہے تھے کہ حضرت نے ان کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ تنگر قلی! تم خدا کے کاموں میں دخل دیتے ہو اور اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنُ کو پرورش کا سبق سکھاتے ہو! تمہیں کیا خبر کہ ضائع ہوا کہ ٹھیک ہوا۔ تنگر قلی سخت نادم ہوئے اور حضرت سے بہت معافی چاہی۔ (محبوب یزدانی صفحہ ۸۹)

مولانا اعلام الدین کی کہی ہوئی بات کو جان لینا، فلسفی کی حالت سے آگاہ ہو جانا، شیخ نظام کے خیالات پر مطلع ہونا، ظلم سے حاصل کئے گئے مرغ سے واقف ہو جانا اور تنگر قلی کے خطرات قلب کو جان لینا، سب غیب کی باتیں ہیں۔ حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ان ساری باتوں کو ظاہر فرما کر اپنا یہ عقیدہ واضح کر دیا کہ ہم غیب کی باتیں جان لیا کرتے ہیں اور لوہے کی زنجیر کو سونا بنا کر آپ نے یہ عقیدہ بھی ثابت فرما دیا کہ اللہ کے محبوب بندوں کو چیزوں کی حقیقتیں بدل دینے کا اختیار بھی دیا گیا ہے۔

انتباہ: غیب کی باتوں کو کشف و کرامت سے جان لینا یا الہام سے۔ اور نورِ باطن سے معلوم کر لینا یا روشن ضمیری سے۔ بہر حال وہ علمِ غیب ہے۔

حاضر وناظِر

حاضر کے لغوی معنیٰ ہیں موجود، جاننے والا اور شہر کا رہنے والا، ناظر کے معنیٰ ہیں دیکھنے والا، غور وفکر کرنے والا اور کھیتی کی حفاظت کرنے والا۔ اور علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ اَلْحُضُوْرُ بِمَعْنَى الْعِلْمِ شَائِعٌ وَالنَّظْرُ بِمَعْنَى الرُّؤْيَةِ ۔ ملخصاً۔ یعنی حاضر ہونا جاننے کے معنیٰ میں مشہور ہے اور ناظر ہونا دیکھنے کے معنیٰ میں ہے۔ (ردالمختار جلد سوم صفحہ ۳۰۷)

اور عرفِ شرع میں حاضر وناظر کے معنیٰ ہیں ساری دنیا کو دیکھنا اور دور ونزدیک کی آوازوں کو سننا یا تھوڑے سے وقت میں دنیا بھر کی سیر کر لینا اور آنِ واحد میں روحانی یا جسمِ مثالی کے ساتھ سینکڑوں کلو میٹر کی دوری پر مدد کے لئے پہنچ جانا۔

اللہ کے محبوب بندوں کا حاضر وناظر ہونا حق ہے۔ حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور بڑے بڑے علمائے کرام وبزرگانِ دین کا یہی عقیدہ ہے۔ ثبوت ملاحظہ ہو۔

حضور سیدِ عالم کا عقیدہ

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ وصال مبارک ۱۱ ہجری مطابق ۶۳۲ عیسوی)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا۔

نَعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدًا وَ جَعْفَرًا وَابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ اَنْ يَّاتِيَهُمْ خَبَرُهُمْ فَقَالَ اَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَاُصِيْبَ ثُمَّ اَخَذَ جَعْفَرٌ فَاُصِيْبَ ثُمَّ اَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَاُصِيْبَ وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ حَتّٰى اَخَذَ الرَّايَةَ سَيْفٌ مِنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ يَعْنِيْ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ.

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زید، حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شہادت کی خبر آنے سے پہلے ان لوگوں کے شہید ہو جانے کی اطلاع دیتے ہوئے فرمایا کہ زید نے جھنڈا ہاتھ میں لیا اور شہید کئے گیا پھر جعفر نے جھنڈے کو سنبھالا اور وہ بھی شہید ہوئے۔ پھر ابن رواحہ نے جھنڈے کو لیا اور وہ بھی شہید کئے گئے۔ آپ یہ واقعہ بیان فرما رہے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ پھر آپ نے فرمایا اب جھنڈے کو اس شخص نے لیا جو خدا تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے یعنی خالد بن ولید نے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو

فتح عطا فرمائی۔ (بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۶۱۱)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَاِلٰی مَا ھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا کے پردے اٹھا دیئے ہیں۔ تو میں دنیا کو اور جو کچھ بھی اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھتا ہوں جیسے کہ اپنی اس ہتھیلی کو۔ (زرقانی علی المواہب جلد ۷ صفحہ ۲۰۴)

ان احادیثِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم ﷺ کا اپنے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ میں حاضر و ناظر ہوں۔ اسی لئے جنگ موتہ جو ملکِ شام میں ہو رہی ہے، مدینہ منورہ ہی سے اس کے سارے واقعات کو جانتا ہوں اور دیکھتا بھی ہوں بلکہ دنیا میں جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے اُس کو میں اِس طرح جانتا اور دیکھتا ہوں، جیسے اپنی ہتھیلی۔ اگر حضور ﷺ کا اپنے بارے میں حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ نہ ہوتا تو آپ ایسا نہ فرماتے۔

محدثین کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

جو حدیثیں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عقیدہ میں بخاری شریف اور زرقانی شریف کی لکھی گئی ہیں، ان حدیثوں سے حضور کا عقیدہ معلوم ہونے کے ساتھ حضرت امام بخاری اور حضرت علامہ زرقانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بھی عقیدہ ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر و ناظر ہیں۔ ورنہ ان حدیثوں کو یہ حضرات اپنی کتابوں میں ہرگز نہ لکھتے اور دیگر محدثین کے عقیدے ملاحظہ ہوں۔

حضرت امام ترمذی اور صاحبِ مشکوٰۃ کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

حضرت سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضورِ اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی ہیں۔ انہوں نے فرمایا۔

دَخَلْتُ عَلٰی اُمِّ سَلْمَۃَ وَھِیَ تَبْکِیْ فَقُلْتُ مَا یُبْکِیْکِ قَالَتْ رَأَیْتُ رَسُوْلِ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْمَنَامِ وَعَلٰی رَاسِہٖ وَلِحْیَتِہِ التُّرَابُ فَقُلْتُ مَالَکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ شَہِدْتُ قَتْلَ الْحُسَیْنِ اٰنِفًا. رواہ الترمذی

ترجمہ: میں ام المومنین حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی تو دیکھا وہ رورہی ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ آپ روتی کیوں ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ ان کے سر مبارک اور ریش اقدس (داڑھی مبارک) پر گردو غبار ہے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ کا یہ کیا حال ہے؟ فرمایا میں ابھی حسین کی شہادت گاہ پر حاضر ہوا تھا۔ (ترمذی، مشکوٰۃ صفحہ ۵۷۰)

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مدینہ منورہ سے کربلا شریف کے میدانِ جنگ میں جانا اور وہاں کے حالات کو ملاحظہ فرمانا، حاضر و ناظر کے معنیٰ ہیں۔ حضرت امام ترمذی اور صاحب مشکوٰۃ علامہ خطیب تبریزی علیہما الرحمۃ والرضوان نے اپنی اپنی کتابوں میں اس حدیث شریف کو لکھ کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کردیا کہ حضور ﷺ حاضر و ناظر ہیں۔

شارح بخاری علامہ عسقلانی کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ متوفی ۸۵۲ ہجری)

آپ تحریر فرماتے ہیں۔

وَقَدْ قَالَ عُلَمَائُنَا لَافَرْقَ بَیْنَ مَوْتِہٖ وَحَیَاتِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ مُشَاھَدَتِہٖ لِاُمَّتِہٖ وَ مَعْرِفَتِہٖ بِاَحْوَالِھِمْ وَنِیَّاتِھِمْ وَعَزَائِمِھِمْ وَخَوَاطِرِ ھِمْ وَذٰلِکَ جَلِیٌّ عِنْدَہٗ لَاخِفَاءَ بِہٖ .

ترجمہ: ہمارے علمائے کرام نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی اور وفات میں کوئی فرق نہیں۔ وہ اپنی امت کو دیکھتے ہیں اور ان کی حالتوں، نیتوں اور رازوں اور دل کی باتوں کو جانتے ہیں۔ اور یہ آپ پر بالکل ظاہر ہیں۔ اس میں کوئی پوشیدگی نہیں۔ (مواہب لدنیہ جلد دوم صفحہ ۳۸۷)

حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ والرضوان کی اس تحریر سے ظاہر ہوا کہ ان کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ سرکارِ اقدس ﷺ حاضر و ناظر ہیں۔ اس لئے کہ اپنی امت کو دیکھتے ہیں اور ان کی حالتوں کو جانتے ہیں۔

حضرت قاضی عیاض اور ملا علی قاری کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

حضرت علامہ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

اِنْ لَّمْ يَكُنْ فِي الْبَيْتِ اَحَدٌ فَقُلِ السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ .

ترجمہ: جب گھر میں کوئی نہ ہو تو تم کہواے نبی! آپ پر سلام اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں ہوں۔ (شفا شریف جلد ۲ صفحہ ۵۲)

اس عبارت کی شرح میں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں۔

لِاَنَّ رُوْحَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَاضِرَةٌ فِيْ بُيُوْتِ اَهْلِ الْاِسْلَامِ.

ترجمہ: اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحِ مبارک مسلمانوں کے گھروں میں موجود ہے۔ (شرح شفا ملا علی قاری مع نسیم الریاض جلد سوم صفحہ ۴۶۴)

ان عبارتوں نے حضرت علامہ قاضی عیاض اور حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما نے اپنا عقیدہ واضح کردیا کہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حاضر و ناظر ہیں سب مسلمانوں کے گھروں میں ان کی روح مبارک موجود ہے۔ ان پر سلام عرض کیا جائے گا۔

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ متوفی ۹۱۱ ہجری)

آپ تحریر فرماتے ہیں۔

اَلنَّظْرُ فِيْ اَعْمَالِ اُمَّتِهٖ وَالْاِسْتِغْفَارُ لَهُمْ مِنَ السَّيِّئَاتِ وَالدُّعَاءُ بِكَشْفِ الْبَلَاءِ عَنْهُمْ وَالتَّرَدُّدُ فِيْ اَقْطَارِ الْاَرْضِ وَالْبَرَكَةُ فِيْهَا وَ حُضُوْرُ جَنَازَةٍ مِنْ صَالِحِيْ اُمَّتِهٖ فَاِنَّ هٰذِهِ الْاُمُوْرَ مِنْ اَشْغَالِهٖ كَمَا وَرَدَتْ بِذٰلِكَ الْحَدِيْثُ وَالْاٰثَارُ.

ترجمہ: اپنی امت کے اعمال پر نگاہ رکھنا، ان کے گناہوں کے لئے استغفار کرنا، ان سے بلا دور ہونے کی دعا کرنا، زمین میں اِدھر اُدھر آنا جانا، اس میں برکت دینا اور اپنی امت میں کسی نیک آدمی کا انتقال ہوجائے تو اس کے جنازے میں شریک ہونا۔ یہ چیزیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مشغلہ ہیں۔ جیسے کہ اس کے متعلق حدیثیں اور آثار آئے ہیں۔ (انباہ الاذکیاء صفحہ ۵۲)

اس عبارت سے حضرت علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ والرضوان کا عقیدہ ظاہر ہے کہ

سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں کہ ساری دنیا میں پھیلی ہوئی اپنی امت کے اعمال پر نظر رکھتے ہیں اور زمین میں جہاں چاہتے ہیں آتے جاتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۱۰۵۲ ہجری)

آپ تحریر فرماتے ہیں۔

باچندیں اختلاف و کثرت مذاہب کہ در علمائے امت ست یک کس را دریں مسئلہ خلافے نیست کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز و توہم تاویل دائم و باقی ست و بر اعمال امت حاضر و ناظر و مر طالبان حقیقت را و متوجہانِ آں حضرت را مفیض و مربی۔

ترجمہ: امت کے علماء میں اتنے اختلافات اور بہت سے مذاہب کے باوجود کسی شخص کو اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقی زندگی کے ساتھ قائم اور باقی ہیں۔ حضور کی زندگی میں مجاز کی آمیزش و تاویل کا وہم نہیں ہے اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں اور حقیقت کی جانب توجہ رکھتے ہیں۔ حضور ان سب کو فیض پہنچانے والے اور ان کی تربیت کرنے والے ہیں۔

(سلوک اقرب السبل بالتوجہ الیٰ سید الرسل مع اخبار الاخیار مطبوعہ رحیمیہ دیوبند صفحہ ۱۶۱)

اور حضرت شیخ محقق لکھتے ہیں۔

ذکر کن او را و درود بفرست بروئے علیہ السلام و باش در حال ذکر گویا حاضر ست پیش تو در حالت حیات و می بینی تو او را متادب باجلال و تعظیم و ہیبت و حیا و بدانکہ وے علیہ السلام می بیند و می شنود کلام ترا۔ زیرا کہ وے علیہ السلام متصف ست بصفات الٰہیہ و یکے از صفات الٰہی آنست اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ.

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کرو اور ان پر درود پڑھو اور ذکر کی حالت میں ایسے رہو کہ حضور ﷺ زندگی کی حالت میں تمہارے سامنے ہیں اور تم ان کو دیکھتے ہو۔ ادب جلال، تعظیم، ہیبت اور حیا سے رہو اور جانو کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہیں دیکھتے اور تمہارے کلام کو سنتے ہیں۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کی صفتوں کے ساتھ موصوف ہیں اور اللہ کی ایک صفت یہ ہے کہ میں اپنے ذکر کرنے والے کا ہمنشین ہوں۔ (مدارج النبوۃ)

اور شیخ محقق علی الاطلاق تحریر فرماتے ہیں۔

اگر بعد ازاں گویند کہ حق تعالیٰ جسد شریف را حالتے وقدرتے بخشیدہ است کہ در ہر مکانے کہ خواہد تشریف بخشد خواہ بعینہٖ خواہ بمثال خواہ برآسمان خواہ برزمین خواہ درقبر یا غیروے صورتے دارد باوجود ثبوت نسبت خاص بقبر در ہمہ حال۔

ترجمہ: اگر اس کے بعد کہیں کہ خدا تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم مبارک کو ایسی حالت وقدرت بخشی ہے کہ جس جگہ چاہیں تشریف لے جائیں چاہے بالکل اسی جسم سے چاہے جسم مثالی سے چاہے آسمان پر چاہے زمین پر چاہے قبر میں یا کہیں اور۔ تو درست ہے۔ قبر سے ہر حال میں تعلق رہتا ہے۔

(مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۴۵۰)

اور حضرت شیخ محقق تحریر فرماتے ہیں۔

بعضے عرفا گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت سریان حقیقت محمدیہ است در ذرائر موجودات وافراد ممکنات۔ پس آں حضرت در ذات مصلیان موجود و حاضر ست۔ پس مصلی را باید کہ ازیں معنیٰ آگاہ باشد وازیں شہود غافل نبود تا انوار قرب واسرار معرفت منور وفائز گردد۔

ترجمہ: بعض عارفوں نے فرمایا ہے کہ یہ خطاب یعنی اَلتَّحِيَّاتُ میں حضور کو اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ کہہ کر سلام عرض کرنا اس وجہ سے ہے کہ حقیقتِ محمدیہ موجودات کے ذرہ ذرہ اور ممکنات کے ہر ہر فرد میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نمازیوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہیں۔ نمازی کو چاہیئے کہ اس بات سے آگاہ رہے اور اس شہود سے غافل نہ ہو تا کہ قرب کے انوار اور معرفت کے بھیدوں سے روشن اور کامیاب ہو جائے۔ (اشعۃ اللمعات جلد اوّل صفحہ ۴۰۱)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ان تحریروں سے ان کے عقیدے بالکل کھلم کھلا ظاہر ہیں کہ اللہ کے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں، اپنے ذکر کرنے والے کے ہم نشین ہیں، زمین وآسمان میں جہاں چاہتے ہیں، تشریف لے جاتے ہیں اور آپ کی حقیقت موجودات کے ہر ہر ذرے اور ممکنات کے ہر ہر فرد میں سرایت کئے ہوئے ہے۔

صاحبِ نسیم الریاض علامہ خفاجی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۱۰۷۰ ہجری)

آپ تحریر فرماتے ہیں۔

اَلْاَنْبِیَاءُ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ مِنْ جِهَةِ الْاَجْسَامِ وَالظَّوَاهِرِ مَعَ الْبَشَرِ وَ بَوَاطِنُهُمْ وَ قُوَاهُمُ الرُّوْحَانِیَةُ مَلَکِیَّةٌ وَلِذَا تَریٰ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا تَسْمَعُ اَطِیْطَ السَّمَاءِ وَتَشُمُّ رَائِحَةَ جِبْرِیْلَ اِذَا اَرَادَ النُّزُوْلَ اِلَیْهِمْ.

ترجمہ: انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام جسمانی اور ظاہری طور پر بشر کے ساتھ ہیں اوران کے باطن اور روحانی قوتیں فرشتوں والی ہیں۔اسی لئے وہ زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھتے ہیں، آسمانوں کی چرچراہٹ سنتے ہیں اور حضرت جبریل علیہ السلام کی خوشبو پالیتے ہیں جب وہ ان کی جانب اترتے ہیں۔ (نسیم الریاض جلد سوم صفحہ ۵۴۵)

اس تحریر سے حضرت علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بھی یہ عقیدہ ثابت ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام حاضر و ناظر ہیں کہ وہ مشرقوں و مغربوں کو دیکھتے ہیں اور ان کو جانتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔متوفی ۱۱۷۶ہجری)

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ والد ماجد قبلہ فرمایا کرتے تھے کہ ماہِ رمضان میں ایک دن میری نکسیر پھوٹ پڑی تو مجھ پر ضعف طاری ہوگیا۔قریب تھا کہ میں کمزوری کی بناء پر روزہ توڑ دوں، مگر رمضان کے روزہ کی فضیلت کے ضائع ہونے کا غم لاحق ہوا۔اسی غم میں قدرے غنودگی طاری ہوئی تو حضرت پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے مجھے لذیذ اور خوشبودار زردہ عطا فرمایا ہے۔پھر انتہائی خوشگوار ٹھنڈا پانی بھی مرحمت فرمایا جسے میں نے سیر ہوکر پیا۔میں اس غنودگی کے عالم سے نکلا تو بھوک اور پیاس بالکل ختم ہوچکی تھی اور میرے ہاتھوں میں ابھی تک زردہ کے زعفران کی خوشبو موجود تھی۔عقیدت مندوں نے احتیاطاً میرے ہاتھوں کو دھوکر پانی کو محفوظ کرلیا اور تبرکاً اس سے روزہ افطار کیا۔ (انفاس العارفین صفحہ ۱۰۰)

اور حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ والد ماجد قبلہ نے فرمایا۔محمد فاضل نے چاہا کہ اپنے بیٹے کو اجمیر بھیج دے اور راستے کی بدامنی کے پیشِ نظر خود بھی اس کے ساتھ جانا چاہا۔جب مجھ سے رخصت ہونے آیا تو میں نے کہا کہ تمہارے جانے کی ضرورت نہیں، کیونکہ وہ بحفاظت واپس آجائے گا۔ہاں البتہ واپسی پر اجمیر سے دو منزل ادھر ڈاکو قافلہ پر حملہ کریں گے، مگر اس کی حفاظت ہمارے ذمہ ہے۔ہاں البتہ اسے سمجھا دیجئے کہ اس وقت اپنی بہلی الگ ایک طرف کھڑی کردے۔

جب وہ وقت آیا تو حضرت والا اس طرف متوجہ ہوئے اور توجہ کے دوران آپ کے بدن پر

ملال ظاہر ہوا۔ حاضرین نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ کچھ دنوں کے سخت سفر نے تھکا دیا ہے۔ جب وہ لڑکا واپس آیا تو بیان کیا کہ وہاں ڈاکو آئے ہوئے تھے۔ میں نے اپنی بہلی کو ایک طرف کر دیا۔ وہاں حضرت والا مثالی صورت میں موجود تھے۔ ڈاکوؤں نے پورے قافلہ کو لوٹا مگر میری بہلی محفوظ رہی۔

(انفاس العارفین صفحہ ۱۳۴)

سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مدینہ شریف سے جان لینا کہ دہلی میں حضرت شاہ عبدالرحیم کو انتہائی بھوک و پیاس کے سبب بہت کمزوری پیدا ہوگئی ہے اور پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ان کو کھانے پینے کے لئے خوشبودار زردہ اور خوشگوار ٹھنڈا پانی مرحمت فرمانا اور خود حضرت شاہ عبدالرحیم کا اجمیر شریف سے دو منزل اِدھر ڈاکہ پڑنے کو دہلی میں بیٹھے ہوئے دیکھنا اور عین وقت پر محمد فاضل کے بیٹے کی حفاظت کے لئے مثالی صورت میں وہاں پہنچ جانا یہ سب حاضر و ناظر کا کام ہے۔ لہٰذا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان واقعات کو لکھ کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں بلکہ اولیاء اللہ بھی حاضر و ناظر ہوتے ہیں جن میں سے ایک ہمارے باپ حضرت شاہ عبدالرحیم بھی ہیں۔

حضرت علامہ نبہانی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۱۳۵۰ ہجری)

امام المحدثین عاشقِ رسول حضرت علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی علیہ الرحمۃ والرضوان علاقۂ فلسطین میں ۱۲۶۵ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۳۵۰ ہجری میں بمقام بیروت وصال فرمایا۔ آپ کی لکھی ہوئی چھوٹی بڑی کتابیں پچاس سے زیادہ ہیں۔

آپ تحریر فرماتے ہیں۔ حضرت شیخ عدوی اپنی کتاب مشارق الانوار میں لکھتے ہیں کہ شہرِ بلخ کے ایک علوی کا انتقال ہوگیا تو ان کی بیوی سمرقند چلی گئیں۔ ساتھ میں چند بیٹیاں بھی تھیں جن کو انہوں نے مسجد میں بٹھا دیا اور خود جا کر انہوں نے رئیسِ شہر سے ملاقات کی اور اس سے اپنا حالِ زار بیان کیا، مگر مسلمان ہونے کے باوجود اس نے کوئی توجہ نہیں کی اور کہا اَقِیْمِیْ عِنْدِی الْبَیِّنَۃَ اَنَّکِ عَلَوِیَّۃٌ ۔ یعنی اپنے علوی ہونے پر گواہ پیش کرو۔

وہاں سے مایوس ہو کر وہ محافظِ شہر کے پاس گئیں جو مجوسی کافر آتش پرست تھا۔ اس نے آپ کا اور آپ کی بیٹیوں کا بڑا احترام کیا۔ اپنے گھر میں ان کے لئے الگ رہائش گاہ مقرر کی۔ غسل کا انتظام کیا اور بہترین کپڑے پہنائے۔ اس تعظیم و تکریم کی برکت سے مجوسی کا پورا گھر مسلمان ہوگیا۔

رات کے وقت رئیس شہر نے خواب دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور لِوَاءِ الْحَمْدُ حضور سیدِ

عالم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے سرِ انور پر لہرا رہا تھا۔ حضور ﷺ نے رئیسِ شہر سے منہ پھیر لیا۔ اس نے عرض کیا حضور! آپ مجھ سے منہ پھیر رہے ہیں، حالانکہ میں مسلمان ہوں۔ حضور سید عالم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا اَقِمِ الْبَیِّنَۃَ عِنْدِیْ اَنَّکَ مُسْلِمٌ. اپنے مسلمان ہونے پر گواہ پیش کرو۔ وہ شخص یہ سن کر حیرت زدہ ہوگیا۔ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تو نے اس علوی عورت سے جو کچھ کہا تھا، اسے بھول گیا اور جنت کے ایک عالی شان محل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے محافظِ شہر سے فرمایا ھٰذَا الْقَصْرُ لَکَ وَلِاَھْلِکَ بِمَا فَعَلْتَ مَعَ الْعَلَوِیَّۃِ وَاَنْتُمْ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ. یہ محل تمہارے اور تمہارے گھر والوں کے لئے ہے اور تم لوگ جنتی ہو۔

(الشرف المؤبد لآل محمد صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم صفحہ ۹۷)

اور علامہ نبہانی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ علامہ مقریزی فرماتے ہیں۔ مجھ سے رئیس شمس الدین محمد بن عبداللہ عمری نے بیان کیا کہ میں ایک دن قاضی جمال الدین محمود عجمی کی خدمت میں حاضر ہوا جو قاہرہ کے گورنر تھے۔ وہ اپنے نائبوں اور خادموں کے ہمراہ سید عبدالرحمٰن مؤذن کے گھر تشریف لے گئے۔ ان سے اجازت طلب کی۔ وہ اپنے گھر سے باہر آئے تو انہیں گورنر کے اپنے یہاں آنے پر سخت حیرت ہوئی۔ وہ انہیں اندر لے گئے۔ ہم بھی ان کے ساتھ اندر چلے گئے اور سید عبدالرحمٰن کے سامنے اپنے اپنے مرتبے کے مطابق بیٹھے۔

سب لوگ جب اطمینان سے بیٹھ گئے تو گورنر نے سید صاحب سے کہا کہ حضرت مجھے معاف فرمادیجئے۔ انہوں نے کہا جناب کیا چیز معاف کردوں؟ گورنر صاحب نے کہا کل رات میں قلعہ پر گیا اور بادشاہ ظاہر برقوق کے سامنے بیٹھا تو آپ تشریف لائے اور مجھ سے بلند جگہ پر بیٹھ گئے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ بادشاہ کی مجلس میں مجھ سے اونچے کیوں بیٹھے ہیں؟ رات کو سویا تو مجھے نبی اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی زیارت ہوئی۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا یَا مَحْمُوْدُ تَاْنِفُ اَنْ تَجْلِسَ تَحْتَ وَلَدِیْ. محمود! تو اس بات سے عار محسوس کرتا ہے کہ میری اولاد سے نیچے بیٹھے۔

یہ سن کر سید عبدالرحمٰن رو پڑے اور کہا جناب! میں ایسا کہاں ہوں کہ حضور سید عالم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم مجھے یاد فرمائیں۔ یہ سننا تھا کہ تمام حاضرین بھی رو پڑے اور سب کی آنکھیں اشک بار ہوگئیں۔ سب نے سید صاحب سے دعا کی درخواست کی اور واپس آگئے۔ (الشرف المؤبد صفحہ ۹۸)

سمرقند کے رئیس شہر سے علوی خاتون کا اپنا حالِ زار بیان کرنا، جواب میں رئیسِ شہر کا یہ کہنا کہ تم اپنے علوی ہونے پر گواہ پیش کرو اور محافظِ شہر مجوسی کا علوی خاتون کی خاطر و مدارات کرنا اور ان کے ساتھ تعظیم و تکریم سے پیش آنا۔ اور محمود گورنر کا نیچے بیٹھنا، سید صاحب کا بلند مقام پر تشریف رکھنا اور پھر گورنر کا اپنے دل میں یہ خیال لانا کہ یہ مجھ سے اونچے کیوں بیٹھے۔

ان ساری باتوں کو اللہ کے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیکھنے اور جاننے والے ہیں اور اسی قسم کی باتوں کے دیکھنے اور جاننے والے کو حاضر و ناظر کہتے ہیں۔ علامہ نبہانی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ان واقعات کو لکھ کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں۔ اگر وہ حاضر و ناظر نہ ہوتے تو ان واقعات و حالات کو وہ ہرگز نہ دیکھ پاتے اور نہ جان پاتے۔

اور تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت علی بن سعید المعروف زیزیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے جوانی کے زمانہ میں حضرت شیخ محمد بن ابو بکر بن قوام علیہ الرحمۃ والرضوان (متوفی ۶۵۸ ہجری) کے ساتھ عہد کر لیا۔ ایک بار مجھے بیت المقدس کی زیارت کا خیال ہوا تو میں نے حضرت سے حاضری کی اجازت چاہی۔ فرمانے لگے بیٹا! جوان ہو اور مجھے خوف ہے کوئی خرابی نہ ہو۔ میں نے بڑی زاری اور الحاح سے کام لیا تو مجھے یہ کہتے ہوئے اجازت مرحمت فرمائی کہ میرا سرّ (بھید) تیری حفاظت یوں کرے گا جس طرح لوہے کا پنجرہ حفاظت کرتا ہے اور فرمایا جب دمشق کے دروازے پر محل کے سامنے آؤ تو شہر میں داخل ہو کر شیخ علی بن جمل کو پوچھنا اور ان کی زیارت کرنا وہ اللہ کے ولی ہیں۔

جب میں وہاں پہنچا تو ان کے متعلق پوچھا۔ لوگوں نے مجھے ان کا پتہ بتایا۔ میں نے ان کے گھر پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا تو ان کے گھر کا ایک آدمی نکلا اور مجھے کہا علی! تشریف لائیں۔ حضرت نے آپ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ علی نام کا ایک فقیر تمہارے پاس آئے گا۔ وہ حضرت شیخ ابو بکر بن قوام کا غلام ہے۔ اسے میرے آنے تک اندر آنے کی اجازت دے دینا۔ ان کے کہنے پر میں اندر جا کر بیٹھ گیا۔ یہاں تک کہ حضرت شیخ علی بن جمل تشریف لے آئے۔ میں نے اٹھ کر انہیں سلام عرض کیا۔ انہوں نے مجھے خوش آمدید کہہ کر فرمایا علی! گزشتہ رات حضرت شیخ محمد ابو بکر آئے تھے اور تمہاری خبر گیری کے لئے کہا تھا۔ اب تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ اس لئے کہ آپ سرِّ شیخ میں یوں محفوظ ہیں جیسے کوئی پنجرے میں محفوظ رہتا ہے۔

میں ان کے پاس ٹھہرا رہا۔ پھر بیت المقدس چلا۔ جب وہاں پہنچا تو شدید گرمی میں شہر سے باہر ایک شخص کو دیکھا۔ میں نے اسے سلام کیا تو اس نے مجھے جواب دے کر فرمایا بیٹا! بہت دیر کر دی ہے۔ میں صبح سے تمہارا یہاں انتظار کر رہا ہوں۔ مجھے اس سے خوف آنے لگا۔ میں ڈرا یہ کوئی مشکوک آدمی نہ ہو۔ مجھے فرمایا علی! ڈرو نہیں۔ حضرت شیخ نے آ کر مجھے تمہارے متعلق حکم فرمایا تھا۔ میں ان کے ساتھ ان کے گھر چلا گیا۔ انہوں نے کھانا منگوایا اور اسے تناول کرنے کا حکم دیا۔ میں نے کھانا کھایا۔ جب نماز کا وقت آیا تو کہا اب اٹھیئے۔ نماز حرمِ اقدس میں پڑھیں گے۔ ہم دونوں آدمی نکل کر حرم اقدس میں پہنچے۔ وہاں نمازیں پڑھیں اور گھر واپس آ گئے۔ رات ہوئی تو وہ پوری رات نماز پڑھتے رہے۔ جب انہیں محسوس ہوتا کہ میں جاگ رہا ہوں تو وہ بیٹھ جاتے اور جب

میرے سو جانے کا یقین ہو جاتا تو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ (یہ سب اس لئے کہ ریاکاری نہ ہو) میں کئی دن ان کے یہاں ٹھہرا رہا۔ پھر میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی زیارت کے لئے نکلا۔ انہوں نے میرے ساتھ چل کر الوداع کہا۔ میں حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار کے قریب پہنچا تو چار ڈاکو میری طرف بڑھے۔ جب میرے قریب آئے تو مبہوت ہو کر میرے پیچھے دیکھنے لگے۔ میں نے پیچھے دیکھا تو سفید کپڑوں میں ملبوس منہ لپیٹے ایک شخص کو کھڑا ہوا پایا۔ اس نے مجھے کہا اپنا راستہ چلتے جائیں۔ میں چلتا گیا وہ اس وقت تک میرے ساتھ رہا جب تک کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر اور شہر سامنے نہیں آ گیا۔ اب وہ کھڑے ہو کر دعا کرنے لگے اور میں شہر میں داخل ہو کر زیارت کرنے لگا۔ جب میں اپنے شہر واپس پہنچا تو سب سے پہلے حضرت شیخ کی سلامی کے لئے حاضر ہوا۔ جب میں نے خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا تو آپ نے میرے سفر کے سب واقعات بیان فرما دیئے اور فرمانے لگے کہ اگر وہ منہ لپیٹ کر آنے والا نہ ہوتا تو ڈاکو تیرے کپڑے تک اتار لیتے۔ یہ سن کر مجھے یقین ہو گیا کہ وہ خود حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ (جامع کراماتِ اولیاء صفحہ ۷۷۵)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ ایک نصرانی خاتون ملک فرنگ میں رہتی تھی اور حضرت محمد بن احمد فرغل صعیدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۸۶۰ ہجری) کی معتقد تھی۔ اس نے نذر مانی کہ اگر اللہ نے اس کے لڑکے کو شفا دے دی تو وہ حضرت فرغل کے لئے دری بنائے گی۔ ایک دن آپ فرمانے لگے، اب ان لوگوں نے دری کے لئے پشمیں کا تنا شروع کر دیا۔ اب انہوں نے سوت کو نلوں پر چڑھایا، اب وہ بننے لگے گئے ہیں۔ اب انہوں نے دری بھیج دی ہے۔ اب مقامِ مرکب پر وہ اتر گئے ہیں اور فلاں جگہ پر وہ ہیں۔ اب فلاں مقام پر وہ پہنچ گئے ہیں۔ ایک دن فرمایا ابھی ایک سامنے آتا ہے اس نے دری پکڑ رکھی ہے اور دروازے پر پہنچ گیا ہے۔ لوگوں نے دیکھا تو واقعی ایسا ہی ہوا۔

(جامع کراماتِ اولیاء صفحہ ۶۸۲)

حضرت شیخ ابن قوام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا خادم کے سارے واقعاتِ سفر کو بغیر کسی آلہ کے دیکھنا اور جاننا۔ اسی طرح حضرت فرغل علیہ الرحمۃ کا دری کے متعلق سارے حالات کو ملاحظہ فرمانا حاضر و ناظر کا معنیٰ ہے۔ حضرت علامہ نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان واقعات کو کتاب میں لکھ کر اپنا یہ عقیدہ واضح کر دیا کہ اللہ کے بعض ولی بھی حاضر و ناظر ہوتے ہیں۔

تعظیم

تعظیم معنیٰ ہیں قول یا فعل سے کسی کی بڑائی ظاہر کرنا۔تو سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر انبیائے کرام و مشائخِ عظام وغیرہ کی تعظیم جائز ہے یا نہیں؟ اس کے بارے میں بزرگوں کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔

حضور سیدِ عالم کا عقیدہ

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ وصال مبارک ۱۱ ہجری مطابق ۶۳۲ عیسوی)

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

لَیۡسَ مِنَّا مَنۡ لَّمۡ یَرۡحَمۡ صَغِیۡرَنَا وَلَمۡ یُوَقِّرۡ کَبِیۡرَنَا.

ترجمہ: جو ہمارے چھوٹوں پر مہربانی نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی تعظیم و توقیر نہ کرے وہ ہمارے راستہ پر نہیں۔ (ترمذی۔ مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۳)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حضور سیدِ عالم ﷺ کے نزدیک اپنے بڑے کی تعظیم کرنا شرک نہیں بلکہ ایسا نہ کرنے والا حضور ﷺ کے راستہ پر ہی نہیں۔

(۲) حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ عروہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کہ وہ مسلمان نہ ہوئے تھے۔ حدیبیہ کے مقام پر حضور ﷺ سے صلح کی گفتگو کرنے کے لئے آئے۔ اس موقع پر صحابہ کو حضور ﷺ کی تعظیم کرتے ہوئے جو انہوں نے دیکھا تھا واپسی کے بعد مکہ شریف کے کافروں سے ان لفظوں میں انہوں نے بیان کیا۔

وَاللّٰہِ لَقَدۡ وَفَدۡتُ عَلَی الۡمُلُوۡکِ وَوَفَدۡتُ عَلٰی قَیۡصَرَ وَکِسۡرٰی وَالنَّجَاشِیَّ وَاللّٰہِ اِنۡ رَأَیۡتُ مَلِکًا قَطُّ یُعَظِّمُہٗ اَصۡحَابُہٗ مَا یُعَظِّمُ اَصۡحَابُ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا وَاللّٰہِ اِنۡ تَنَخَّمَ نُخَامَۃً اِلَّا وَقَعَتۡ فِیۡ کَفِّ رَجُلٍ مِّنۡہُمۡ فَدَلَکَ بِہَا وَجۡہَہٗ وَجِلۡدَہٗ وَاِذَا اَمَرَہُمۡ اِبۡتَدَرُوۡا اَمۡرَہٗ وَاِذَا تَوَضَّأَ کَادُوۡا یَقۡتَتِلُوۡنَ عَلٰی وَضُوۡئِہٖ وَاِذَا تَکَلَّمَ خَفَضُوۡا اَصۡوَاتَہُمۡ عِنۡدَہٗ وَمَا یُحِدُّوۡنَ اِلَیۡہِ النَّظَرَ تَعۡظِیۡمًا لَہٗ.

ترجمہ: قسم خدا کی میں بادشاہوں کے درباروں میں وفد لے کر گیا ہوں۔ میں

قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں حاضر ہوا ہوں، لیکن خدا کی قسم میں نے کوئی بادشاہ ایسا نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اس طرح تعظیم کرتے ہوں، جیسے محمد (ﷺ) کے ساتھی ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ خدا کی قسم جب وہ تھوکتے ہیں تو ان کا تھوک کسی نہ کسی آدمی کی ہتھیلی پر ہی گرتا ہے جسے وہ اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا ہے اور جب وہ کوئی حکم دیتے ہیں تو فوراً ان کے حکم کی تعمیل ہوتی ہے اور جب وہ وضو فرماتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لوگ وضو کا مستعمل پانی حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے مرنے پر آمادہ ہو جائیں گے اور جب ان کی بارگاہ میں بات کرتے ہیں تو اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں اور تعظیماً ان کی طرف آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے۔

(بخاری شریف جلد اوّل صفحہ ۳۷۹)

(۳) حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا۔

اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ فِیْ قُبَّۃٍ حَمْرَاءَ مِنْ اٰدَمٍ وَرَاَیْتُ بِلَالًا اَخَذَ وَضُوْءَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ یَبْتَدِرُوْنَ الْوَضُوْءَ فَمَنْ اَصَابَ مِنْہُ شَیْئًا تَمَسَّحَ بِہٖ وَمَنْ لَّمْ یُصِبْ مِنْہُ اَخَذَ مِنْ بَلَلِ یَدِ صَاحِبِہٖ.

ترجمہ: میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ چمڑے کے سرخ قبے میں تشریف فرما تھے اور میں نے حضرت بلال کو دیکھا کہ انہوں نے حضور ﷺ کے وضو کا مستعمل پانی (ایک برتن) میں لیا اور لوگ اس پانی کی طرف دوڑ رہے ہیں تو جس کو اس میں سے کچھ حاصل ہو گیا اس نے (اپنے چہرے وغیرہ پر) اس کو مل لیا اور جس نے نہیں پایا تو اس نے اپنے ساتھی کے ہاتھ سے تری لے لی۔

(بخاری شریف جلد دوم صفحہ ۸۱۷)

ان احادیثِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضور سید عالم ﷺ کی تعظیم کرتے تھے، مگر آپ انہیں منع نہیں فرماتے تھے، جس سے واضح طور پر حضور ﷺ کا یہ عقیدہ ثابت ہوا کہ مسلمان ان کی تعظیم کریں تو یہ شرک نہیں۔ اگر یہ بات شرک ہوتی تو حضور ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اس سے ضرور منع فرماتے۔

(۴) حضرت سائب بن خلاّد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

اِنَّ رَجُلًا اَمَّ قَوْمًا فَبَصَقَ فِی الْقِبْلَۃِ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْظُرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِقَوْمِہٖ حِیْنَ

فَرَغَ لَا يُصَلِّيْ لَكُمْ فَارَادَ بَعْدَ ذٰلِكَ اَنْ يُّصَلِّيَ لَهُمْ فَمَنَعُوْهُ فَاَخْبَرُوْهُ بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ نَعَمْ. وَحَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّكَ قَدْ اٰذَيْتَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ.

ترجمہ: ایک شخص اپنی قوم کو نماز پڑھا رہا تھا تو اس نے قبلہ کی طرف تھوک دیا اور رسول اللہ ﷺ دیکھ رہے تھے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوگیا تو حضور ﷺ نے اس کی قوم سے فرمایا کہ آئندہ یہ شخص تم لوگوں کی نماز نہ پڑھائے۔ حضور ﷺ کی ممانعت کے بعد اس شخص نے نماز پڑھانی چاہی تو لوگوں نے روک دیا اور رسول اللہ ﷺ کے حکم سے اس کو آگاہ کیا۔ شخص مذکور نے حضور ﷺ سے دریافت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں میں نے منع کیا ہے! راوی حدیث حضرت سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میرے خیال میں حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ تو نے اللہ تعالیٰ و رسول ﷺ کو اذیت دی۔

(ابوداؤد۔ مشکوٰۃ صفحہ ۷۱)

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ کعبہ شریف کی جانب اس کی تعظیم کے لئے تھوکنے سے منع کیا گیا ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد اوّل صفحہ ۴۵۵) تو امام پر چونکہ کعبہ شریف کی تعظیم لازم تھی، مگر اس نے نہیں کی اس لئے رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھانے سے اس شخص کو منع فرما دیا حالانکہ یہ واقعہ مدینہ طیبہ کا ہے جہاں سے وہ کعبہ شریف کو دیکھ نہیں رہا تھا۔ معلوم ہوا کہ حضور سید عالم ﷺ کا یہ عقیدہ ہے کہ تعظیم کے لئے معظم یعنی جس کی تعظیم کرنا ہے اس کا سامنے ہونا اور دیکھنا ضروری نہیں بلکہ وہ نگاہوں سے اوجھل ہو تب بھی اس کی تعظیم کی جائے گی۔

حضرت امام بخاری کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۲۵۶ ہجری)

حضرت محمد بن یوسف فربری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت امام بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا۔

مَا وَضَعْتُ فِیْ کِتَابِ الصَّحِیْحِ حَدِیْثًا اِلَّا اغْتَسَلْتُ قَبْلَ ذٰلِکَ وَصَلَّیْتُ رَکْعَتَیْنِ.

ترجمہ: بخاری شریف میں ہر حدیث لکھنے سے پہلے میں نے غسل کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ (مقدمہ فتح الباری، شرح بخاری صفحہ ۵)

حدیث شریف کی تعظیم حقیقت میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم ہے۔ تو حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حدیثِ رسول ﷺ کی اس طرح تعظیم فرما کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم حق ہے۔

اور بعض صحابہ حدیث شریف لکھتے تھے (دیکھئے بخاری شریف جلد اول صفحہ ۲۲ سطر ۸) مگر وہ ہر حدیث شریف لکھنے سے پہلے نہ غسل کرتے تھے اور نہ دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ حضرت امام بخاری نے ہر حدیث کے پہلے غسل و نماز سے اپنا یہ عقیدہ بھی ثابت کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کا ہر طریقہ صحابہ سے ثابت ہونا ضروری نہیں بلکہ ہر وہ طریقہ کہ جس سے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑائی ظاہر ہو، ان تمام طریقوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم جائز و مستحسن ہے۔

اور نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم نے اس حدیث کی تعظیم سے اپنی تعظیم کا حکم نہیں فرمایا لیکن امام بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان نے حدیث کی تعظیم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم فرما کر اپنا یہ عقیدہ بھی ثابت کر دیا کہ ہر طرح کی تعظیم کے لئے قرآن و حدیث کا بالتصریح حکم دینا ضروری نہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ عام وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ط۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کرو (پارہ ۲۶ رکوع ۹) تعظیم کی تمام قسموں کو شامل ہے۔

حضرت امام مالک کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۱۷۹ ہجری)

(۱) حضرت ابو مصعب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

كَانَ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ لَا يُحَدِّثُ بِحَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا وَهُوَ عَلٰى وَضُوْءٍ.

ترجمہ: حضرت مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف کی تعظیم و تکریم کی خاطر بغیر وضو کے بیان نہیں فرماتے تھے۔ (شفا شریف جلد ۲ صفحہ ۳۵)

(۲) حضرت مطرف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جب لوگ کچھ پوچھنے کے لئے آتے تو خادمہ آپ کے دولت خانہ سے نکل کر دریافت کیا کرتی کہ حدیث شریف پوچھنے کے لئے آئے ہو یا فقہی مسئلہ؟ اگر وہ کہتے کہ مسئلہ دریافت کرنے کے لئے آئے ہیں تو امام موصوف فوراً باہر تشریف لے آتے اور اگر وہ کہتے کہ حدیث شریف کے لئے آئے ہیں تو حضرت امام مالک غسل فرما کر خوشبو لگاتے پھر لباس بدل کر نکلتے۔ آپ کے لئے تخت بچھایا جاتا جس پر آپ وقار کے ساتھ بیٹھ کر حدیث شریف بیان فرماتے اور شروع مجلس سے آخر تک خوشبو سلگائی جاتی اور وہ تخت صرف حدیث شریف روایت کرنے کے لئے مخصوص کیا گیا تھا۔ جب امام موصوف سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا۔

اُحِبُّ اَنْ اُعَظِّمَ حَدِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

ترجمہ: میں چاہتا ہوں کہ اس طرح رسول اللہ ﷺ کی حدیث شریف کی تعظیم کروں۔

(شفا شریف جلد ۲ صفحہ ۳۵)

(۳) حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ حدیثیں بیان فرما رہے تھے کہ اسی اثنا میں ایک بچھو نے آپ کو ۱۶ مرتبہ ڈنک مارا جس سے ان کا رنگ بدل کر پیلا ہو رہا تھا، مگر انہوں نے حضور ﷺ کی حدیث شریف کو بیان کرنا بند نہ کیا۔ جب آپ روایتِ حدیث سے فارغ ہوگئے اور لوگ چلے گئے تو میں نے عرض کیا کہ آج آپ کے اندر میں نے ایک عجیب بات دیکھی ہے۔ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

اِنَّمَا صَبَرْتُ اِجْلَالًا لِحَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث شریف کی تعظیم میں صبر کیا۔

(شفا شریف جلد ۲ صفحہ ۳۶)

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حدیث کی تعظیم سے حضور سیدِ عالم ﷺ کی تعظیم فرما کر اپنا یہ عقیدہ واضح کر دیا کہ نبی کریم افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی تعظیم حق ہے اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین چلتے پھرتے اور اٹھتے بیٹھتے ہر حال میں ایک دوسرے سے حدیثیں بیان کیا کرتے تھے۔ اس کے لئے غسل کرنے، عطر لگانے، خوشبو سلگانے اور تخت بچھانے کا اہتمام نہیں کرتے تھے۔ مگر حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کرنے کے لئے ان باتوں کا اہتمام فرما کر اپنا یہ عقیدہ بھی ثابت کر دیا کہ ہر قسم کی تعظیم کا صحابہ سے ثابت ہونا ضروری نہیں بلکہ مسلمانوں کا جذبۂ دل جس طرح بھی رہبری کرے ہر طریقے سے سرکارِ اقدس ﷺ کی بڑائی ظاہر کرنا جائز ہے۔

حضرت علامہ قاضی عیاض کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۵۴۴ ہجری)

(۱) خدائے عزوجل نے ارشاد فرمایا۔

وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ط

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کی تعظیم وتوقیر کرو۔ (پارہ ۲۶ رکوع ۹)

اس آیت مبارکہ کو نقل فرمانے کے بعد حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر

فرماتے ہیں۔

فَاَوْجَبَ اللّٰهُ تَعَالٰی تَعْزِیْرَهٗ وَتَوْقِیْرَهٗ وَ اَلْزَمَ اِکْرَامَهٗ وَتَعْظِیْمَهٗ.

ترجمہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی حرمت وتوقیر کو واجب قرار دیا اور ان کی تکریم و تعظیم کو لازم فرمایا۔ (شفا شریف جلد۲ صفحہ ۲۸)

اس تحریر میں حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنا عقیدہ واضح طور پر لکھ دیا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تعظیم واجب ہے۔

(۲) ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا .

ترجمہ: اے ایمان والو! رَاعِنَا مت کہو اُنْظُرْنَا کہو (پارہ ارکوع ۳)

حضور ﷺ جب کچھ کلام فرماتے اور صحابہ کی سمجھ میں نہ آتا تو عرض کرتے۔ رَاعِنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ یعنی یا رسول اللہ ﷺ! ہماری رعایت فرمایئے اور اس بات کو دوبارہ فرما دیجئے۔ مگر یہودیوں کی بولی میں یہ گالی تھی۔ وہ لوگ حضور ﷺ سے یہ کلمہ گالی کے معنیٰ میں کہنے لگے تو مسلمانوں کی نیت اگرچہ صحیح تھی لیکن مگر ان کو رَاعِنَا کہنے سے روک دیا گیا اور اس کی جگہ لفظ اُنْظُرْنَا یعنی ہم پر نظر رکھیں۔ کہنے کا حکم دیا گیا۔ حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیتِ کریمہ کو لکھنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

نُهُوْا عَنْ قَوْلِهَا تَعْظِیْمًا لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ .

ترجمہ: صحابہ کرام حضور ﷺ کی تعظیم وتکریم کے لئے لفظ رَاعِنَا کہنے سے روکے گئے۔ (شفا شریف جلد۲ صفحہ ۲۹)

حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنا یہ عقیدہ ثابت فرمایا کہ حضور ﷺ کی تعظیم صرف کھڑے ہونے کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ رَاعِنَا کی جگہ اُنْظُرْنَا کہنا یہ بھی حضور ﷺ کی تعظیم ہے۔

(۳) آپ تحریر فرماتے ہیں۔

مِنْ تَعْظِیْمِ الصَّحَابَةِ لَهٗ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَذِنَتْ قُرَیْشٌ لِعُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فِی الطَّوَافِ بِالْبَیْتِ حِیْنَ وَجَّهَهٗ اِلَیْهِمْ فِی الْقَضِیَّةِ اَبٰی وَقَالَ مَا کُنْتُ لِاَفْعَلَ حَتّٰی یَطُوْفَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ .

ترجمہ: صحابہ کرام نے جو رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کی ہے ان میں سے ایک یہ بھی

ہے کہ جب کفارِ قریش نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کعبہ شریف کے طواف کے لئے کہا۔ اس موقع پر کہ آپ کو حدیبیہ سے حضور ﷺ نے صلح کے معاملہ میں مکہ شریف بھیجا تھا تو آپ نے طوافِ کعبہ سے انکار کردیا اور فرمایا کہ جب تک رسول اللہ ﷺ اس کا طواف نہیں کریں گے میں طواف نہیں کرسکتا۔ (شفا شریف جلد ۲ صفحہ ۳۱)

معلوم ہوا کہ حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمانا کہ میں حضور ﷺ کے طواف کئے بغیر طواف نہیں کرسکتا۔ یہ بھی حضور ﷺ کی تعظیم ہے۔

(۴) اور تحریر فرماتے ہیں۔

مِنْ اِعْظَامِهٖ وَ اِكْبَارِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْظَامُ جَمِيْعِ اَسْبَابِهٖ وَ اَكْرَامُ مُشَاهِدِهٖ وَاَمْكِنَتِهٖ مِنْ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ وَمَعَاهِدِهٖ وَمَا لَمَسَهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْعُرِفَ بِهٖ.

ترجمہ: حضور ﷺ کی تعظیم و توقیر میں سے یہ بھی ہے کہ وہ تمام چیزیں جو حضور ﷺ سے نسبت رکھتی ہیں۔ ان کی تعظیم کی جائے اور مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ کے جن مقامات کو آپ ﷺ نے مشرف فرمایا ان کا بھی ادب و احترام کیا جائے اور جن جگہوں میں آپ ﷺ نے قیام فرمایا اور وہ ساری چیزیں کہ جن کو آپ ﷺ کے دستِ مبارک نے چھوا یا وہ آپ ﷺ کے کسی عضو سے مس ہوئیں یا آپ ﷺ کے نام سے پکاری جاتی ہیں ان سب کی تعظیم و تکریم کی جائے۔ (شفا شریف جلد ۲ صفحہ ۴۴)

یعنی حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات تو بہت ارفع و اعلیٰ اور بلند و بالا ہے۔ حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک جو چیزیں حضور ﷺ سے نسبت رکھتی ہیں ان کی بھی تعظیم کی جائے گی۔

صاحبِ ہدایہ علامہ مرغینانی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۵۹۳ ہجری)

آپ کا نام نامی علی، کنیت ابوالحسن اور لقب برہان الدین ہے۔ والد گرامی کا نام ابوبکر ہے۔ مرغینان کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں جو فرغانہ کے شہروں میں سے ماوراء النہر میں ایک شہر ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ ۸۔ رجب المرجب ۵۱۱ ہجری پیر کے دن عصر کے بعد پیدا ہوئے اور ۵۴۴ ہجری میں حجِ بیت اللہ و زیارتِ روضۂ منورہ سرکارِ اقدس ﷺ سے مشرف ہوئے۔

آپ نے مفتی الثقلین نجم الدین ابو حفص عمر نسفی ، ابوالفتح محمد بن عبدالرحمٰن مروزی ، شیخ الاسلام ضیاء الدین ابو محمد صاعد مرغینانی ، ابو شجاع ضیاء السلام عمر بن محمد بلخی بسطامی اور ابو عمر وعثمان بیکندری تلمیذ شمس الائمہ سرخسی وغیرہ اساطینِ امت سے علم حاصل کیا جو اپنے زمانے کے ہر فن میں مرجع خلائق تھے۔

ان مقدس ہستیوں کے فیضان صحبت نے آپ کو کشورِ علم وفضل کا تاجدار بنا دیا جس کی مکمل تصویر صاحب جواہر مضیہ نے اس طرح کھینچی ہے کہ صاحب ہدایہ امامِ وقت ، فقیہ بے بدل ، حافظِ دوراں ، مفسرِ قرآں ، محدثِ زمانہ ، جامع علوم ، ضابط فنون ، پختہ علم والے محقق ، وسیع النظر باریک بیں ، عابد وزاہد ، پرہیزگار ، فائق الاقران ، فاضل الاعوان ، ماہر فنون ، اصولی ، بے مثل ادیب اور بے نظیر شاعر تھے۔ علم وادب میں آپ کا ثانی دیکھا نہیں گیا۔

آپ کے ہم عصر علماء فقیہ النفس امام فخر الدین قاضی خاں ، محمود بن احمد صاحبِ محیط و ذخیرہ ، شیخ زین الدین ابو نصر احمد بن محمد عتابی اور محمد بن احمد بخاری مؤلف فتاویٰ ظہیریہ وغیرہ نے آپ کے فضل وکمال کا اقرار کیا ہے ، بلکہ قاضی خاں اور زین الدین عتابی سے منقول ہے کہ صاحب ہدایہ فقہ میں اپنے ہم عصروں پر فوقیت رکھتے تھے ، بلکہ اپنے اساتذہ سے بھی سبقت لے گئے تھے۔

بہت سے اکابر علماء نے آپ سے فقہ حاصل کیا جن میں سے آپ کے دو صاحبزادے شیخ الاسلام جلال الدین محمد ، نظام الدین عمر اور ابن الابن شیخ الاسلام عماد الدین ، شمس الائمہ کردری ، برہان الاسلام زرنوجی اور قاضی القضاۃ محمد بن علی سمرقندی جیسے آفتاب و ماہتاب خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

آپ کی جملہ تصنیفات بدایۃ المبتدی ، کفایۃ المنتہی ، المنتقی ، التجنیس والمزید ، مناسک الحج ، نشر المذہب ، مختار النوازل اور فرائض العثمانی وغیرہ نہایت گراں قدر اور مفید ہیں۔ خاص کر ہدایہ تو آپ کا وہ بلند پایہ علمی شاہکار ہے جس کی دنیائے علم وفن میں کوئی نظیر نہیں۔ اس مایۂ ناز کتاب کے متعلق کسی نے مندرجہ ذیل قطعہ کہا جس میں مبالغہ نہیں ہے۔

اِنَّ الْهِدَايَةَ كَالْقُرْاٰنِ نَسَخَتْ ... مَا صَنَّفُوْا قَبْلَهَا فِي الشَّرْعِ مِنْ كُتُبٍ

فَاحْفَظْ قِرَاءَتَهَا وَالْزَمْ تِلَاوَتَهَا ... يَسْلَمْ مَقَالُكَ مِنْ زَيْغٍ وَّمِنْ كِذْبٍ

یعنی قرآن کریم نے گزشتہ شریعتوں کی کتابوں کو منسوخ کر دیا تو ہدایہ اس معاملہ میں گویا قرآن کے مثل ہے کہ اس نے فقہ میں لکھی گئی ماقبل کی ساری کتابوں کو منسوخ کر دیا۔ لہٰذا اس کو پڑھتے رہو اور اس کی خواندگی لازم پکڑو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تمہاری گفتگو کجی اور غلطی سے پاک رہے گی۔

ہدایہ کی تصنیف کی وجہ یہ ہوئی کہ آپ نے چاہا فقہ میں ایک مختصر کتاب لکھی جائے جس میں ہر

طرح کے مسائل ہوں۔ تو قدوری و جامع صغیر سے انتخاب فرما کر "بدایۃ المبتدی" لکھا اور اس میں وعدہ فرمایا کہ بشرطِ فرصت اس کی شرح کفایۃ المنتہی تصنیف کروں گا تو وعدہ کے مطابق ۸۰ جلدیں تحریر فرمائیں۔ پھر اندیشہ ہوا کہ شاید اتنی بڑی شرح سے لوگ پورا فائدہ نہ اٹھا سکیں تو اس کا اختصار بنام ہدایہ تحریر فرمایا جو ایسی مقبول ہوئی کہ اب تک اس کے ۳۶ شروح و حواشی لکھے گئے اور بعض لوگوں نے اسے مکمل زبانی یاد کیا۔

ماہِ ذوالقعدہ ۵۷۳ ہجری بروز چہار شنبہ (بدھ کے دن) آپ نے ہدایہ کی تصنیف شروع کی اور نہایت عرق ریزی کے ساتھ مسلسل تیرہ سال تک اس طرح مصروف رہے کہ ایام منہیہ کے علاوہ ہمیشہ روزہ رکھتے اور کسی کو اپنے روزہ سے مطلع نہ کرتے۔ جب خادم کھانا لاتا تو آپ اس سے فرماتے کہ رکھ کر چلے جاؤ۔ جب وہ چلا جاتا تو آپ کسی طالب علم کو بلا کر کھلا دیتے۔

۱۴ ذوالحجہ ۵۹۳ ہجری میں آپ کا وصال ہوا۔ سمرقند میں آپ کا مزار اقدس زیارت گاہ خلائق ہے۔ (ماخوذ از حدائق الحنفیہ و احوال المصنفین)

رہتا ہے نام علم سے زندہ ہمیشہ داغ

اولاد سے تو بس یہی دو پشت چار پشت

آپ مردہ نہلانے کے تخت کو دھونی دینے کی علت بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

لِمَا فِيْهِ مِنْ تَعْظِيْمِ الْمَيِّتِ

ترجمہ: دھونی میں میت کی تعظیم ہے (ہدایہ صفحہ ۱۵۸ جلد ۱)

حضرت ملا علی قاری کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۱۰۱۴ ہجری)

(۱) حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا۔

اِذَا اَتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْهَا.

ترجمہ: جب تم پاخانہ (سنڈاس) جاؤ تو قبلہ کی طرف نہ منہ کرو نہ پیٹھ۔

(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۲)

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث شریف کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں۔

اَیْ جِهَةَ الْكَعْبَةِ تَعْظِيْمًا لَهَا

ترجمہ: کعبہ شریف کی جانب منہ اور پیٹھ نہ کرنے کا حکم اس کی تعظیم کے لئے ہے۔
(مرقاۃ جلد ا صفحہ ۲۸۳)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا۔

اِذَا قَامَ اَحَدُکُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَلَا یَبْصُقْ اَمَامَہٗ.

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو تو اپنے سامنے نہ تھوکے۔
(مشکوٰۃ صفحہ ۶۹)

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضور علیہ ﷺ کے اس حکم کی علت بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

تَخْصِیْصُ الْقِبْلَۃِ لِتَعْظِیْمِھَا.

ترجمہ: قبلہ کی جانب تھوکنے سے اس کی تعظیم کے لئے منع کیا گیا ہے۔
(مرقاۃ جلد ا صفحہ ۴۵۵)

معلوم ہوا کہ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک تعظیم کے لئے معظم یعنی جس کی تعظیم کرنا ہے اس کا سامنے ہونا اور دیکھنا ضروری نہیں۔ اسی لئے پاخانہ کرنے والے اور نماز پڑھنے والے سے کعبہ شریف چاہے ہزاروں کلومیٹر دور نگاہوں سے اوجھل ہو پھر بھی اس کو کعبہ شریف کی تعظیم کرنا ضروری ہے۔

(۳) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث شریف مروی ہے۔

کَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرَعُوْنَ بَابَہٗ بِالْاَظَافِرِ.

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے صحابہ ان کے دروازۂ مبارک پر ناخنوں سے دستک دیتے تھے۔
(شفا شریف جلد ۲ صفحہ ۳۲)

حضرت ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

اَیْ ضَرْبًا خَفِیْفًا وَدَقًّا لَطِیْفًا تَعْظِیْمًا وَتَکْرِیْمًا وَ تَشْرِیْفًا.

ترجمہ: حضور ﷺ کی تعظیم و تکریم اور ان کی توقیر کے لئے ضربِ خفیف سے بہت ہلکی دستک دیتے تھے۔
(شرح الشفا مع نسیم الریاض جلد ۳ صفحہ ۳۹۵)

معلوم ہوا کہ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ناخنوں سے ہلکی دستک دینا بھی صاحبِ خانہ کی تعظیم ہے۔

حضرت امام تقی الدین سبکی کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ متوفی ۷۵۶ ہجری)

آپ دین کے امام و پیشوا اور بہت بڑے مجتہد تقریباً ایک سو پچاس کتابوں کے مصنف ہیں۔
ان کا واقعہ حضرت علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت کی خدمت میں علماء کا مجمع تھا تو ایک نعت خواں نے نعت شریف کے دو شعر پڑھے۔

فَعِنْدَ ذٰلِکَ قَامَ الْاِمَامُ السُّبْکِیُّ وَجَمِیْعُ مَنْ بِالْمَجْلِسِ فَحَصَلَ اُنْسٌ عَظِیْمٌ بِذٰلِکَ الْمَجْلِسِ وَیَکْفِیْ ذٰلِکَ فِی الْاِقْتِدَاءِ.

ترجمہ: تو فوراً امام سبکی اور تمام حاضرینِ مجلس کھڑے ہو گئے اور اس مجلس میں بہت لطف آیا اور پیروی کے لئے اسی قدر کافی ہے۔ (تفسیر روح البیان جلد ۹ صفحہ ۵۶)

معلوم ہوا کہ حضرت امام تقی الدین سبکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک حضور سید عالم ﷺ کے خاص ذکر کے وقت تعظیم کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے اور حضرت اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عقیدہ بھی اس عبارت سے واضح ہے کہ پیروی کے لئے اسی قدر کافی ہے۔

قطب الاقطاب حضرت قطب الدین بختیار کاکی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۶۳۴ ہجری)

سلطان المشائخ حضرت محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ رئیس نامی ایک شخص نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک قبہ ہے اور لوگوں کا ایک ہجوم اس قبہ کے گرد جمع ہے۔ ان میں سے ایک چھوٹے قد کا آدمی بار بار اس قبے کے اندر آتا جاتا ہے اور لوگوں کے سوالوں کے جوابات لا کر انہیں بتاتا ہے۔ رئیس نے پوچھا کہ اس قبے میں کون ہے؟ اور یہ چھوٹے سے قد کا آدمی کون ہے جو قبے کے باہر آتا جاتا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ اس قبے میں حضرت رسالت مآب ﷺ تشریف فرما ہیں اور وہ مرد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو قبے کے اندر آتے جاتے ہیں۔ رئیس کہتا ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا اور میں نے ان سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیجئے کہ میری تمنا ہے کہ میں آپ کی زیارت سے مشرف ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر گئے اور باہر آ کر فرمایا کہ رسولِ خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ ابھی تجھ میں اس کی اہلیت نہیں کہ تو مجھے دیکھ سکے، لیکن جا! اور میرا اسلام بختیار کاکی کو پہنچا اور ان سے کہہ کہ ہر رات جو تحفہ تم مجھ کو بھیجتے ہو وہ پہنچتا ہے لیکن تین راتیں ایسی گزریں کہ وہ تحفہ نہیں پہنچا۔ اس رکاوٹ کا باعث خدا کرے کہ خیر ہو۔ رئیس کہتا ہے کہ جب میں بیدار ہوا تو فوراً

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے ان سے عرض کیا کہ رسول اکرم ﷺ نے آپ کو سلام بھیجا ہے۔ حضرت نے جب سلام سنا تو تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۱۶، فوائد الفواد مجلس نہم صفحہ ۱۹۷)

سلطان المشائخ حضرت محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیاء کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۷۲۵ ہجری)

حضرت میر عبدالواحد بلگرامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۷۲۵ ہجری) تحریر فرماتے ہیں۔

وقتے سلطان المشائخ با جمع از یاراں خود نشستہ بودند ناگہاں برخاستند و باز بنشستند حاضرین مجلس از حضرت ایشاں پرسیدند کہ برخاستن چہ بود۔ گفتند در خانقاہ پیر دستگیر ما سگے بود۔ امروز بصورتِ آں سگ سگے دیگر در نظر من آمد کہ در کوچہ می گذشت من بتعظیم آں سگ استادہ شدم۔ (سبع سنابل صفحہ ۵۹)

ترجمہ: ایک مرتبہ حضرت سلطان المشائخ محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ اپنے احباب کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ناگاہ کھڑے ہو گئے۔ پھر بیٹھ گئے۔ حاضرینِ مجلس نے آپ سے دریافت کیا حضور کس بناء پر کھڑے ہوئے؟ فرمایا کہ ہمارے پیر دستگیر کی خانقاہ میں ایک کتا رہتا تھا۔ آج اسی صورت کا ایک کتا مجھے نظر آیا کہ اس گلی میں گزر رہا ہے۔ میں اس کتے کی تعظیم کی خاطر اٹھا تھا۔

(سبع سنابل شریف مترجم صفحہ ۱۴۳)

جس بزرگ کے نزدیک ایسے کتے کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے، سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کے بارے میں اس کا عقیدہ بالکل واضح ہے۔

حضور کا جسمِ بے سایہ

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

حضور سیدِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمام خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ کے جسمِ اقدس کا سایہ نہیں پڑتا تھا۔ نہ سورج کی روشنی میں اور نہ چاند کی چاندنی میں۔ یہی عقیدہ صحابہ، تابعین اور تمام بزرگانِ دین کا ہے جس کی تفصیل کتابوں میں مذکور ہے۔ اس مقام پر بطورِ اختصار چند اہم شخصیتوں کے عقیدے ملاحظہ ہوں۔

امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وصال ۳۵ ہجری)

رئیس المفسرین حضرت علامہ امام نسفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۷۰۱) تحریر فرماتے ہیں۔

قَالَ عُثْمَانُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اِنَّ اللّٰہَ مَا اَوْقَعَ ظِلَّکَ عَلَی الْاَرْضِ لِئَلَّا یَضَعَ اِنْسَانٌ قَدَمَہٗ عَلٰی ذٰلِکَ الظِّلِّ۔

ترجمہ: حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کا سایہ زمین پر نہیں ڈالا تاکہ کوئی انسان اس پر اپنا قدم نہ رکھ دے۔ (تفسیر مدارک جلد۲ صفحہ۱۰۳)

اس حدیث شریف سے حضور ﷺ کے جسمِ اقدس کا سایہ نہ ہونے کے بارے میں امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ واضح طور پر معلوم ہوا جس کی تائید خود حضور ﷺ سے بھی ثابت ہوئی کہ آپ کے سامنے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بات کو پیش کیا اور آپ ﷺ نے اس کا انکار نہیں فرمایا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت علامہ امام نسفی کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کے جسمِ اقدس کا سایہ نہیں پڑتا تھا، ورنہ اس حدیث شریف کو بلا تردید اپنی تفسیر میں ہرگز تحریر نہ کرتے۔

حضرت ذکوان تابعی کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت حکیم ترمذی نے آپ سے روایت کیا۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَکُنْ یُرٰی لَہٗ ظِلٌّ فِیْ شَمْس ولا قمرٍ.

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم کا سایہ نہ سورج کی دھوپ میں نظر آتا تھا نہ چاند کی چاندنی میں۔ (خصائصِ کبریٰ جلد ا صفحہ ۶۸)

حضرت ذکوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اس حدیث شریف کو روایت کیا تو ثابت ہو گیا کہ ان کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ حضور علیہ کے جسم کا سایہ کسی چیز کی روشنی میں نظر نہیں آتا تھا اور اسی بنیاد پر حکیم ترمذی کا بھی یہی عقیدہ ثابت ہوا۔

امام الزماں حضرت علامہ قاضی عیاض کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۵۴۴ ہجری)

آپ تحریر فرماتے ہیں۔

مَاذُکِرَ مِنْ اَنَّہٗ لَا ظِلَّ لِشَخْصِہٖ فِیْ شَمْسٍ وَّلَا قَمَرٍ لِاَنَّہٗ کَانَ نُوْرًا.

ترجمہ: یہ جو بیان کیا گیا کہ سورج اور چاند کی روشنی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ نہیں پڑتا تھا تو اس لئے کہ حضور علیہ نور تھے۔ (شفا شریف جلد ا صفحہ ۲۴۲)

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عقیدہ اس تحریر سے بالکل واضح ہے کہ نور ہونے کے سبب حضور علیہ کا سایہ نہیں پڑتا تھا۔

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۹۱۱ ہجری)

آپ خصائصِ کبریٰ میں مستقل ایک باب مرتب کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

بَابُ الْاٰیَۃِ فِیْ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَکُنْ یُرٰی لَہٗ ظِلٌّ.

ترجمہ: اس معجزہ کا بیان کہ حضور علیہ کے جسم کا سایہ نہیں دیکھا گیا۔

(خصائصِ کبریٰ جلد ا صفحہ ۶۸)

پھر علامہ سیوطی حکیم ترمذی سے حضرت ذکوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث نقل کرنے کے بعد حضرت امام ابن سبع سے اس پر شہادت اس طرح پیش فرماتے ہیں۔

قَالَ ابْنُ سَبُعٍ مِنْ خَصَائِصِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ ظِلَّہٗ کَانَ لَا یَقَعُ عَلَی الْاَرْضِ وَاِنَّہٗ کَانَ نُوْرًا فَکَانَ اِذَا مَشٰی فِی الشَّمْسِ اَوِالْقَمَرِ

لَا يَنْظُرُ لَهُ ظِلٌّ قَالَ بَعْضُهُمْ وَيَشْهَدُ لَهُ حَدِيثُ قَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ دُعَائِهِ وَاجْعَلْنِيْ نُوْرًا.

ترجمہ: ابن سبع نے کہا یہ حضورﷺ کی خصوصیات میں سے ہے کہ آپ ﷺ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔ اس لئے کہ وہ نور تھے۔ تو جب چاند و سورج کی روشنی میں وہ چلتے تھے تو سایہ نظر نہیں آتا تھا۔ بعض آئمہ نے کہا کہ اس خصوصیت پر حضورﷺ کی وہ حدیث شاہد ہے کہ جس میں آپ کی یہ دعا منقول ہے کہ اے اللہ! مجھے نور بنادے۔

(خصائص کبریٰ جلد ا صفحہ ۲۸)

ان تحریروں سے حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عقیدہ بھی ظاہر ہوگیا کہ حضورﷺ کے جسمِ اقدس کا سایہ نہیں پڑتا تھا۔ ساتھ ہی حضرت امام ابن سبع کا بھی یہی عقیدہ ثابت ہوگیا۔

امام ربانی حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۱۰۳۵ ہجری)

آپ تحریر فرماتے ہیں۔

ناچار اورا سایہ نبود۔ در عالم شہادت سایہ ہر شخص از شخص لطیف تر ست۔ وچوں لطیف تر از وے در عالم نہ باشد اورا سایہ چہ صورت دارد۔

ترجمہ: بیشک حضورﷺ کا سایہ نہیں تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عالم شہادت میں ہر چیز سے اس کا سایہ لطیف ہوتا ہے اور حضورﷺ سے لطیف کائنات میں کوئی چیز نہیں تو پھر آپ کا سایہ کس صورت سے ہوسکتا ہے۔ (مکتوبات شریف جلد ۲ صفحہ ۱۸۷)

اور تحریر فرماتے ہیں۔

ہر گاہ محمد رسول اللہ از لطافت ظل نہ بود خدائے محمد چگونہ ظل باشد۔

ترجمہ: جب محمد رسول اللہﷺ کے لئے لطیف ہونے کے سبب سایہ نہیں ہے تو حضورﷺ کے خدا کے لئے کیسے سایہ ہوسکتا ہے۔ (مکتوبات شریف جلد ۲ صفحہ ۲۳۷)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان تحریروں سے اپنا عقیدہ بالکل واضح کردیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ لطیف چونکہ کائنات میں کوئی چیز نہیں، اس لئے آپ ﷺ کا سایہ نہیں ہوسکتا۔

شیخ محقق حضرت عبدالحق محدث دہلوی بخاری کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔متوفی ۱۰۵۲ ہجری)

آپ تحریر فرماتے ہیں۔

نبود مرآں حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم را سایہ نہ در آفتاب ونہ در قمر۔

ترجمہ: حضور ﷺ کا سایہ نہ سورج کی دھوپ میں پڑتا تھا نہ چاند کی چاندنی میں۔ (مدارج النبوۃ جلد ا صفحہ ۲۱)

اور تحریر فرماتے ہیں۔

چوں آں حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عین نور باشد نور را سایہ نباشد۔

ترجمہ: حضور ﷺ سراپا نور ہیں اور نور کے لئے سایہ نہیں ہوتا۔

(مدارج النبوۃ جلد ا صفحہ ۱۱۸)

شیخِ محقق رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا عقیدہ ان تحریروں سے بالکل ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کے جسمِ اقدس کا سایہ نہیں پڑتا تھا۔

سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔متوفی ۱۲۳۹ ہجری)

آپ حضور سید عالم نورِ مجسم ﷺ کے جسم اقدس کی خصوصیات لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وسایۂ ایشاں بر زمیں نہ می افتاد۔

ترجمہ: آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔(تفسیرِ عزیزی پارہ عم صفحہ ۲۱۹)

آپ کا عقیدہ اس تحریر سے بالکل واضح ہے۔

وسیلہ

جس کے ذریعے کسی سے قرب اور نزدیکی حاصل کی جائے، اس کو وسیلہ کہتے ہیں۔ (التعریفات صفحہ ۲۲۵) صحابۂ کرام اور تمام بزرگانِ دین بلکہ خود حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا یہی عقیدہ ہے کہ بزرگوں کو وسیلہ بنانا جائز ہے۔ زندگی میں بھی اور ان کی وفات کے بعد بھی۔ تفصیل ملاحظہ ہو۔

حضور سیدِ عالم کا عقیدہ

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ وصالِ اقدس ۱۱ ہجری بمطابق ۶۳۲ عیسوی)

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

اِنَّ رَجُلًا ضَرِيْرَ الْبَصَرِ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يُّعَافِيَنِيْ فَقَالَ اِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ وَاِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ قَالَ فَادْعُهُ قَالَ فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّتَوَضَّاَ فَيُحْسِنَ وُضُوْءَهٗ وَيُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ وَيَدْعُوْبِهٰذَا الدُّعَاءِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ اِنِّيْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰى رَبِّيْ فِيْ حَاجَتِيْ هٰذِهٖ فَيَقْضِيْهَا اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِيَّ. فَفَعَلَ الرَّجُلُ فَقَامَ وَقَدْ اَبْصَرَ.

ترجمہ: ایک اندھا آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے آنکھ والا کر دے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر تو چاہے تو میں تیرے لئے دعا کروں۔ اور اگر تو چاہے تو صبر کرلے کہ وہ تیرے لئے بہتر ہے۔ عرض کیا کہ دعا فرمائیں۔ حضور ﷺ نے اسے حکم دیا کہ اچھا وضو کرو۔ دو رکعت نماز پڑھو اور یہ دعا کرو۔ اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف محمد ﷺ کے وسیلہ سے توجہ کرتا ہوں جو نبی رحمت ہیں۔ یا رسول اللہ! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں، تو اسے پوری فرما دے۔ اے اللہ! میرے بارے میں حضور ﷺ کی شفاعت قبول فرما تو وہ شخص جب آپ کے فرمانے کے مطابق کام کر کے کھڑا ہوا تو آنکھ والا ہو گیا۔

(ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۱۹۷ خصائصِ کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۲۰۱)

امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور علامہ سیوطی نے تحریر فرمایا کہ اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی تاریخ میں روایت کیا اور بیہقی نے الدلائل والدعوات میں اس حدیث شریف کو روایت کر کے فرمایا کہ صحیح ہے اور ابونعیم نے اسے معرفہ میں روایت کیا۔

اس حدیث شریف سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا یہ عقیدہ ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بنانا جائز ہے۔ اگر شرک ہوتا تو حضور ﷺ اپنے وسیلہ سے دعا کرنے کے لئے اس نابینا کو ہرگز حکم نہ فرماتے۔

حضرت عمرِ فاروقِ اعظم کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وصالِ اقدس ۲۳ ہجری)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

اِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کَانَ اِذَا قَحَطُوْا اِسْتَسْقٰی بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَسْقِیْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَیُسْقَوْنَ.

ترجمہ: جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ سے دعا کرتے اور کہتے اے اللہ! ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کو وسیلہ بنایا کرتے تھے تو ہمیں تو سیراب فرماتا تھا اور اب ہم تیری بارگاہ میں اپنی نبی کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ہر مرتبہ پانی برس پڑتا۔ (بخاری شریف جلد ا صفحہ ۱۳۷)

حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۸۵۲ ہجری) اس حدیث شریف کی شرح میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

فَخَطَبَ النَّاسَ عُمَرُ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَرٰی لِلْعَبَّاسِ مَا یَرَی الْوَلَدُ لِلْوَالِدِ فَاقْتَدُوْا اَیُّھَا النَّاسُ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ عَمِّہِ الْعَبَّاسِ وَاتَّخِذُوْہُ وَسِیْلَۃً اِلَی اللّٰہِ.

ترجمہ: پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت عباس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرتے تھے جیسا کہ بیٹا اپنے باپ کے ساتھ کرتا ہے۔ لہٰذا اے لوگو! رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباس کے ساتھ حضور کا طریقہ اپناؤ اور انہیں خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بناؤ!

(فتح الباری شرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۴۱۳)

ان احادیثِ کریمہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ بالکل واضح ہے کہ وہ حضور سیدِ عالم ﷺ کو وسیلہ بنایا کرتے تھے۔ پھر انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خود وسیلہ بنایا اور دوسروں کو انہیں بنانے کا حکم دیا تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ غیر نبی کو بھی وسیلہ بنانا جائز ہے اور پھر کسی صحابی نے ان کے اس قول و عمل پر اعتراض نہیں کیا، جس سے غیرِ نبی کو وسیلہ بنانے پر صحابہ کا اجماع بھی ثابت ہو گیا۔

حضرت امیر مُعاویہ کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وصالِ اقدس ۶۰ ہجری)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

اِنَّ السَّمَاءَ قَحَطَتْ فَخَرَجَ مُعَاوِيَةُ ابْنُ اَبِیْ سُفْيَانَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَاَهْلُ دِمِشْقَ يَسْتَسْقُوْنَ فَلَمَّا قَعَدَ مُعَاوِيَةُ عَلَی الْمِنْبَرِ قَالَ اَيْنَ يَزِيْدُ بْنُ الْاَسْوَدِ الْجَرْشِیُّ قَالَ فَنَادَاهُ النَّاسُ فَاَقْبَلَ يَتَخَطّٰی فَاَمَرَهٗ مُعَاوِيَةُ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَقَعَدَ عِنْدَ رِجْلَيْهِ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَشْفِعُ اِلَيْکَ الْيَوْمَ بِخَيْرِنَا وَاَفْضَلِنَا اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَشْفِعُ اِلَيْکَ بِيَزِيْدَ بْنَ الْاَسْوَدِ يَا يَزِيْدُ اِرْفَعْ يَدَيْکَ اِلَی اللّٰهِ فَرَفَعَ يَزِيْدُ يَدَيْهِ وَرَفَعَ النَّاسُ اَيْدِيَهُمْ فَمَا کَانَ اَوْشَکَ اَنْ ثَارَتْ سَحَابَةٌ فِی الْمَغْرِبِ وَهَبَّتْ لَهَا رِيْحٌ فَسَقَيْنَا حَتّٰی کَادَ النَّاسُ لَا يَتَّصِلُوْنَ اِلٰی مَنَازِلِهِمْ۔

ترجمہ: بارش نہیں ہوئی قحط پڑ گیا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دمشق کے لوگ نمازِ استسقاء کے لئے نکلے۔ جب حضرت امیر معاویہ منبر پر بیٹھے تو فرمایا یزید بن اسود جرشی کہاں ہیں؟ راوی نے کہا کہ لوگوں نے انہیں پکارا تو وہ قدم بڑھاتے ہوئے نمودار ہوئے اور حضرت امیر معاویہ کے حکم سے منبر پر چڑھے اور ان کے قدموں کے پاس بیٹھ گئے۔ پھر حضرت امیر معاویہ نے دعا کی کہ اے اللہ! ہم تیری بارگاہ میں یزید بن اسود کو سفارشی ٹھہراتے ہیں۔ یزید! اپنے ہاتھوں کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اٹھایئے! تو حضرت یزید نے اپنے ہاتھوں کو اٹھایا اور لوگوں نے بھی اپنے ہاتھ اٹھائے۔ تھوڑی دیر بھی نہیں گزری کہ مغرب کی طرف بادل کا ایک ٹکڑا ظاہر ہوا اور اس کے ساتھ ہوا بھی چلی اور ہم پر ایسی بارش ہوئی کہ اپنے گھروں تک پہنچنا دشوار ہوگیا۔

(طبقات ابن سعد جلد ۷ صفحہ ۴۴۴)

اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں بزرگوں کو وسیلہ بنانا جائز ہے اور آپ کے اس عمل کا صحابہ و تابعین میں سے کسی نے انکار نہیں کیا تو اس مسئلہ میں ان کا اجماع بھی ثابت ہوگیا۔

حضور سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وصالِ اقدس ۵۶۱ ہجری)

حضرت علامہ نورالدین شطنوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ خبر دی ہم کو ابوالحسن بن زکریا بغدادی نے۔ انہوں نے کہا (۶۲۹ ہجری) میں ہم کو قاضی القضاۃ ابو صالح بن حافظ ابوبکر عبدالرزاق بن شیخ الاسلام محی الدین ابومحمد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بغداد میں خبر دی۔ انہوں نے کہا ہم کو شیخ ابوعبدالرزاق نے خبر دی اور (۶۹۰ ہجری) میں ہم کو شیخ ابومحمد الحسن فقیہ ابو عمران موسیٰ بن احمد بن الحسین قرشی شافعی نے قاہرہ میں خبر دی۔ ان دونوں نے کہا کہ (۶۱۳ ہجری) میں ہم کو شیخ پیشوا ابوالحسن قرشی نے دمشق میں خبر دی کہ میں نے شیخ ابومحمد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے۔

اِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ حَاجَةً فَاسْئَلُوْهُ بِیْ.

ترجمہ: جب تم اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت طلب کرو تو میرے وسیلے سے طلب کرو۔

(بہجۃ الاسرار صفحہ ۶۳)

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمان سے وسیلہ کے بارے میں ان کا عقیدہ

بالکل واضح ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ متوفی ۱۵۰ ہجری)

آپ کا نام نامی نعمان، کنیت ابوحنیفہ اور لقب امام اعظم و امام المسلمین ہے۔ آپ فارس کے بادشاہ نوشیرواں کی اولاد سے ہیں۔ سلسلۂ نسب اس طرح ہے۔ نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان بن ثابت بن قیس بن یزدگرد بن شہریار بن پرویز بن نوشیرواں۔

آپ کے دادا مشرف با اسلام ہو کر کوفہ شہر میں سکونت پذیر ہوئے۔ وہیں آپ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ کے باپ ثابت اپنے بچپن کے زمانہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لائے گئے تو آپ نے ان کے لئے اور ان کی اولاد میں خیر و برکت کی دعا فرمائی۔

آپ کے زمانۂ مبارکہ میں تقریباً بائیس صحابہ زندہ تھے، جن میں سے سات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آپ کی ملاقات ثابت ہے۔ خصوصاً حضرت انس بن مالک، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت عبداللہ بن اوفی، حضرت معقل بن یسار اور واثلہ بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے۔ اور حضرت انس و حضرت جابر و حضرت واثلہ وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آپ نے حدیثیں بھی روایت کی ہیں۔

حدیث شریف میں آپ کے متعلق بشارت بھی دی گئی ہے جیسا کہ محدثِ زمانہ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی شافعی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔ ''میں کہتا ہوں کہ حضور سیدِ عالم ﷺ نے سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اس حدیث شریف میں بشارت دی ہے جسے ابونعیم نے حلیہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے نقل کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا لَوْ كَانَ الْعِلْمُ بِالثُّرَيَّا لَتَنَا وَلَهُ رِجَالٌ مِّنْ اَبْنَاءِ فَارِسَ. یعنی اگر علم ثریا پر پہنچ جائے تو فارس کے جواں مردوں میں سے ایک جواں مرد ضرور اس تک پہنچ جائے گا۔

(تبیض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ اردو صفحہ ٦)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث ہے جس کے اصل الفاظ صحیح بخاری اور مسلم میں یہ ہیں۔ لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ رِجَالٌ مِّنْ فَارِسَ. یعنی اگر ایمان ثریا کے نزدیک پہنچ جائے تو مردانِ فارس اس تک ضرور پہنچ جائیں گے۔ (تبیض الصحیفہ اردو صفحہ ٦)

اور فرماتے ہیں کہ معجم طبرانی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لَوْ كَانَ الدِّيْنُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ نَاسٌ مِّنْ اَبْنَاءِ فَارِسَ. یعنی اگر دین

ثریا میں معلق ہو جائے تو یقیناً فارس کے لوگ اسے حاصل کرلیں گے۔ (تبییض الصحیفہ اردو صفحہ ۷)

ان احادیثِ کریمہ میں ''ابنائے فارس'' اور ''رجالِ فارس'' سے حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ اوران کے اصحاب مراد ہیں۔

آپ نے چار ہزار مشائخ تابعین وتبع تابعین سے حدیث وفقہ حاصل کیا جن میں سے بعض حضرات کے نام یہ ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق، نافع مولیٰ ابن عمر، موسیٰ بن ابی عائشہ، سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب، سعید بن مسروق، سلمہ بن کہیل، سلیمان بن مہران اعمش، طاؤس بن کیسان، عبداللہ بن دینار، عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج، عطاء بن ابی رباح، عطاء بن یسار، محمد بن علی بن حسین بن علی المرتضیٰ، محمد بن عمرو بن الحسن بن علی المرتضیٰ، ولید بن سریع مولیٰ عمر بن الخطاب اور ہشام بن عروہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

آپ نے تمام علوم میں کامل ہونے کے بعد گوشہ نشینی کا ارادہ فرمایا تو ایک رات آپ سرکارِ اقدس ﷺ کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اے ابوحنیفہ! آپ کو اللہ تعالیٰ نے میری سنت زندہ کرنے کے لئے پیدا فرمایا ہے تو آپ گوشہ نشینی کا ارادہ ہرگز نہ کریں۔ اس بشارت کے بعد آپ درس وتدریس اور مسائلِ شرعیہ کے اجتہاد واستنباط میں مشغول ہوئے۔ یہاں تک کہ آپ کا مذہب ساری دنیا میں پھیل گیا۔

آپ کے شاگرد بے شمار ہوئے جن میں سے ساٹھ شاگردوں کا ذکر بعض محدثین نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ ان میں سے چند بزرگوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر، حسن بن زیاد لؤلؤی، ابو مطیع بلخی، عبداللہ بن مبارک، وکیع بن جراح، زکریا بن ابی زائدہ حفص بن غیاث نخعی، رئیس الصوفیہ داؤد طائی، یوسف بن خالد، اسد بن عمرو اور نوح بن مریم وغیرہ ہم۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسائل کے اجتہاد اور احکام کے استنباط کی مشغولیت کے سبب روایتِ حدیث کا بہت کم موقع ملا۔ جیسے کہ حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو امورِ خلافت کی مشغولیت کے سبب حدیث کی روایت کا اتفاق کم ہوا۔ مگر اس کے باوجود حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیثوں کی پندرہ مسندیں جمع کی گئی ہیں اور آپ کے شاگرد اکابر محدثین کے شیوخ میں شمار کئے گئے ہیں۔ جیسے یحییٰ بن معین، وکیع بن جراح، مسعر بن کدام، عبداللہ بن مبارک، امام ابو یوسف، احمد بن حنبل اور بالواسطہ اصحابِ صحاح ستہ یعنی حضرت امام بخاری اور حضرت امام مسلم وغیرہ بھی حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شاگردی سے باہر نہیں ہوسکتے۔

زرقانی شارح موطا نے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیثوں کی تعداد میں کئی قول نقل کیے ہیں۔ اول یہ کہ آپ کے مرویات پانچ سو ہیں۔ دوسرے یہ کہ سات سو ہیں۔ تیسرے یہ کہ ایک ہزار سے کچھ زائد ہیں۔ چوتھے یہ کہ ایک ہزار سات سو ہیں۔ پانچویں یہ کہ چھ سو سڑسٹھ ہیں۔

اور غیر مقلدین جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صرف سترہ حدیثیں پہنچی ہیں اور ثبوت ابن خلدون کا حوالہ پیش کرتے ہیں تو وہ سراسر غلط ہے۔ اس لئے کہ یہ ابنِ خلدون کا عقیدہ نہیں ہے اور نہ اس کا قول ہے بلکہ اس نے دوسرے کا قول حکایۃً نقل کیا ہے اور اغلب یہ ہے کہ اس نے سبعمأتہ لکھا تھا اور کاتب کی غلطی سے سبعۃ عشر ہو گیا۔ یا از راہِ حسد قصداً ایسا کیا گیا۔ اس لئے کہ بقول حضرت ملا علی قاری، حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تراسی ہزار مسائل حل فرمائے ہیں جن میں سے اڑتیس ہزار مسائل عبادات سے متعلق ہیں اور باقی مسائل معاملات کے بارے میں ہیں۔

تو اگر آپ کو صرف سترہ حدیثیں پہنچی ہوتیں تو اتنے زیادہ مسائل آپ ہرگز حل نہیں کر سکتے تھے، نہ علامہ ذہبی شافعی تذکرۃ الحفاظ میں آپ کا ذکر حفاظ حدیث میں کرتے، نہ اکابر علمائے حدیث آپ کو اپنا شیخ بناتے، نہ آپ کے لئے امام کا لقب تسلیم کرتے، نہ محدثِ زمانہ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی شافعی اور دیگر علمائے سلف آپ کے فضل ومناقب میں بڑی بڑی کتابیں لکھتے۔

غرضیکہ غیر مقلدوں کا یہ پروپیگنڈہ کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صرف سترہ حدیثیں پہنچی ہیں بالکل جھوٹ ہے۔ اسے وہی شخص صحیح مان سکتا ہے جسے آپ کے علم سے حسد ہوگا اور یا تو وہ آپ کے علم سے جاہل ہوگا، جو آپ کی مرویات کو دیکھنا چاہے وہ موطا امام محمد، کتاب الآثار، کتاب الحج، سیر کبیر اور حضرت امام ابو یوسف کی کتاب الخراج، کتاب الامالی مجرد بن زیاد وغیرہا کا مطالعہ کرے۔ ان میں امام اعظم کی روایت کردہ کئی سو حدیثیں صحیح اور حسن ملیں گی۔

آپ کی تصنیفات، فقہ اکبر، کتاب الوصیۃ، کتاب العالم والمتعلم اور کتاب المقصود وغیرہ ہیں۔

آپ کا وصال ۱۵۰ ہجری میں ہوا۔ مزارِ اقدس بغداد شریف کے خیزراں قبرستان میں زیارت گاہ خاص وعام ہے جس پر سب سے پہلے سلطان ملک شاہ سلجوقی نے ۴۵۹ ہجری میں شاندار گنبد بنوایا اور آپ کے آستانہ عالیہ پر حنفیوں کے لئے مدرسہ حنفیہ قائم۔ (ماخوذ از تبییض الصحیفہ، خیرات الحسان، حدائق الحنفیہ، مفید المفتی، سوانح امام اعظم)۔

آپ اپنے مشہور قصیدہ نعمانیہ میں حضور سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں یوں عرض کرتے ہیں۔

اَنْتَ الَّذِیْ لَمَّا تَوَسَّلَ بِکَ اٰدَمُ   مِنْ زَلَّةٍ فَازَ وَ هُوَ اَبَاکَا

ترجمہ: یعنی آپ ہی وہ ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے آپ کو وسیلہ بنایا تو وہ کامیاب ہوئے۔ قبولیتِ دعا سے، حالانکہ وہ آپؐ کے باپ ہیں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ اس شعر سے ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کے ظاہری وجود سے پہلے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے جو آپ کو وسیلہ بنایا تو وہ بھی جائز ہے، شرک نہیں ہے کہ اسی وسیلہ سے ان کی توبہ قبول ہوئی۔

حضرت امام مالک کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ متوفی ۱۷۹ ہجری)

حضرت امام قاضی عیاض علیہ الرحمۃ والرضوان (متوفی ۵۴۴ ہجری) تحریر فرماتے ہیں کہ امیر المومنین ابوجعفر منصور یعنی بنی عباس کا دوسرا خلیفہ جب حضور سید عالم ﷺ کے مزارِ اقدس کی زیارت کے لئے حاضر ہوا تو اس وقت مسجد نبوی میں حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود تھے۔ خلیفہ منصور نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ اَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ وَاَدْعُوْ اَمْ اَسْتَقْبِلُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِمَ تَصْرِفُ وَجْهَكَ عَنْهُ وَهُوَ وَسِيْلَتُكَ وَوَسِيْلَةُ اَبِيْكَ اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلَى اللّٰهِ بَلِ اسْتَقْبِلْهُ وَاسْتَشْفِعْ بِهٖ فَيُشَفِّعُهُ اللّٰهُ.

ترجمہ: اے ابوعبداللہ! میں کعبہ کی طرف منہ کر کے دعا کروں یا رسول اللہ ﷺ کی طرف منہ کروں؟ حضرت امام مالک نے فرمایا کس طرح تم اپنا چہرہ حضور ﷺ کی طرف سے پھیر سکتے ہو، حالانکہ وہ اللہ کی بارگاہ میں تمہارے اور تمہارے باپ آدم علیہ السلام کے وسیلہ ہیں۔ لہٰذا تم حضور ﷺ ہی کی طرف رخ کرو اور ان سے شفاعت طلب کرو۔ اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت قبول فرمائے گا۔ (شفا شریف جلد صفحہ ۳۳)

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمان سے ان کا عقیدہ ظاہر ہے کہ حضور ﷺ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں لوگوں کے وسیلہ ہیں۔

حضرت امام شافعی کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ متوفی ۲۰۴ ہجری)

علامہ خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ ہجری) تحریر فرماتے ہیں۔

اِنَّ الْاِمَامَ الشَّافِعِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِيْ اَيَّامِ هُوَ بِبَغْدَادَ كَانَ يَتَوَسَّلُ

بِالْاِمَامِ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَجِیْءُ اِلٰی ضَرِیْحِہٖ یَزُوْرُ فَیُسَلِّمُ عَلَیْہِ ثُمَّ یَتَوَسَّلُ اِلَی اللّٰہِ فِیْ قَضَاءِ حَاجَتِہٖ.

ترجمہ: حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن دنوں بغداد میں تھے۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے توسل کرتے۔ ان کی قبر پر حاضر ہو کر اس کی زیارت کرتے، انہیں سلام کرتے۔ پھر اپنی حاجت پوری ہونے کے لئے اللہ کی بارگاہ میں انہیں وسیلہ بناتے۔ (تاریخ خطیب بغدادی جلد ا صفحہ ۱۲۳)

اور علامہ ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۹۷۴ ہجری) لکھتے ہیں کہ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

اٰلُ النَّبِیِّ ذَرِیْعَتِیْ وَھُمْ اِلَیْہِ وَسِیْلَتِیْ
اَرْجُوْبِھِمْ اُعْطٰی غَدًا بِیَدِ الْیَمِیْنِ صَحِیْفَتِیْ

ترجمہ: یعنی آل نبی میرے لئے ذریعۂ نجات ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میرے لئے وسیلہ ہیں۔ میں امید رکھتا ہوں کہ ان کے طفیل کل (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ میرا نامۂ اعمال میرے داہنے ہاتھ میں دے گا۔ (صواعق محرقہ صفحہ ۱۸۰)

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ ان روایتوں سے بالکل واضح ہے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد ان کو اپنی حاجت کے لئے وسیلہ بناتے تھے اور آلِ رسول ﷺ کو اپنے لئے وسیلہ ہونے کا اعتقاد رکھتے تھے۔

حضرت امام احمد بن حنبل کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ متوفی ۲۴۱ ہجری)

حضرت علامہ نبہانی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

تَوَسَّلَ الْاِمَامُ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ بِالْاِمَامِ الشَّافِعِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حَتّٰی تَعَجَّبَ اِبْنُہٗ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ الْاِمَامِ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ مِنْ ذٰلِکَ فَقَالَ الْاِمَامُ اَحْمَدُ اِنَّ الشَّافِعِیَّ کَالشَّمْسِ لِلنَّاسِ وَکَالْعَافِیَۃِ لِلْبَدَنِ.

ترجمہ: حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے توسل کیا تو امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے حضرت عبداللہ نے تعجب کیا۔ اس پر امام احمد نے فرمایا کہ حضرت امام شافعی ایسے ہیں جیسے لوگوں کے لئے سورج اور بدن کے لئے تندرستی۔ (شواہد الحق صفحہ ۱۶۶)

ثابت ہوا کہ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک بھی وسیلہ کا عقیدہ حق ہے کہ انہوں نے خود حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے توسل کیا۔

صاحبِ شرح وقایہ حضرت عبید اللہ بن مسعود کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۷۴۷ ہجری)

آپ کا اسمِ گرامی عبید اللہ اور لقب صدر الشریعہ ثانی ہے۔ آپ کے والد کا نام مسعود اور دادا کا نام محمود ہے جن کا لقب تاج الشریعہ ہے اور پردادا کا نام احمد ہے جو صدر الشریعہ اول سے مشہور ہیں۔ آخر میں آپ کا سلسلہ نسب مشہور صحابی حضرت عُبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مل جاتا ہے۔

آپ بڑے زبردست عالم، حافظ قوانینِ شریعت، حلّالِ مشکلات فروع واصول، واقف رموز معقول ومنقول، محدّث جلیل، فقیہ بے مثیل، اصولی بے نظیر، مفسر، نحوی، لغوی، ادیب، متکلم، منطقی، اپنے وقت کے امام علوم مروجہ متعارفہ میں ضرب المثل تھے۔ آپ کے دادا تاج الشریعہ نے آپ کی پرورش اپنے سایۂ عاطفت میں کی، انتہائی شفقت ومحبت کے ساتھ آپ کو تمام علوم وفنون پڑھایا اور آپ کے حفظ کرنے کے لئے وقایہ تصنیف فرمایا۔

پھر جب آپ نے دیکھا کہ دوسرے لوگ اس کو زبانی یاد کرنے میں سستی کرتے ہیں تو آپ نے وقایہ کا مختصر تحریر فرمایا۔ جب آپ کے صاحبزادے محمود نے مختصر الوقایہ حفظ کرلیا تو آپ سے وقایہ کی شرح لکھنے کے لئے بہت اصرار کیا، جس میں مختصر الوقایہ کے بھی معلقات حل کئے جائیں۔ لہٰذا آپ نے صاحبزادے کی خواہش کے مطابق شرح وقایہ لکھنا شروع کیا، مگر کتاب مکمل ہونے سے پہلے صاحبزادے کا انتقال ہوگیا جس کا آپ کو بے انتہا قلق ہوا۔

وقایہ کی کل پندرہ شرحیں لکھی گئیں جن میں آپ کی شرح ایسی عمدہ ہے جو ساری دنیا میں مقبول ہوکر تمام مدارسِ عربیہ میں داخل درس ہوئی جس پر اب تک بیالیس حواشی لکھے گئے اور ہزاروں بلکہ لاکھوں علماء اس سے مستفیض ہوئے۔ یہاں تک کہ غیر مقلد جو تقلید کو گمراہی قرار دیتے ہیں وہ بھی حنفی مذہب کی اس کتاب شرح وقایہ سے فائدہ اٹھانے پر مجبور ہوئے۔

اور آپ نے اصول فقہ میں ایک لطیف متن تنقیح کے نام سے تصنیف کیا۔ پھر اس کی شرح توضیح تالیف فرمائی جس کی شرح حضرت علامہ سعد الدین تفتازانی (متوفی ۷۹۲ ہجری) نے تلویح کے نام سے کی۔ ان کے علاوہ المقدمات الاربعہ، تعدیل العلوم (اقسام علوم عقلیہ میں) وشاح (علم معانی میں) شرح فصول الخمسین (نحو میں) کتاب الشروط اور کتاب المحاضرہ وغیرہ آپ کی

اہم تصنیفات ہیں۔
۷۴۷ ہجری میں آپ کا وصال ہوا۔ مزار مبارک شارع آباد بخارا میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔
آپ شرح وقایہ اول کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

اَلْعَبْدُ الْمُتَوَسِّلُ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى بِاَقْوَى الذَّرِيْعَةِ .

ترجمہ: میں خدا تعالیٰ کی بارگاہ کا وسیلہ زیادہ طاقت ور ذریعہ کا ڈھونڈنے والا ہوں۔
مولانا عبدالحئ صاحب فرنگی محلی اَلْمُتَوَسِّلُ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

دَلَّتِ الْاَحَادِيْثُ عَلٰى جَوَازِ التَّوَسُّلِ بِالْاَعْمَالِ الصَّالِحَةِ وَالذَّوَاتِ الْفَاضِلَةِ.

ترجمہ: نیک اعمال اور بزرگانِ دین سے توسل کا جواز حدیثوں سے ثابت ہے۔
اور اَقْوَى الذَّرِيْعَةِ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

اَلْمُرَادُ بِهٖ اِمَّا الرَّسُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِمَّا الْقُرْاٰنُ وَاِمَّا الصَّلَاةُ عَلَى الرَّسُوْلِ وَاِمَّا عِلْمُ الشَّرِيْعَةِ وَالْاَحْكَامِ الشَّامِلَةِ لِلْفِقْهِ وَالْاُصُوْلِ وَالْكَلَامِ وَاِمَّا عِلْمُ الْفِقْهِ.

ترجمہ: اقویٰ ذریعہ سے یا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراد ہیں یا قرآن یا حضور ﷺ پر درود۔ یا شریعت اور ان احکام کا علم مراد ہے جو فقہ، اصول اور کلام کو شامل ہو اور یا تو علمِ فقہ مراد ہے۔

لیکن ظاہر یہ ہے کہ اقویٰ ذریعہ سے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی مراد ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے لئے سب سے طاقت ور وسیلہ حضور ﷺ ہی ہیں۔ ان سے بڑھ کر کوئی وسیلہ نہیں۔ بہر حال صاحبِ شرح وقایہ حضرت عبید اللہ بن مسعود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تحریر سے ان کا عقیدہ ثابت ہے کہ سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور سارے بزرگانِ دین کو خدا تعالیٰ کی بارگاہ کا وسیلہ بنانا جائز ہے اور مولانا عبدالحئ فرنگی محلی کا بھی یہی عقیدہ ثابت ہوا۔

امام ابن ہمام صاحب فتح القدیر کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۸۶۱ ہجری)

آپ کتاب الحج باب زیارت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں تحریر فرماتے ہیں۔

وَيَسْئَلُ اللّٰهَ حَاجَتَهٗ مُتَوَسِّلًا اِلَى اللّٰهِ بِحَضْرَةِ نَبِيِّهٖ (اِلٰى اَنْ قَالَ) ثُمَّ يَسْئَلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّفَاعَةَ فَيَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

اَسْئَلُکَ الشَّفَاعَۃَ وَاَتَوَسَّلُ بِکَ اِلَی اللّٰہِ ۔

ترجمہ: اور اللہ سے اپنی حاجت کے بارے میں اس کے نبی ﷺ کو وسیلہ بناتے ہوئے سوال کرتے پھر نبی ﷺ سے شفاعت کا طالب ہو کر کہے۔ اے اللہ کے رسول! میں آپ کی شفاعت چاہتا ہوں۔ اے اللہ کے رسول! میں آپ کی شفاعت چاہتا ہوں اور آپ کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بناتا ہوں۔ (فتح القدیر جلد ۳ صفحہ ۹۵)

اس تحریر سے امام ابن ہمام علیہ الرحمۃ والرضوان کا عقیدہ بالکل واضح ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال فرمانے کے بعد بھی ان وسیلہ بنانا جائز ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۹۱۱ ہجری)

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابوامامہ بن سہل بن حُنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

اِنَّ رَجُلًا کَانَ یَخْتَلِفُ اِلٰی عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ فِیْ حَاجَۃٍ وَکَانَ عُثْمَانُ لَا یَلْتَفِتُ اِلَیْہِ وَلَا یَنْظُرُ فِیْ حَاجَتِہٖ فَلَقِیَ عُثْمَانَ بْنَ حُنَیْفٍ فَشَکَا اِلَیْہِ ذٰلِکَ فَقَالَ لَہٗ اِئْتِ بِالْمِیْضَاۃِ فَتَوَضَّأْ ثُمَّ ائْتِ الْمَسْجِدَ فَصَلِّ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ قُلِ اللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَ اَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فَیَقْضِیْ لِیْ حَاجَتِیْ وَاذْکُرْ حَاجَتَکَ ثُمَّ رُحْ حَتّٰی اَرُوْحَ فَانْطَلَقَ الرَّجُلُ وَصَنَعَ ذٰلِکَ ثُمَّ اَتٰی بَابَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ فَجَاءَ الْبَوَّابُ فَاَخَذَ بِیَدِہٖ فَاَدْخَلَہٗ عَلٰی عُثْمَانَ فَاَجْلَسَہٗ مَعَہٗ عَلَی الطِّنْفِسَۃِ فَقَالَ اُنْظُرْ مَا کَانَتْ لَکَ مِنْ حَاجَۃٍ ثُمَّ اِنَّ الرَّجُلَ حَتّٰی کَلَّمْتَہٗ قَالَ مَا کَلَّمْتُہٗ وَلٰکِنِّیْ رَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَجَاءَہٗ ضَرِیْرٌ فَشَکَا اِلَیْہِ ذَھَابَ بَصَرِہٖ فَقَالَ لَہٗ اَوْ تَصْبِرُ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَیْسَ لِیْ قَائِدٌ وَقَدْ شَقَّ عَلَیَّ فَقَالَ اِئْتِ الْمِیْضَاۃَ فَتَوَضَّأْ وَصَلِّ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ قُلِ اللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ. یَامُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فَیُجَلِّیْ لِیْ عَنْ بَصَرِیْ اَللّٰھُمَّ شَفِّعْہُ فِیَّ وَشَفِّعْنِیْ فِیْ نَفْسِیْ. قَالَ عُثْمَانُ فَوَاللّٰہِ مَا تَفَرَّقْنَا حَتّٰی دَخَلَ الرَّجُلُ کَاَنْ لَّمْ یَکُنْ بِہٖ ضَرَرٌ.

ترجمہ: ایک شخص حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کسی ضرورت کے لئے جاتا تھا۔ مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کی طرف التفات نہیں فرماتے تھے اور نہ اس کی ضرورت کے

سلسلے میں توجہ کرتے تھے تو اس نے حضرت عثمان بن حُنیف سے ملاقات کر کے اس کی شکایت کی۔انہوں نے اس سے فرمایا کہ وضوگاہ پر جا کر وضو کرو اور مسجد میں آ کر دو رکعت نماز پڑھو۔ پھر دعا کرو اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں جو نبیٔ رحمت ہیں۔یارسول اللہ! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ وہ میری حاجت پوری فرمائے۔اور (یہ دعا کرتے ہوئے) اپنی حاجت کا ذکر کرو پھر شام کو میرے پاس آ ؤ تا کہ میں تمہارے ساتھ (حضرت عثمانؓ کی خدمت میں) چلوں۔تو وہ شخص چلا گیا اور ان کے فرمانے کے مطابق کیا پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازہ پر آیا تو دربان آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر امیر المؤمنین کے پاس لے گیا تو انہوں نے اس کو اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا اور فرمایا کہ میں تمہاری حاجت پوری کروں گا۔ پھر وہ شخص امیر المؤمنین کے یہاں سے جا کر عثمان بن حُنیف سے ملاقات کی اور کہا اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔امیر المؤمنین میری ضرورت کے بارے میں کوئی توجہ نہیں فرماتے تھے ۔یہاں تک کہ آپ نے میرے بارے میں ان سے گفتگو کی۔عثمان بن حُنیف نے کہا میں نے ان سے گفتگو نہیں کی ہے لیکن میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ایک نابینا شخص نے آ کر اپنے اندھے پن کی شکایت کی۔حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم صبر کر سکتے ہو؟ عرض کیا۔یارسول اللہ! مجھے کوئی راہ بتانے والا نہیں اور یہ میرے لئے تکلیف دہ ہے۔تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ وضوگاہ میں جا کر وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھو۔پھر دعا کرو۔اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متوجہ ہوتا ہوں جو نبیٔ رحمت ہیں ۔یارسول اللہ! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ وہ میری آنکھ کی تکلیف دور فرمادے۔اے اللہ! تو حضور ﷺ کی شفاعت میرے بارے میں قبول فرما اور میری شفاعت میرے بارے میں۔حضرت عثمان بن حُنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم ہم ابھی وہاں سے گئے نہیں تھے کہ وہ شخص آیا گویا کہ وہ اندھا ہی نہیں تھا۔ (خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۲۰۲)

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث شریف کو اپنی کتاب میں تحریر فرما کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ وصال کے بعد بھی حضور سید عالم ﷺ کو خدا کی بارگاہ میں اپنی حاجت کے لئے وسیلہ بنانا جائز ہے۔اگر ان کا یہ عقیدہ نہ ہوتا تو بلا تردید اس حدیث کو اپنی کتاب میں شامل نہ فرماتے۔

سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۱۲۳۹ ہجری)

آپ تحریر فرماتے ہیں۔

نیست صورت استمداد مگر ہمیں کہ محتاج طلب کند حاجت خود از جناب عزت الٰہی بتوسل روحانیت بندہ کہ مقرب و مکرم درگاہ والااست۔ وگوید خداوندا بہ برکت ایں بندہ کہ تو رحمت واکرام کردہ اور ابر آوردہ گرداں حاجت مرا۔ یاندا کند آں بندہ مقرب و مکرم را کہ اے بندۂ خدا و ولی وے شفاعت کن مرا و بخواہ از خدائے تعالیٰ مطلوب مرا تا قضا کند حاجت مرا۔ پس نیست بندہ درمیان مگر وسیلہ و قادر و معطی و مسئول پروردگار ست تعالیٰ شانہٗ۔ و درو ے ہیچ شائبہ شرک نیست چنانکہ منکر وہم کردہ۔ وآں چنانست کہ توسل وطلب دعا از صالحاں و دوستانِ خدا در حالت حیات کنند وآں جائز ست باتفاق۔ پس آں چرا جائز نباشد۔ و فرقے نیست در ارواح کاملاں در حین حیات و بعد از ممات مگر بہ ترقی کمال۔

ترجمہ: مدد طلب کرنے کی صورت صرف یہی ہے کہ ضرورت مند اپنی حاجت کو اللہ تعالیٰ سے اس نیک بندے کی روحانیت کے وسیلے سے طلب کرے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عالی میں مقرب و مکرم ہے اور کہے خداوندا! اس بندے کی برکت سے کہ جس پر تو نے رحمت واکرام فرمایا ہے میری حاجت کو پورا فرما۔ یا اس مقرب بندہ کو پکارے کہ اے بندۂ خدا اور اللہ کے ولی! میرے لئے شفاعت کر اور اللہ تعالیٰ سے دعا کر کہ میرے مقصد کو پورا فرمائے۔ لہٰذا بندہ درمیان میں صرف وسیلہ ہے۔ قادر، دینے والا اور جس سے سوال کیا گیا ہے خدا تعالیٰ ہی ہے۔ اس میں شرک کا شائبہ تک نہیں جیسا کہ منکر نے وہم کیا ہے۔ یہ اسی طرح ہے کہ نیک لوگوں اور اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو ظاہری زندگی میں وسیلہ بنایا جاتا ہے۔ ان سے دعا طلب کی جاتی ہے اور یہ بالاتفاق جائز ہے۔ تو وفات کے بعد وہی بات کیوں جائز نہ ہوگی؟ کاملین کی ارواح میں ظاہری زندگی اور وفات کے بعد صرف اتنا فرق ہے کہ انہیں اور زیادہ کمال حاصل ہوتا ہے۔ (فتاویٰ عزیزیہ جلد ۲ صفحہ ۱۰)

اس فتویٰ میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے واضح طور پر اپنا عقیدہ تحریر فرمادیا کہ بزرگانِ دین کو جس طرح ان کی ظاہری زندگی میں وسیلہ بنانا جائز ہے ایسے ہی وصال کے بعد بھی جائز ہے اور اس میں شرک کا شائبہ تک نہیں۔ اس لئے کہ سوال اللہ تعالیٰ ہی سے ہوتا ہے اور بزرگانِ دین صرف وسیلہ ہوتے ہیں۔

قبروں کی زندگی

اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے انبیاء اور اولیاء کا اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہونا حق ہے۔ سرکارِ اقدس ﷺ اور تمام علماء و بزرگانِ دین کا یہی عقیدہ ہے۔ ثبوت ملاحظہ ہو۔

حضور سیدِ عالم کا عقیدہ

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ وصالِ اقدس ۱۱ ہجری بمطابق ۶۳۲ عیسوی)

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُّرْزَقُ.

ترجمہ: بے شک خدا تعالیٰ نے زمین پر انبیائے کرام علیہم السلام کے جسموں کو کھانا حرام فرما دیا ہے تو اللہ کے نبی زندہ ہیں۔ رزق دیئے جاتے ہیں۔

(ابنِ ماجہ۔ مشکوٰۃ صفحہ ۱۲۱)

اس حدیث شریف سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا یہی عقیدہ ہے کہ انبیائے کرام اپنی اپنی قبروں میں دنیوی زندگی کی حقیقت کے ساتھ زندہ ہیں اور صحابیٔ رسول ﷺ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حدیث شریف کو روایت کیا تو ان کا بھی یہ عقیدہ ثابت ہوا کہ انبیائے کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

محدثین کا عقیدہ

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث مذکورہ کو محدث حضرت ابن ماجہ اور صاحبِ مشکوٰۃ علامہ خطیب تبریزی نے اپنی اپنی کتابوں میں لکھ کر ثابت کر دیا کہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں حقیقی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں اور دوسرے محدثین کے عقیدے ملاحظہ ہوں۔

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ متوفی ۹۱۱ ہجری)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا۔

اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ یُصَلُّوْنَ. (اخرجہ ابو یعلی والبیہقی)

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں۔

(خصائصِ کبریٰ جلد۲ صفحہ ۲۸۱)

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خصائصِ کبریٰ میں اس حدیث شریف کو لکھ کر قبروں میں انبیائے کرام علیہم السلام کی زندگی کے متعلق اپنا عقیدہ بالکل واضح کر دیا۔

حضرت ملا علی قاری کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۱۰۱۴ ہجری)

آپ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں۔

لَافَرْقَ لَھُمْ فِی الْحَالَیْنِ وَلِذَا قِیْلَ اَوْلِیَاءُ اللّٰہِ لَا یَمُوْتُوْنَ وَلٰکِنْ یَّنْتَقِلُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰی دَارٍ.

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام کی دنیوی اور بعد وصال کی زندگی میں کوئی فرق نہیں۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے محبوب بندے مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔ (مرقاۃ جلد۲ صفحہ ۲۱۲)

اور حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ.

ترجمہ: بے شک خدا تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کے جسموں کو زمین پر کھانا حرام فرما دیا ہے۔ (ابوداؤد، نسائی، دارمی، بیہقی، ابنِ ماجہ، مشکوٰۃ صفحہ ۲۰)

اس حدیث شریف کی شرح میں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

اَلْاَنْبِیَاءُ فِیْ قُبُوْرِھِمْ اَحْیَاءٌ.

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (مرقاۃ جلد۲ صفحہ ۲۰۹)

اور تحریر فرماتے ہیں۔

اِنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَیٌّ یُرْزَقُ وَیُسْتَمَدُّ مِنْہُ الْمَدَدُ الْمُطْلَقُ.

ترجمہ: بے شک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم با حیات ہیں انہیں روزی پیش کی جاتی ہے اور ان سے ہر قسم کی مدد طلب کی جاتی ہے۔ (مرقاۃ جلد۱ صفحہ ۲۸۴)

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ان تحریروں سے ان کا عقیدہ کھلم کھلا ظاہر ہے کہ

حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، بلکہ اللہ کے دوسرے محبوب بندے بھی نہیں مرتے ہیں۔ صرف دارِ فانی سے دارِ بقاء کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۱۰۵۲ ہجری)

آپ تحریر فرماتے ہیں۔

باچندیں اختلاف وکثرت مذاہب کہ در علمائے امت ست یک کس را دریں مسئلہ خلافے نیست کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز وتوہم تاویل دائم وباقی ست وبر اعمال امت حاضر وناظر ومر طالبان حقیقت را ومتوجہان آں حضرت را مفیض ومربی۔

ترجمہ: علمائے امت میں اتنے اختلافات اور بہت سے مذہب ہونے کے باوجود کسی شخص کو اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیات (دنیوی) کی حقیقت کے ساتھ قائم وباقی ہیں۔ اس حیات نبوی میں مجاز کی آمیزش اور تاویل کا وہم نہیں ہے اور آپ ﷺ امت کے اعمال پر حاضر وناظر ہیں۔ نیز طالبان حقیقت کے لئے اور ان لوگوں کے لئے کہ آں حضرت ﷺ کی جانب توجہ رکھتے ہیں، حضور ﷺ ان کو فیض بخشنے والے اور ان کے مربی ہیں۔

(مکتوب سلوک اقرب السبل بالتوجہ الیٰ سید الرسل مع اخبار الاخیار صفحہ ۱۶۱)

اور حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث کے تحت تحریر فرماتے ہیں۔

پیغمبر خدا زندہ است بحقیقت حیاتِ دنیاوی۔

ترجمہ: خدا تعالیٰ کے نبی دنیوی زندگی کی حقیقت کے ساتھ زندہ ہیں۔

(اشعۃ اللمعات جلد ۱ صفحہ ۵۷۶)

اور حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث کے تحت تحریر فرماتے ہیں۔

حیاتِ انبیاء متفق علیہ است ہیچ کس را دروے خلافے نیست حیاتِ جسمانی دنیاوی حقیقی نہ حیاتِ معنوی روحانی چنانکہ شہداء راست۔

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام کی زندگی سب مانتے ہیں، کسی کو اس میں اختلاف نہیں ہے۔ ان کی زندگی جسمانی حقیقی دنیاوی ہے، شہیدوں کی طرح صرف معنوی اور روحانی نہیں ہے۔

(اشعۃ اللمعات جلد ۱ صفحہ ۵۷۴)

ان تحریروں میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنا عقیدہ واضح طور پر بیان فرمادیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیوی زندگی کی حقیقت کے ساتھ زندہ ہیں، جس میں مجاز کی آمیزش اور کسی قسم کی تاویل کا وہم نہیں ہے بلکہ تمام انبیائے کرام کی زندگی دنیا کی طرح جسمانی حقیقی ہے اور شیخ محقق کی تحریر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کے زمانہ تک اس مسئلہ میں کسی کو اختلاف نہیں رہا۔

علامہ شہاب الدین خفاجی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۱۰۷۰ ہجری)

آپ تحریر فرماتے ہیں۔

اَلْاَنْبِیَاءُ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِ هِمْ حَیَاةً حَقِیْقَةً۔

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام حقیقی زندگی کے ساتھ اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

(نسیم الریاض جلد ا صفحہ ۱۹۶)

آپ کا عقیدہ اس عبارت سے کھلم کھلا ظاہر ہے۔

شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۱۱۷۶ ہجری)

آپ لکھتے ہیں کہ والد ماجد شاہ عبدالرحیم فرمایا کرتے تھے کہ جن دنوں اورنگ زیب اکبر آباد میں تھا میں محتسبِ لشکر مرزا زاہد ہروی سے کچھ اسباق پڑھتا تھا۔ اسی بہانے میں اپنے والد کے ہمراہ اکبر آباد گیا۔ سید عبداللہ بھی سید عبدالرحمٰن کی رفاقت کے سبب وہاں موجود تھے۔ وہاں انہیں ایک عارضہ ہو گیا اور رحمتِ حق سے واصل ہوئے۔ انہوں نے وصیت کی تھی کہ مجھے مسکینوں کے قبرستان میں دفن کرنا تاکہ کوئی پہچان نہ سکے۔ چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ میں بھی اس دن شدید بیمار تھا۔ جنازہ کے ساتھ جانے کی سکت نہیں تھی۔ جب میں تندرست ہوا اور چلنے پھرنے کی طاقت پیدا ہوئی تو ایک ایسے شخص کے ساتھ جو ان کے جنازہ و دفن میں موجود تھا زیارت و برکت کے لئے ان کے مزار مبارک کی طرف چل پڑا۔ یہ ان کی آخری وصیت کا کمال تھا کہ میرے ساتھی کافی غور و فکر کے باوجود ان کی قبر نہیں پہچان سکے۔ آخر اندازے سے ایک قبر کی طرف اشارہ کیا۔ میں وہاں بیٹھ کر قرآن پڑھنے لگا۔ میری پشت کی طرف سے سید صاحب نے آواز دی کہ فقیر کی قبر ادھر ہے لیکن جو کچھ شروع کر چکے ہو اسے وہیں تمام کر لو اور اس کا ثواب اسی قبر والے کو بخشو۔ جلدی مت کرو! جو کچھ پڑھ رہے ہو اسے انجام تک پہنچاؤ! یہ سن کر میں نے

ساتھی سے کہا۔ اچھی طرح غور کرو سید صاحب کی قبر وہی ہے جدھر تم نے اشارہ کیا یا میری پیٹھ کے پیچھے ہے؟ تھوڑی دیر سوچ کر کہنے لگا میں غلطی پر تھا۔ حضرت سید صاحب کی قبر تمہارے پیچھے ہے؟ میں اسی سمت ہو کر بیٹھا اور قرآن پڑھنا شروع کیا۔ اسی اثنا میں دل گرفتہ اور غمگین ہونے کے سبب اکثر مقامات پر قواعدِ قرأت کی رعایت نہ کر سکا۔ قبر میں سے آواز آئی کہ فلاں فلاں جگہ پر تساہل سے کام لیا ہے۔ قرأت کے معاملے میں حزم واحتیاط کی ضرورت ہے۔ (انفاس العارفین صفحہ ۵۷)

اور لکھتے ہیں مروی ہے کہ میر ابوالعلیٰ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بانیٔ سلسلہ ابوالعلائیہ) کے اہلِ خانہ نے ان کے فرزند میر نورالعلیٰ کے عارضۂ علالت کے سبب ایک روپیہ اور ایک چادر بطورِ نیاز حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ کے مزار پر بھجوائی تھی جس کی اطلاع حضرت میر ابوالعلیٰ کو نہیں تھی۔ ایک دن حضرت خواجہؒ کی طرف متوجہ تھے کہ مزار سے آواز آئی کہ تمہارے فرزند کی صحت کے لئے تمہارے گھر سے یہ جو کچھ نیاز آئی ہے اور اہلِ خانہ نے دوسرے فرزند کے لئے بھی التجا کی ہے، نیاز قبول اور التجا مبذول ہے۔ (انفاس العارفین صفحہ ۶۹)

اور لکھتے ہیں کہ والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب نے فرمایا کہ شیخ بایزید اللہ گو نے حرمین شریفین کی حاضری کا قصد کیا تو آپ کی معیت میں بہت سے ضعیف العمر، بچے اور عورتیں بھی تیار ہو گئیں۔ حالانکہ زادِراہ کا کوئی انتظام نہ تھا۔ برادرِ گرامی اور میں نے متفق ہو کر ارادہ کیا کہ انہیں واپس لایا جائے۔ جب ہم تغلق آباد پہنچے تو دن بہت گرم ہو چکا تھا۔ ہم لوگ ایک سایہ دار درخت کے نیچے آرام کی غرض سے بیٹھ گئے۔ اس دوران تمام احباب سو گئے اور میں اکیلا ان کے کپڑوں اور سامانوں کی حفاظت کے لئے جاگتا رہا۔ اپنے آپ کو بیدار رکھنے کے لئے میں نے قرآن مجید کی تلاوت شروع کر دی۔ چند سورتیں تلاوت کر کے میں خاموش ہو گیا۔ اچانک قریب کی قبروں میں سے ایک صاحب قبر مجھ سے مخاطب ہوا اور کہا کہ میں قرآن مجید کے زندگی بخش نغمات سننے کے لئے مدت سے ترس رہا ہوں۔ اگر کچھ وقت اور تلاوت کریں تو احسان مند ہوں گا۔ میں کچھ اور تلاوت کر کے پھر خاموش ہو گیا۔ صاحبِ قبر نے مزید استدعا کی۔ میں نے پھر پڑھا۔ میرے چپ ہونے پر اس نے تیسری بار درخواست کی۔ میں نے اس دفعہ بھی اس کی درخواست قبول کی اور قرآن مجید کی چند آیات تلاوت کیں۔

اس کے بعد یہ صاحبِ قبر مخدومی برادرِ گرامی کو جو پاس ہی سو رہے تھے، خواب میں آیا اور کہا کہ میں نے ان کو بار بار تلاوت کے لئے کہا ہے۔ اب مجھے حیا آتی ہے۔ آپ انہیں فرمائیں کہ قرآن مجید کا کچھ زیادہ حصہ تلاوت کر کے میرے لئے روح کی غذا فراہم کریں۔ وہ نیند سے اٹھے اور مجھے صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ میں نے نسبتاً زیادہ تلاوت کی اور اس پر ان اہلِ قبور میں خوشی و مسرت کی خاص کیفیت محسوس کی اور انہوں نے مجھے فرمایا۔ جَزَاکَ اللّٰہُ عَنِّیْ خَیْرَ الْجَزَاءِ۔

اس کے بعد میں نے ان سے عالمِ برزخ کے متعلق پوچھا۔ اس نے کہا میں ان قریبی قبروں میں سے کسی کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتا۔ البتہ میں اپنا حال آپ کو سناتا ہوں۔ جب سے میں نے دنیا سے انتقال کیا ہے میں نے کسی قسم کا عذاب یا عتاب نہیں دیکھا۔ اگرچہ بہت زیادہ انعام و اکرام بھی نہیں ہے۔ میں نے پوچھا تمہیں معلوم ہے کہ کون سے عمل کی برکت سے تمہیں نجات ملی ہے؟ اس نے کہا میں نے ہمیشہ اس بات کی کوشش کی تھی کہ دنیاوی بکھیڑوں سے خود کو آزاد رکھوں اور ذکر و عبادات سے غافل کرنے والی چیزوں سے کنارہ کش رہوں۔ اگرچہ اپنے اس ارادہ کو مکمل عملی جامہ نہ پہنا سکا۔ پھر بھی خدا تعالیٰ نے میرے حسنِ نیت کو پسند فرما کر مجھے یہ صلہ عطا فرمایا۔ (انفاس العارفین اردو صفحہ ۱۱۴)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان تمام واقعات کو کتاب میں لکھ کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ رہتے ہیں اور وقتِ ضرورت دنیا والوں سے بات چیت بھی کرتے ہیں۔

حضرت علامہ نبہانی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۱۳۵۰ ہجری)

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت محمد صدر الدین بکری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۹۱۸ ہجری) جب حج کے لئے گئے اور نبیٔ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی تو لوگوں نے سنا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے سلام کا جواب دیا۔ (جامع کرامات اولیاء صفحہ ۲۲۳)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت محمد بن محمد بن شرف الدین خلیلی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۱۴۷ ہجری) جو بیت المقدس میں مقیم تھے وہ اپنی زبانی یوں بیان فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہمارا واقعہ یوں ہے کہ میں رات کو آپ کی زیارت کے لئے آپ کے مزارِ اقدس کے پاس اترا۔ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر صلاۃ والسلام والی کتاب ''دلائل الخیرات'' پڑھنا شروع کیا۔ ایک دفعہ ختم کر کے جب دوبارہ پڑھنا شروع کیا تو مجھے خیال آیا بہتر یہ ہے کہ سیدنا موسیٰ اور سیدنا ہارون علیہما السلام پر صلاۃ وسلام بھیجوں۔ تو میں نے یوں درود شریف پڑھا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُوْسٰی وَ اَخِیْہِ ھَارُوْنَ یعنی اے اللہ! موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون پر درود بھیج۔ میں نے قبر شریف سے فصیح و بلیغ آواز سنی کہ ''نسبت کا رشتہ ولا (آزادی) کے رشتے سے افضل اور مقدم ہے'' میں اس جملہ کا مطلب سمجھ گیا۔ مقصد یہ تھا کہ حضور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تم یوں منسوب ہو جیسے نسب کا رشتہ ہوتا ہے۔ اس لئے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے۔ ''میری امت میرا عصبہ و رشتہ ہے'' اور

دوسروں سے تمہارا رشتہ وِلا کا ہے اور نسب کا رشتہ وِلا کے رشتہ سے مقدم ہے۔ یہ سن کر پھر میں نے دلائل الخیرات پڑھنا شروع کیا۔ (جامع کرامات اولیاء صفحہ ۸۴۰)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ بقول حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک آدمی حضرت محمد بن کبیر حکمی علیہ الرحمۃ والرضوان (متوفی ۶۱۷ ہجری) کی خدمت میں ان کی وفات کے بعد حاضر ہوا اور التجا کی کہ اسے اپنی دوستی کا شرف بخشیں۔ آپ قبر سے نکلے اور اس سے دوستی کا عہد باندھا۔

(جامع کراماتِ اولیاء صفحہ ۵۳۶)

علامہ یوسف نبہانی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ان واقعات کو لکھ کر واضح کر دیا کہ انبیاء و اولیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ یہ عقیدہ حق ہے۔

فقہا کا عقیدہ

صاحبِ نور الایضاح علامہ شرنبلالی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۱۰۶۹ ہجری)

آپ تحریر فرماتے ہیں۔

وَمِمَّا هُوَ مُقَرَّرٌ عِنْدَ الْمُحَقِّقِيْنَ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ وَ يُرْزَقُ مُتَمَتِّعٌ بِجَمِيْعِ الْمَلَاذِ وَالْعِبَادَاتِ غَيْرَ اَنَّهٗ حَجَبَ عَنْ اَبْصَارِ الْقَاصِرِيْنَ عَنْ شَرِيْفِ الْمُقَامَاتِ.

ترجمہ: یہ بات اربابِ تحقیق کے نزدیک ثابت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (حقیقی دنیاوی زندگی کے ساتھ) زندہ ہیں ان پر روزی پیش کی جاتی ہے۔ ساری لذت والی چیزوں کا مزہ اور عبادتوں کا سرور پاتے ہیں لیکن جو لوگ کہ بلند درجوں تک پہنچنے سے قاصر ہیں ان کی نگاہوں سے اوجھل ہیں۔

(مراقی الفلاح مع طحطاوی صفحہ ۴۴۷)

حضرت علامہ شیخ حسن شرنبلالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کھلم کھلا اپنا اور تمام محققین کا عقیدہ لکھ دیا کہ حضور علیہ ﷺ زندہ ہیں، مگر عام لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہیں۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میری چشمِ عالم سے چھپ جانے والے

علامہ ابنِ حجر مکّی شافعی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۹۷۴ ہجری)

آپ تحریر فرماتے ہیں۔ بعض لوگوں نے کہا میں کل ظہر کے وقت انتقال کر جاؤں گا تو کہنے کے مطابق ہی ان کا انتقال ہوا اور جب قبر میں رکھے گئے تو انہوں نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔ دفن کرنے والے نے ان سے کہا کیا آپ موت کے بعد زندہ ہیں؟ انہوں نے کہا۔ اَنَـا حَـیٌّ وَکُـلُّ مُحِبٍ لِلّٰہِ حَیٌّ. ترجمہ۔ میں زندہ ہوں اور اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والا ہر ایک زندہ ہے۔

(فتاویٰ حدیثیہ صفحہ ۲۶۷)

اس تحریر سے حضرت علامہ ابنِ حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنا عقیدہ واضح کر دیا کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی ذات تو ارفع و اعلیٰ اور بہت بلند و بالا ہے۔ اللہ کا ہر وہ نیک بندہ جو اس سے محبت کرنے والا ہے، وہ بھی اپنی قبر میں زندہ رہتا ہے۔

اولیاء اللہ کے عقیدے

حضور سیدنا غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۵۶۱ ہجری)

علامہ تادنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ کیمیائی، شیخ بزاز اور شیخ ابوالحسن بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے ہمراہ ۲۷ ذی الحجہ بروز چہار شنبہ ۵۲۳ ہجری مقبرہ شونیز میں مزارات کی زیارت کے لئے گئے۔ اس وقت آپ کے ساتھ فقہا و قراء کی ایک بڑی جماعت بھی تھی۔ وہاں آپ شیخ حمادؒ (متوفی ۵۲۵ ہجری) کے مزار پر بہت دیر کھڑے رہے۔ یہاں تک کہ گرمی نے شدت اختیار کر لی، لیکن آپ کو دیکھ کر تمام لوگ بھی آپ کے پیچھے خاموش کھڑے رہے۔ جب آپ واپس ہوئے تو آپ کے چہرے پر بہت ہی بشاشت تھی۔ لوگوں نے جب دیر تک کھڑے رہنے کی وجہ دریافت کی تو آپ نے ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

میں جمعہ ۱۵ شعبان ۴۹۹ ہجری میں شیخ حماد کے ہمراہ جمعہ کی نماز کے لئے جامع الرصافہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس وقت ہمارے ساتھ بہت بڑی جماعت تھی۔ چنانچہ جب ہم لوگ قنطوہ یہود (یہودی پل) کے قریب پہنچے تو شیخ حمادؒ نے شدید سردی کے باوجود مجھے پانی کے اندر دھکا دے دیا۔

میں نے بسم اللہ کہہ کر غسلِ جمعہ کی نیت کر لی۔ اس وقت میرے جسم پر ایک اونی جُبہ تھا اور دوسرا جبہ میری آستین میں تھا جسے نکال کر میں نے ہاتھ میں اٹھالیا تا کہ بھیگنے سے محفوظ رہے۔ شیخ حمادؒ مجھے دھکا دے کر آگے بڑھ گئے۔ چنانچہ میں نے پانی سے نکل کر اپنا جُبہ نچوڑا اور ان کے پیچھے روانہ ہو گیا۔ مجھے دیکھ کر لوگوں نے افسوس کیا تو شیخ حمادؒ نے انہیں جھڑک کر فرمایا میں نے تو محض امتحاناً اس کو نہر میں دھکیلا تھا، لیکن یہ تو ایسا کوہِ گراں ہے جو اپنی جگہ سے حرکت ہی نہیں کرتا۔

پھر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا کہ آج میں نے شیخ حمادؒ کو قبر کے اندر ایسی حالت میں دیکھا کہ ان کے جسم پر جواہرات سے مرصع ایک حُلّہ ہے اور آپ کے سر پر یاقوت کا تاج، ہاتھوں میں سونے کے کنگن اور دونوں پاؤں میں طلائی جوتے ہیں، لیکن آپ کا داہنا ہاتھ شل ہے۔ جب میں نے پوچھا کہ آپ کے ہاتھ کو کیا ہو گیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس ہاتھ سے میں نے تجھے پانی میں دھکا دیا تھا۔ کیا تو مجھے معاف نہیں کر سکتا؟ میں نے کہا بلا شبہ معاف کیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ خدا سے دعا کر کہ یہ میرا ہاتھ ٹھیک ہو جائے۔ چنانچہ میں جس وقت کھڑا ہوا دعا کر رہا تھا تو پانچ ہزار اولیائے کرام اپنے مزارات میں میری دعا پر آمین کہہ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرما کر شیخ حماد کے ہاتھ کی تکلیف دور کر دیا اور آپ نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ اس طرح میری اور ان کی خوشی پوری ہو گئی۔ (قلائد الجواہر صفحہ ۹۹)

اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ حضرت غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ والے اپنی قبروں میں زندہ ہیں کہ آپ نے فرمایا حضرت حماد نے مجھ سے گفتگو کی اور ہاتھ ٹھیک ہونے کے لئے خدا تعالیٰ سے دعا کرنے کی درخواست کی۔

حضرت شیخ علی بن ہیتی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۵۶۴ ہجری)

آپ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ کے مشہور بزرگ ہیں۔ علامہ تادفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ علی بن ہیتی مشائخِ عراق میں بڑے صاحبِ کرامت بزرگ ہوئے ہیں اور ان شیوخ میں سے ایک ہیں جو اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کر دیتے تھے اور آپ اکثر غیب کی خبریں بھی بتا دیتے تھے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کی بہت تعریف کرتے اور نہایت محبت و احترام کے ساتھ پیش آتے اور اکثر فرمایا کرتے کہ بغداد میں جو اولیائے کرام داخل ہوتے ہیں وہ ہمارے ہی مہمان ہوتے ہیں، لیکن ہم شیخ علی بن ہیتی کے مہمان رہتے ہیں۔ (قلائد الجواہر صفحہ ۳۱۳)

حضرت شیخ علی بن ہیتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور شیخ بقاء بن بطو ر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہمراہ حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ والرضوان کے مزار کی زیارت کی تو دیکھا کہ امام احمد بن حنبلؒ نے قبر سے نکل حضرت شیخ عبد القادر جیلانی سے معانقہ کیا اور آپ کو خلعت عطا کر کے فرمایا کہ اے عبد القادر! تمام لوگ علمِ شریعت وطریقت میں تیرے محتاج ہوں گے۔

پھر میں حضرت کے ہمراہ حضرت شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۲۰۰ ہجری) کے مزار پر گیا۔ وہاں حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؓ نے فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا شَیْخ مَعْرُوْف عَبَرْنَاکَ بِدَرَجَتَیْنِ۔ یعنی اے شیخ معروف ہم آپ سے دو درجہ بڑھ گئے ہیں۔ انہوں نے قبر میں سے جواب دیا وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ یَا سَیِّدَ اَھْلِ زَمَانِہٖ ۔ یعنی اے اپنے زمانہ والوں کے سردار! وعلیکم السلام۔ (قلائد الجواہر صفحہ ۱۴۱)

حضرت شیخ علی بن ہیتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس بیان سے اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ بزرگانِ دین وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ رہتے ہیں کہ حضرت امام احمد بن حنبل نے اپنی قبر سے نکل کر حضرت غوثِ پاک سے معانقہ کیا اور حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قبر سے آپ کے سلام کا جواب اس طرح دیا کہ باہر سنائی دیا۔

حضرت سید احمد کبیر رفائی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۵۷۵ ہجری)

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب الحاوی میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سید احمد رفائی علیہ الرحمۃ والرضوان جو مشہور بزرگ اکابر صوفیہ میں سے ہیں ان کا واقعہ مشہور ہے کہ جب وہ ۵۵۵ ہجری میں حج سے فارغ ہو کر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور قبرِ انور کے سامنے کھڑے ہوئے تو یہ دو شعر پڑھے۔

فِیْ حَالَۃِ الْبُعْدِ رُوْحِیْ کُنْتُ اُرْسِلُھَا
تُقَبِّلُ الْاَرْضَ عَنِّیْ وَھِیَ نَائِبَتِیْ

ترجمہ: میں دور ہونے کی حالت میں اپنی روح کو خدمتِ مبارکہ میں بھیجا کرتا تھا جو میری نائب بن کر حضور کے آستانہ مبارکہ کو چوما کرتی تھی۔

وَھٰذِہٖ دَوْلَۃُ الْاَشْبَاحِ قَدْ حَضَرَتْ
فَامْدُدْ یَمِیْنَکَ کَیْ تَحْظٰی بِھَا شَفَتِیْ

ترجمہ: اب جسموں کی حاضری کا وقت آیا۔ لہٰذا اپنے دستِ اقدس کو عطا فرمایئے تاکہ میرے ہونٹ اس کو چومیں۔

حضرت سید احمد کبیر رفائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اس عرض پر سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے قبرِ انور سے اپنے دستِ مبارک کو باہر نکالا جس کو انہوں نے چوما۔

اَلْبُنْیَانُ الْمَشِیْدُ میں ہے کہ اس وقت کئی ہزار کا مجمع مسجد نبوی میں تھا جنہوں نے اس واقعہ کو دیکھا اور حضور علیہ السلام کے دستِ اقدس کی زیارت کی۔ ان لوگوں میں محبوبِ سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی یعنی غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نامی بھی ذکر کیا جاتا ہے۔

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت سید احمد کبیر رفائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم اپنی قبرِ انور میں زندہ ہیں۔ ورنہ وہ ہرگز حضور علیہ السلام سے یہ عرض نہ کرتے کہ اپنا دستِ مبارک بڑھایئے، تاکہ ہم اسے بوسہ دیں۔

خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ عثمان ہارونی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۶۱۷ ہجری)

آپ حضرت خواجہ حاجی شریف زندانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۵۸۴ ہجری) کے مرید وخلیفہ ہیں اور سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمۃ والرضوان کے پیر ومرشد ہیں۔ آپ ہی کی نگاہِ کرم نے حضرت خواجہ کو سلطان الہند اور سلطان العارفین بنادیا۔ آپ کا وصال مکہ شریف میں ہوا۔ مزار مبارک مسجد جن کے قریب تھا جس کو نجدی حکومت نے توڑ کر روڈ میں لے لیا۔ اللہ کے محبوب بندے بعد وصال بھی زندہ رہتے ہیں۔ اس کے بارے میں آپ کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ خواجۂ خواجگاں حضرت خواجہ عثمان ہارونی علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا کہ شمس العارفین کا یہ حال گزرا کہ جس روز وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے روضۂ انور پر حاضر ہوئے تھے اور سلام عرض کیا تھا تو وہاں سے آواز آئی۔ وَعَلَیْکَ السَّلَامُ یَا شَمْسَ الْعَارِفِیْنَ پس جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے روضۂ مبارکہ سے باہر نکلے تو جو کوئی ملتا تھا وہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا شَمْسَ الْعَارِفِیْنَ کہتا تھا۔ پھر اسی جگ اسی کے متعلق یہ حکایت بیان فرمائی کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ بھی یہی معاملہ گزرا کہ جب شروع میں حضرت نعمان کوفی علیہ الرحمۃ والرضوان، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے اور عرض کیا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدَ الْمُرْسَلِیْنَ تو وہاں سے جوابِ سلام آیا کہ وَعَلَیْکَ السَّلَامُ یَا اِمَامَ الْمُسْلِمِیْنَ (انیس الارواح صفحہ ۲۸)

حضرت خواجہ عثمان ہارونی علیہ الرحمۃ والرضوان کے مذکورہ بیان سے ثابت ہوا کہ ان کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبرِ انور میں زندہ ہیں۔

سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۶۳۳ ہجری)

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ ہم اپنے پیرومرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ مکہ معظمہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ انور کی زیارت کے لئے مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب روضۂ انور کی زیارت سے مشرف ہوئے تو حضرت خواجہ عثمان ہارونی نے فقیر کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا کہ اب تو حضورِ اقدس میں حاضر ہے سلام کر۔ میں نے سلام عرض کیا۔ روضۂ انور سے آواز آئی۔ وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ يَا قُطْبَ الْمَشَائِخِ لِلْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔ جب یہ آواز آئی تو حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ بس اب تیرا کام پورا ہو گیا۔
(انیس الارواح صفحہ ۶)

حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی اس تحریر سے ثابت کر دیا کہ ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی قبرِ مبارک میں زندہ ہیں کہ آپ نے ہمارے سلام کا جواب اتنی بلند آواز سے دیا کہ ہم لوگوں نے سن لیا۔

شیخ شیوخ العالم حضرت فرید الدین گنجِ شکر کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۶۷۰ ہجری)

آپ فرماتے ہیں۔
اَلْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءٌ فِي الْقُبُوْرِ۔ انبیائے کرام قبروں میں زندہ ہیں۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۵۱)
اس فرمان سے انبیائے کرام علیہم السلام کا قبروں میں زندہ رہنے کے بارے میں حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عقیدہ بالکل واضح ہے۔

سلطان المشائخ محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیاء کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۷۲۵ ہجری)

سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ شیخ الاسلام حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے گیا۔ میرے دل میں خیال گزرا کہ اتنے کثیر

لوگ ان بزرگوں کی زیارت کے لئے آتے ہیں۔ ان کے آنے کی ان بزرگوں کو اطلاع ہوتی ہے یا نہیں؟ میرے دل میں یہ خیال گزرا ہی تھا اور میں روضۂ مبارکہ کے قریب مراقبہ میں مشغول تھا کہ میں نے روضۂ مبارکہ سے یہ شعر سنا۔

مرا زندہ پندار چوں خویشتن
من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

ترجمہ: مجھ کو اپنی طرح زندہ سمجھو۔ میں جان کے ساتھ آتا ہوں، اگر تم جسم کے ساتھ آتے ہو۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۱۷)

اور حضرت خواجہ امیر خورد کرمانی نظامی مصنف سیر الاولیاء تحریر فرماتے ہیں کہ جس زمانے میں سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ غیاث پور میں رہتے تھے۔ مولانا فصیح الدین اور قاضی محی الدین کاشانی آپ کی خدمت میں غیاث پور حاضر ہوئے۔ قدم بوسی کی سعادت حاصل کرنے کے بعد ان دونوں نے بیعت ہونے کے لئے عرض کیا۔ آپ نے فوراً ہی قاضی محی الدین کاشانی کو مرید کرلیا اور مولانا فصیح الدین سے فرمایا کہ میں تمہارے متعلق شیخ شیوخ العالم سے پوچھوں گا۔ یہ سن کر مولانا فصیح الدین کو بڑی حیرت ہوئی اور وہ سوچنے لگے کہ شیخ شیوخ العالم تو وفات پاچکے ہیں۔ سلطان المشائخ ان سے کیسے پوچھیں گے۔ یہ بات ان کے دل میں گزری، لیکن انہوں نے زبان سے کچھ نہیں کہا اور قدم بوسی کے بعد لوٹ آئے۔

جب وہ دوسری مرتبہ سلطان المشائخ سے ملے تو سلطان المشائخ نے ان سے فرمایا کہ میں نے تمہارے متعلق شیخ شیوخ العالم سے عرض کیا تھا۔ آپ نے قبول فرمالیا ہے۔ اب تم بیعت ہوسکتے ہو۔ چنانچہ وہ سلطان المشائخ سے بیعت ہوگئے۔ جب وہ بیعت کرچکے تو مولانا فصیح الدین نے عرض کیا کہ مخدوم من! شیخ شیوخ العالم تو وفات پاچکے ہیں۔ آپ نے کس سے پوچھا ہے؟ فرمایا جب مجھے کسی بات میں تردد ہوتا ہے تو میں شیخ شیوخ العالم ہی سے پوچھتا ہوں اور آپ کے حکم کے مطابق کام کرتا ہوں۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۴۵۲)

سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس فرمان سے کہ میں نے روضۂ مبارکہ سے فارسی کا ایک شعر سنا اور اس فرمان سے کہ جب مجھے کسی بات میں تردد ہوتا ہے تو میں شیخ شیوخ العالم ہی سے پوچھتا ہوں۔ صاف ظاہر ہے کہ آپ کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ اللہ کے ولی وصال کے بعد اپنی قبروں میں زندہ رہتے ہیں اور پہلے واقعہ سے آپ کا یہ عقیدہ بھی ثابت ہوا کہ بزرگانِ دین قبروں میں رہتے ہوئے دنیا والوں کے دلوں کے خیالات سے بھی واقف ہوجاتے ہیں۔

حضرت علامہ جامی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۸۹۸ ہجری)

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک معتبر شخص سے جو حضرت خواجہ محمد پارسا بخاری قدس سرہٗ (متوفی ۸۲۲ ہجری) کے صاحبزادے خواجہ برہان الدین ابونصر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۸۶۵ ہجری) کے خواص میں سے تھے۔ وہ خواجہ برہان الدین ابونصر سے روایت کرتے ہیں کہ جب میرے والد ماجد کی روح پرواز ہوئی تھی تو اس وقت میں حاضر نہ تھا۔ جب میں حاضر ہوا تو میں نے آپ کے روئے مبارک کو اس غرض سے کھولا کہ اس کی زیارت کروں۔ آپ نے فوراً اپنی آنکھیں کھول دیں اور تبسم فرمایا جس سے میرا قلق اور اضطراب بہت بڑھ گیا۔ میں آپ کے پائتیں گیا اور اپنا چہرہ آپ کے کفِ پا سے ملنے لگا۔ آپ نے اسی وقت اپنے پاؤں سمیٹ لئے۔ (نفحات الانس صفحہ ۶۳۱)

حضرت علامہ جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس واقعہ کو اپنی کتاب میں بلاتردید تحریر فرما کر ثابت کردیا کہ ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے کہ اولیاء اللہ بعد وفات زندہ رہتے ہیں۔

زیارتِ قبور اور ان سے استفادہ

قبروں کی زیارت کرنا اور ان سے فائدہ حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کے بارے میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور بزرگانِ دین کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔

حضور سیدِ عالم کا عقیدہ

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ وصالِ اقدس ۱۱ ہجری بمطابق ۶۳۲ عیسوی)

(۱) حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا.

ترجمہ: میں نے تم لوگوں کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا (اب میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ) ان کی زیارت کرو۔ (مسلم۔ مشکوٰۃ صفحہ ۱۵۴)

محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث شریف کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت سے قرب کے سبب اس اندیشہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے قبروں کی زیارت سے منع کر دیا تھا کہ لوگ ان کے ساتھ پھر کہیں جاہلیت والا رویہ نہ اختیار کر لیں۔ پھر جب اسلام کے قوانین سے لوگ خوب آگاہ ہو گئے تو آپ نے قبروں کی زیارت کے لئے اجازت دے دی۔ (اشعۃ اللمعات جلد ۱ صفحہ ۷۱۷)

(۲) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا.

ترجمہ: میں نے تم لوگوں کو قبروں کی زیارت سے روکا تھا تو اب تم ان کی زیارت کرو۔ (ابنِ ماجہ۔ مشکوٰۃ صفحہ ۱۵۴)

(۳) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّمَا كَانَ لَيْلَتُهَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ اِلَى الْبَقِيْعِ.

ترجمہ: جس رات کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے یہاں قیام فرماتے تو آخرِ رات میں اٹھ کر مدینہ کے قبرستان میں تشریف لے جاتے۔

(مسلم۔ مشکوٰۃ صفحہ ۱۵۴)

(۴) حضرت محمد بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ زَارَ قَبْرَ اَبَوَیْهِ اَوْ اَحَدِهِمَا فِیْ کُلِّ جُمْعَةٍ غُفِرَلَهٗ وَ کُتِبَ بَرًّا.

ترجمہ: جو اپنے ماں باپ کی قبروں کی زیارت کرے یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی ہر جمعہ کے دن تو اسے بخش دیا جائے گا اور اسے نیکی کرنے والا لکھا جائے گا۔

(مشکوٰۃ صفحہ ۱۵۴)

ان احادیثِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک قبروں کی زیارت جائز ہے بلکہ جو شخص ہر جمعہ کو اپنے ماں باپ کی قبروں کی زیارت کرے وہ بخش دیا جائے گا۔

حضرت امام شافعی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۲۰۴ ہجری)

حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۲۵۳ ہجری) تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا۔

اِنِّیْ لَا تَبَرَّکُ بِاَبِیْ حَنِیْفَةَ وَاَجِیْءُ اِلٰی قَبْرِهٖ فَاِذَا عَرَضَتْ لِیْ حَاجَةٌ صَلَّیْتُ رَکْعَتَیْنِ وَ سَئَلْتُ اللّٰهِ تَعَالٰی عِنْدَ قَبْرِهٖ فَتُقْضٰی سَرِیْعًا.

ترجمہ: میں امام ابو حنیفہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر کے پاس آتا ہوں۔ تو جب مجھے کوئی حاجت درپیش ہوتی ہے تو میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور ان کی قبر کے پاس اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں تو حاجت جلد پوری ہو جاتی ہے۔

(ردالمختار جلد ا صفحہ ۳۸)

اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

امام شافعی گفتہ است قبر موسیٰ کاظم تریاق مجرب ست مر اجابت دعا را۔

ترجمہ: حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر دعا کی مقبولیت کے لئے تریاقِ مجرب ہے۔ (اشعۃ اللمعات جلد ا صفحہ ۷۱۵)

ان تحریروں سے حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ عقیدے معلوم ہوئے کہ بزرگوں کے مزاروں کی زیارت کے لئے جانا، صاحب مزار سے برکت حاصل کرنا، ان کے مزاروں کے پاس جا کر دعا کرنا اور صاحب مزار کو حاجت روائی کا ذریعہ ٹھہرانا جائز ہے اور بعض بزرگوں کا مزار دعا

کی مقبولیت کے لئے تریاق مجرب ہے۔

عارف باللہ علامہ صاوی مالکی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان)

آپ آیتِ کریمہ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں۔

مِنَ الضَّلَالِ الْمُبِیْنِ وَالْخُسْرَانِ الظَّاهِرِ تَكْفِیْرُ الْمُسْلِمِیْنَ بِزِیَارَةِ اَوْلِیَاءِ اللّٰهِ زَاعِمِیْنَ اَنَّ زِیَارَتَهُمْ اَوْلِیَاءِ اللّٰهِ زَاعِمِیْنَ اَنَّ زِیَارَتَهُمْ مِنْ عِبَادَةِ غَیْرِ اللّٰهِ كَلَّا بَلْ هِیَ مِنْ جُمْلَةِ الْمُحَبَّةِ اِلٰی اَهْلِهٖ.

ترجمہ: اولیاء اللہ کی زیارت کے سبب مسلمانوں کو اس خیال سے کافر کہنا کہ ان کی زیارت عبادت غیر اللہ ہے واضح گمراہی اور کھلی ہوئی ہلاکت ہے (اولیاء اللہ کی زیارت عبادت غیر اللہ ہرگز نہیں بلکہ اَلْحُبُّ فِی اللّٰهِ میں سے ہے۔

(تفسیر صاوی جلد ۱ صفحہ ۲۴۵)

معلوم ہوا کہ عارف باللہ حضرت علامہ صاوی مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک اولیاء اللہ کی زیارت کے لئے جانا جائز ہے کہ وہ عبادت غیر اللہ نہیں ہے بلکہ اَلْحُبُّ فِی اللّٰهِ میں سے ہے۔

سلطان التّارکین حضرت صوفی حمید الدین ناگوری کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۶۷۷ ہجری)

آپ فرمایا کرتے تھے جس شخص کو کوئی حاجت درپیش ہو وہ میری بیوی سیدہ خدیجہ کی قبر پر جا کر عرض کرے کیونکہ آپ نے کسی حاجت مند کو اپنے دروازہ سے محروم نہیں کیا۔

(سلطان التارکین صفحہ ۹۳)

حضرت صوفی حمید الدین ناگوری علیہ الرحمۃ والرضوان کے اس فرمان سے ان کا عقیدہ بالکل واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے اپنی قبروں سے لوگوں کی حاجتیں پوری کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنی حاجتوں کے لئے بزرگوں کی قبروں پر جائیں اور ان سے فائدہ حاصل کریں۔

سلطان المشائخ حضرت محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیاء کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۷۲۵ ہجری)

آپ نے فرمایا کہ مولانا کتھیلی نے مجھ سے بیان کیا کہ دہلی میں ایک سال قحط پڑا۔ میں کرباسی بازار سے گزر رہا تھا اور بھوکا تھا۔ میں نے کھانا خریدا اور خود سے کہا کہ اس کھانے کو تنہا نہیں کھانا چاہیئے۔ کسی کو بلا کر کھانے میں اس کو بھی شریک کروں۔ ایک کملی والے درویش کو میں نے دیکھا جو گدڑی پہنے ہوئے میرے سامنے سے گزر رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ اے میرے خواجہ! میں درویش ہوں اور تم بھی درویش ہو اور میں غریب ہوں تم بھی غریب دکھائی دیتے ہو۔ کچھ کھانا موجود ہے۔ آؤ! تا کہ مل کر کھائیں۔ وہ درویش راضی ہوئے۔ ہم نانبائی کی دوکان کے اوپر گئے اور کھانا کھایا۔

اس دوران میں اس درویش کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اے خواجہ مجھ پر بیس روپے قرض ہو گیا ہے۔ میرا وہ قرض ادا ہونا چاہیئے۔ اس درویش نے کہا تم اطمینان سے کھانا کھاؤ۔ میں بیس روپے تم کو دیتا ہوں۔ مولانا کتھیلی نے کہا کہ میرے دل میں آیا کہ اس پھٹے حال شخص کے پاس بیس روپے کہاں ہوں گے جو مجھ کو دے گا۔ الغرض جب کھانا کھا چکے وہ اٹھے اور اپنے ساتھ مجھ کو لے چلے۔ وہ مسجد کی طرف گئے۔ مسجد میں ایک قبر تھی اس کے سرہانے کھڑے ہو کر انہوں نے کچھ مانگا اور ایک چھوٹی لکڑی ان کے ہاتھ میں تھی، آہستہ سے اس کو دو بار قبر پر مارا اور کہا اس درویش کو بیس روپے کی ضرورت ہے اس کو دو! یہ کہا اور میری طرف منہ کر کے مجھ سے کہا مولانا! واپس جاؤ! بس آپ کو بیس روپے مل جائیں گے۔

مولانا کتھیلی نے کہا جب میں نے یہ بات سنی اس درویش کا ہاتھ چوما اور ان سے جدا ہو کر شہر کی طرف چل پڑا۔ میں اس وقت حیرت میں تھا کہ وہ بیس روپے مجھ کو کہاں سے مل جائیں گے۔ میرے پاس ایک خط تھا جو کسی کے گھر پر مجھے دینا تھا۔ اس دن وہ خط لے کر دروازہ کمال پہنچا۔ ایک ترک اپنے گھر کے چھجے پر بیٹھا تھا۔ اس نے مجھ کو دیکھا اور آواز دی اور اپنے غلاموں کو دوڑایا۔ وہ مجھے پوری کوشش سے اوپر لے گئے۔ اس ترک نے مجھے بہت خوش کیا۔ میں نے ہر چند کوشش کی، مگر اس کو نہیں پہچان سکا۔ وہ ترک یہی کہتا۔ کیا تم وہ عقل مند نہیں ہو جس نے فلاں جگہ میرے ساتھ بہت نیکی کی تھی۔ میں نے اس سے کہا میں تم کو نہیں پہچانتا۔ اس نے کہا میں تم کو پہچانتا ہوں۔ خود کو کیوں چھپاتے ہو۔ الغرض اس قسم کی بہت سی باتیں کیں۔ اس کے بعد بیس روپے لایا اور بڑی معذرت کے ساتھ میرے ہاتھ میں دے دیا۔ (فوائد الفواد مجلس ۲۱ بست و کیم صفحہ ۱۲۴)

حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس واقعہ کو بلا تردید بیان فرما کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ جس طرح ظاہری زندگی میں اولیاء اللہ سے کسی چیز کو دینے کے لئے عرض کرنا جائز ہے، ایسے ہی بعد وصال ان کی قبر کے پاس حاضر ہو کر کسی چیز کو دینے کے لئے کہنا جائز

ہے۔ اس لئے کہ حقیقتاً دینے والا خدا تعالیٰ ہے اور اولیاء اللہ کی طرف نسبت مجازاً ہے جیسے حقیقتاً بیمار و اچھا کرنے والا اللہ ہے لیکن مریض کہتا ہے ڈاکٹر صاحب! ہم کو اچھا کر دیجیئے۔

حضرت علامہ جامی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۸۹۸ ہجری)

آپ لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ ابوالحارث اولاسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان فرمایا کہ میں نے حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ والرضوان کی بہت شہرت سنی تھی۔ چند مسئلوں کے حل کرنے کے لئے میں نے ان کی زیارت کا قصد کیا۔ جب میں مصر پہنچا تو لوگوں نے مجھے بتایا کہ ان کا توکل انتقال ہوگیا۔ یہ سن کر میں ان کے مزار پر گیا۔ وہاں پہنچ کر مراقبہ میں بیٹھ گیا۔ کچھ دیر کے بعد مجھے نیند آ گئی۔ خواب میں ان کا دیدار ہوا اور مجھے جو مشکل مسئلے در پیش تھے وہ میں نے ان سے دریافت کیئے۔ انہوں نے ان سب کا مجھے جواب مرحمت فرمایا۔ (نفحات الانس صفحہ ۱۹۳)

حضرت علامہ جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس واقعہ کو تحریر فرما کر اپنا یہ عقیدہ واضح کر دیا کہ اولیاء اللہ کے مزارات پر اپنی کسی حاجت کو لے کر جانا جائز ہے اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے لوگوں کی مشکلات کو حل فرماتے ہیں۔

علامہ ابنِ حجر مکی شافعی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۹۷۳ ہجری)

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ ہمیشہ سے علماء اور اہلِ حاجت کا طریقہ رہا کہ وہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کی زیارت کرتے اور اس کے وسیلے سے قضائے حاجت چاہتے اور اس ذریعہ سے کامیابی کا اعتقاد رکھتے اور منہ مانگی مراد پاتے تھے۔ از اں جملہ رکن اسلام حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کہ جب وہ بغداد میں فروکش تھے۔ فرمایا کہ میں امام ابوحنیفہؓ سے برکت لیتا ہوں اور ان کی قبر مبارک کی زیارت کرتا ہوں۔ جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے، دو رکعت نماز پڑھ کر ان کی قبر کے پاس جاتا ہوں۔ خداوندِ عالم سے وہاں دعا کرتا ہوں تو فوراً حاجت روائی ہوتی ہے۔ (الخیرات الحسان مترجم صفحہ ۱۶۶)

اس تحریر سے حضرت علامہ ابنِ حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عقیدہ بالکل واضح ہے کہ بزرگوں کے مزارات کی زیارت کرنا اور ان کے وسیلے سے حاجت روائی چاہنا جائز ہے، جیسا کہ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا کرتے تھے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۱۰۵۲ ہجری)

آپ تحریر فرماتے ہیں۔

زیارت قبور مستحب ست باتفاق۔

ترجمہ: قبروں کی زیارت بالاتفاق مستحب ہے۔(اشعۃ اللمعات جلد ا صفحہ ۷۱۵)

اورتحریر فرماتے ہیں۔

واجب ست احترام میت نزد زیارت وے خصوصاً صالحاں و مراعات ادب برقدر مراتب ایشاں، چنانچہ در حالتِ حیات ایشاں بود۔ زیرا کہ صالحاں رامدد بلیغ ست مر زیارت کنندگان خود رابراندازۂ ادب ایشاں۔

ترجمہ: میت کا احترام اس کی زیارت کے وقت واجب ہے۔ خصوصاً بزرگانِ دین کا، اورادب کی رعایت ان لوگوں کے مرتبے کے لحاظ سے ضروری ہے، جیسا کہ ان کی ظاہری زندگی میں تھا۔ اس لئے کہ بزرگوں کی مدد ان کی زیارت کرنے والوں کے لئے ادب کے اعتبار سے پہنچتی ہے۔ (اشعۃ اللمعات جلد ا صفحہ ۷۲۰)

ان تحریروں سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے یہ عقیدے کھلم کھلا ثابت ہوئے کہ قبروں کی زیارت کے لئے جانا شرک و بدعت نہیں بلکہ بالاتفاق مستحب ہے اور زیارت کرنے والوں کے لئے بزرگوں کی مدد پہنچتی ہے۔

سید العلماء حضرت سید احمد طحطاوی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۱۲۳۱ ہجری)

آپ تحریر فرماتے ہیں۔

اَلتَّبَرُّکُ بِزِیَارَۃِ قُبُوْرِ الصَّالِحِیْنَ مِنْ غَیْرِ مَا یُخَالِفُ الشَّرْعَ فَلَا بَاسَ بِهٖ اِذَا کُنَّ عَجَائِزَ وَکُرِهَ ذٰلِکَ لِلشَّابَّاتِ کَحُضُوْرِهِنَّ فِی الْمَسَاجِدِ لِلْجَمَاعَاتِ۔ حَاصِلُهٗ اَنَّ مَحَلَّ الرُّخْصَةِ لَهُنَّ اِذَا کَانَتِ الزِّیَارَۃُ عَلٰی وَجْهٍ لَیْسَ فِیْهِ فِتْنَةٌ۔

ترجمہ: شریعت کے خلاف کوئی طریقہ اختیار کئے بغیر بوڑھی عورتیں بزرگوں کی قبروں کی زیارت سے برکت حاصل کریں تو کوئی حرج نہیں اور وہ جوان عورتوں کے

لئے ناجائز ہے جیسے کہ ان کا مسجدوں میں جماعتوں کے لئے حاضر ہونا جائز نہیں۔

خلاصہ یہ کہ عورتوں کے لئے اجازت صرف اس صورت میں ہے جب کہ زیارت ایسے طریقہ پر ہو کہ اس میں کوئی فتنہ نہ ہو۔ (طحطاوی علی مراقی صفحہ ۳۴۱)

یعنی حضرت سید احمد طحطاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک مردوں کو بزرگوں کی قبروں کی زیارت سے برکت حاصل کرنا جائز ہے اور عورتوں کو صرف اس صورت میں اجازت ہے جب کہ فتنہ نہ ہو۔

علامہ ابنِ عابدین شامی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۱۲۵۳ ہجری)

آپ تحریر فرماتے ہیں۔

اَمَّا الْاَوْلِیَاءُ فَاِنَّھُمْ مُتَفَاوِتُوْنَ فِی الْقُرْبِ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَنَفْعُ الزَّائِرِیْنَ بِحَسْبِ مَعَارِفِھِمْ وَاَسْرَارِھِمْ۔

ترجمہ: اولیاء اللہ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں مختلف درجہ رکھتے ہیں اور زیارت کرنے والوں کو اپنے معارف و اسرار کے لحاظ سے فائدہ پہنچاتے ہیں۔ (ردالمختار جلد ۱ صفحہ ۶۰۴)

اور تحریر فرماتے ہیں۔

اَلتَّبَرُّکُ بِزِیَارَۃِ قُبُوْرِ الصَّالِحِیْنَ فَلَا بَاْسَ اِذَا کُنَّ عَجَائِزَ وَیُکْرَہُ اِذَا کُنَّ شَوَّابَ کَحُضُوْرِ جَمَاعَۃٍ فِی الْمَسَاجِدِ۔

ترجمہ: بزرگوں کی قبروں کی زیارت سے برکت حاصل کرنا بوڑھی عورتوں کو حرج نہیں اور جبکہ جوان ہوں تو ناجائز ہے جیسے کہ جماعت کے لئے مسجدوں میں حاضر ہونا جائز نہیں۔ (ردالمختار ۱ صفحہ ۶۰۴)

ان تحریروں سے حضرت علامہ ابنِ عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنا عقیدہ بالکل واضح کر دیا کہ اولیاء اللہ اپنے درجے کے اعتبار سے زیارت کرنے والوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں اور بوڑھی عورتوں کو بزرگوں کی قبروں کی زیارت سے برکت حاصل کرنے میں حرج نہیں البتہ جوان عورتوں کو ناجائز ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۱۱۷۶ ہجری)

آپ لکھتے ہیں کہ والد گرامی شاہ عبدالرحیم قبلہ نے فرمایا۔ ایک دفعہ میں حضرت خواجہ قطب

الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار کی زیارت کے لئے گیا۔ آپ کی روح مبارک ظاہر ہوئی اور مجھ سے فرمایا کہ تمہیں ایک فرزند پیدا ہوگا۔ اس کا نام قطب الدین احمد رکھنا۔ اس وقت میری زوجہ عمر کے اس حصہ کو پہنچ چکی تھیں جس میں اولاد کا پیدا ہونا ناممکن ہوتا ہے۔ میں نے سوچا کہ شاید اس سے مراد بیٹے کا فرزند یعنی پوتا ہے۔ میرے اس وہم پر آپ فوراً مطلع ہو گئے اور فرمایا میرا مقصد یہ نہیں بلکہ یہ فرزند (جس کی بشارت دی گئی ہے) خود تمہارے صلب سے ہوگا۔ کچھ عرصہ بعد دوسرے عقد کا خیال پیدا ہوا اور اسی سے کاتب الحروف فقیر ولی اللہ پیدا ہوا۔ میری پیدائش کے وقت والد ماجد کے ذہن سے یہ واقعہ اتر گیا اس لئے انہوں نے ولی اللہ نام رکھ دیا۔ کچھ عرصہ بعد جب انہیں یہ واقعہ یاد آیا تو انہوں نے میرا دوسرا نام قطب الدین احمد رکھا۔ (انفاس العارفین صفحہ ۱۱۰)

اس واقعہ کے تحریر کرنے سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے یہ عقیدے واضح طور پر ثابت ہوئے کہ بزرگوں کے مزارات کی زیارت کے لئے جانا جائز ہے۔ اولیاء اللہ کو بعد وصال بھی علم غیب ہوتا ہے کہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرزند کے پیدا ہونے کی خبر کئی سال پہلے دے دی اور صاحب مزار بزرگ زیارت کرنے والوں کے خطرات قلب پر آگاہ ہو جاتے ہیں۔

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی ۱۲۳۹ ہجری)

آپ تحریر فرماتے ہیں

در شرح مقاصد ذکر کردہ نفع یافتہ می شود بزیارت قبور و استعانت بنفوس اخیار از اموات بدرستیکہ نفس مفارقہ را تعلقے ہست بہ بدن و تربتے کہ دفن کردہ شود در آں تربت راو متوجہ می شود بسوئے نفس میت حاصل می شود میان ہر دو نفس ملاقات و فائضات۔ و اختلاف کردہ اند در آنکہ امداد حی قوی تر ست از امداد میت یا بالعکس مختار بعض محققین ثانی ست۔ و دریں باب بعضے روایات کنند کہ فرمود آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چوں متحیر شوید شما در امور یعنی بر آمد کارہا پس مدد جوئید از اصحاب قبور۔ شیخ اجل در شرح مشکوٰۃ گفتہ کہ یافتہ نمی شود در کتاب و سنت و اقوال سلف صالح چیزیکہ مخالف و منافی ایں باشد و رد کند ایں را۔

ترجمہ: شرح مقاصد میں ہے کہ قبروں کی زیارت اور نیک لوگوں کی نفوس سے وفات کے بعد نفس کا بدن اور قبر کے ساتھ ایک تعلق رہتا ہے۔ لہٰذا جب کوئی شخص اس

قبر کی زیارت کرتا ہے اور میت کے نفس کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو دونوں نفسوں کے درمیان ملاقات اور فیضان کا تعلق قائم ہو جاتا ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ زندہ کی امداد قوی ہے یا میت کی۔ بعض محققین نے میت کی امداد کو قوی قرار دیا ہے۔ بعض حضرات نے اس سلسلے میں روایت کی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی کام میں حیران ہو جاؤ تو قبر والوں سے مدد طلب کرو۔ شیخ اجل حضرت عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مشکوٰۃ کی شرح میں فرمایا کہ کتاب وسنت نیز اقوالِ سلف میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی جو اس کے مخالف ومنافی ہو اور اس بات کو رد کرے۔ (فتاویٰ عزیزیہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۸)

اس تحریر سے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عقیدہ واضح ہو گیا کہ بزرگانِ دین کے مزاروں کی زیارت کرنا اور اپنی مشکلات کے حل ہونے کے لئے ان سے مدد طلب کرنا جائز ہے۔

ایک ضروری فتویٰ

غیر صحابہ کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا کیسا ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لفظ غیرِ صحابہ کے لئے استعمال کرنا کیسا ہے؟ بکر، کہتا ہے کہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لفظ بڑے بڑے علماء اور بزرگوں کے لئے بھی جائز ہے کہ یہ لفظ صحابۂ کرام کے ساتھ خاص نہیں ہے اور زید، کہتا ہے کہ کوئی دینی پیشوا خواہ کتنا ہی بڑا ہوا گر صحابی نہ ہو تو اسے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا جائز نہیں کہ یہ لفظ صحابۂ کرام کے ساتھ خاص ہے۔ اسی لئے حضرت اویس قرنی کو جو عاشقِ رسول اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ کے مقبول تھے، مگر اتنے بڑے بزرگ کو بھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھنا غلط ہے۔ لہٰذا اس کے بارے میں کس کا قول صحیح ہے؟ مفصل جواب تحریر فرمائیں کرم ہوگا۔

المستفتی۔۔۔ محمد حنیف رضوی
خطیب سنی رضوی مسجد کرلا بمبئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لَکَ الْحَمْدُ یَا اللّٰہُ ! وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ!

الجواب: غیر صحابہ کے لئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لفظ استعمال کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ درِ مختار مع شامی جلد پنجم صفحہ ۴۸۰ میں ہے۔ یستحب الترضی للصحابة و الترحم للتابعین و من بعدھم من العلماء و العباد وسائر الاخیار و کذا یجوز عکسه وھو الترحم للصحابة و الترضی للتابعین و من بعدھم علی الراجح. ا.ھ ملخصاً یعنی صحابہ کے لئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا مستحب ہے اور تابعین وغیرہ کے لئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مستحب ہے اور اس کا الٹا یعنی صحابہ کے لئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور تابعین وغیرہ علماء و مشائخ کے لئے راجح مذہب پر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی جائز ہے۔

اور حضرت علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض جلد سوم صفحہ ۵۰۹ میں تحریر فرماتے ہیں۔ ویذکر من سواھم ای من سوی الانبیاء من الائمة

وغيرهم بالغفران والرضى فيقال غفر الله تعالى لهم ورضي عنهم. ١٠٨ ملخصاً یعنی اور انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ آئمہ وغیرہ علماء ومشائخ کو غفران ورضا سے یاد کیا جائے تو غفر اللہ تعالیٰ لہم ورضی اللہ تعالیٰ عنہم کہا جائے۔

لہٰذا بکر کا قول صحیح ہے کہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لفظ صحابۂ کرام کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ بڑے بڑے علماء اور بزرگوں کے لئے بھی جائز ہے اور زید کا یہ کہنا غلط ہے کہ کوئی دینی پیشوا خواہ کتنا ہی بڑا ہو اگر صحابی نہ ہو تو اسے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا جائز نہیں اور یہ بھی غلط ہے کہ حضرت اویس قرنی کو اسی لئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں لکھا جاتا کہ وہ صحابی نہیں تھے۔ اس لئے کہ محدث کبیر حضرت شیخ عبدالحق دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جن کو کتب خانہ رحیمیہ دیوبند نے اخبار الاخیار شریف کے ٹائیٹل پیج پر سید المحققین اور برگزیدۂ جنابِ باری تعالیٰ لکھا ہے۔ انہوں نے اپنی مشہور کتاب اشعۃ اللمعات میں جلد چہارم صفحہ ۷۴۳ پر حضرت اویس قرنی کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہے۔

اور حضرت اویس قرنی کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے تابعی ہیں کہ جن کی ملاقات بہت بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ سے ہوئی ہے اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے تابعی ہیں جن کی ملاقات صرف چند صحابہ سے ہوئی ہے۔ ان کو خاتم المحققین حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شامی جلد اول مطبوعہ دیوبند صفحات ۳۵، ۳۸، ۴۱ اور ۴۳ پر کل سات جگہ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہے اور صفحہ ۴۷ پر حضرت سہل بن عبداللہ تُستری کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہے۔ حالانکہ یہ دونوں بزرگ تابعی بھی نہ تھے کہ امام شافعی کی پیدائش ۱۵۰ ہجری میں ہوئی اور انتقال ۲۰۴ ہجری میں ہوا اور حضرت تُستری کا انتقال ۲۸۳ ہجری میں ہوا۔

اور حضرت علامہ علاؤ الدین محمد بن علی حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی مشہور کتاب دُرِ مختار مع رد المحتار جلد اوّل مطبوعہ دیوبند صفحہ ۴۵ پر حضرت امام شافعی کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا اور صفحہ ۴۳ پر حضرت عبداللہ بن مبارک کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا اور یہ بھی تابعی نہ تھے کہ ان کی پیدائش ۱۱۸ ہجری میں ہوئی۔

اور حضرت علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ ۳۸۲ پر حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہے اور امام المحدثین حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد اوّل مطبوعہ بمبئی صفحہ ۳ پر حضرت امام اعظم اور حضرت امام شافعی کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہے۔

اور سید العلماء حضرت سید احمد طحطاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی مشہور تصنیف طحطاوی علی مراقی مطبوعہ قسطنطنیہ صفحہ ۱ پر حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہے۔

اور حضرت علامہ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے احیاء العلوم جلد دوم صفحہ ۷ پر حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہے۔

اور شارح بخاری علامہ ابنِ حجر عسقلانی نے مقدمہ فتح الباری صفحہ ۱۸۱ پر امام بخاری کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا جن کی پیدائش ۱۹۴ ہجری میں ہوئی اور انہی علامہ ابنِ حجر عسقلانی نے اسی کتاب کے مقدمہ صفحہ ۲۱ پر حضرت امام شافعی کو بھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا۔

اور شارح مسلم حضرت ابوزکریا امام محی الدین نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مقدمہ شرح مسلم شریف صفحہ ۱۱ پر حضرت امام مسلم کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا جن کی ولادت ۲۰۴ ہجری میں ہوئی۔

اور محدثِ کبیر حضرت شیخ عبدالحق دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشعۃ اللمعات جلد اوّل صفحہ ۱۶ پر حضرت امام شافعی کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہے اور اسی کتاب اسی جلد کے صفحہ ۹ پر حضرت شیخ نے امام بخاری کو بھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہے۔

اور حدیث کی مشہور کتاب مشکوٰۃ شریف کے مصنف حضرت شیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مشکوٰۃ شریف کے مقدمہ صفحہ ۱۱ پر صاحب مصابیح حضرت علامہ ابومحمد حسین بن مسعود فراء بغوی کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا اور انہی علامہ بغوی کو تفسیر معالم التنزیل مطبوعہ مصر کے صفحہ ۲ پر بھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا گیا ہے جو تبع تابعی بھی نہ تھے کہ ان کا انتقال چھٹی صدی ہجری میں ہوا۔

اور حضرت علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی مشہور تصنیف نسیم الریاض جلد اول مطبوعہ صفحہ ۵ پر حضرت علامہ قاضی عیاض کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہے اور یہ بھی تبع تابعی نہ تھے چھٹی صدی ہجری کے عالم تھے کہ ان کا انتقال ۵۵۴ ہجری میں ہوا۔

اور سید المحققین حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشعۃ اللمعات جلد اوّل صفحہ ۷۱ پر اور اخبار الاخیار مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند کے صفحات ۱۵، ۱۶، ۱۸، ۲۱، ۲۲، ۲۴، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴ کل پندرہ مقامات پر حضرت غوثِ پاک شیخ عبدالقادر محی الدین جیلانی کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہے، جن کی ولادت ۴۷۰ ہجری اور بقول بعض ۴۷۱ ہجری میں ہوئی ہے۔

اور امام المحدثین حضرت ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد اوّل صفحہ ۲۷ پر حضرت عبداللہ بن مبارک، حضرت لیث بن سعد، حضرت امام مالک بن انس، حضرت داؤد طائی، حضرت ابراہیم بن ادھم اور حضرت فضیل بن عیاض وغیرہم کو رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین لکھا ہے۔ حالانکہ ان میں سے کوئی بھی صحابی نہیں ہے۔

اور عارف باللہ حضرت شیخ احمد صاوی مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تفسیر صاوی جلد اوّل

صفحہ ۳ پر حضرت علامہ شیخ سلیمان جمل، علامہ شیخ احمد دردں علامہ شیخ امیر، علامہ شمس الدین محمد بن سالم حفناوی، امام ابوالحسن شیخ علی صعیدی عددی، علامہ محمد بن بدری دیباطی، علامہ نورالدین علی شبرامکسی، علامہ حلبی صاحب السیرۃ علامہ علی اجھوری، علامہ برہان علقمی، علامہ شمس الدین محمد علقمی، علامہ امام زیادی، علامہ شیخ رملی، شیخ الاسلام علامہ زکریا انصاری علامہ جلال الدین محلی اور علامہ جلال الدین سیوطی۔ ان تمام علماء کو رضی اللہ تعالیٰ عنہم لکھا ہے جن میں سے کوئی بھی صحابی نہیں۔

اور علامہ ابوالحسن نورالملۃ والدین علی بن یوسف شطنوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی مشہور تصنیف بہجۃ الاسرار میں غیر صحابہ کو بے شمار مقامات پر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہے اور ہدایہ میں صاحب ہدایہ کو ان کے شاگردنے کئی مقامات پر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہے۔

ان تمام شواہد سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لفظ فقط صحابہء کرام کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ اگر یہ لفظ ان کے ساتھ خاص ہوتا یعنی غیر صحابہ کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھنا جائز نہ ہوتا تو اتنے بڑے بڑے محققین جو اپنے زمانے میں علم کے آفتاب و ماہتاب تھے یہ لوگ غیر صحابہ کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہرگز نہ لکھتے۔

یہاں تک کہ عام دیوبندی وہابی جو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صحابہ کے ساتھ خاص سمجھتے ہیں اور غیر صحابہ کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے پر لڑتے جھگڑتے ہیں، ان کے پیشوا مولوی قاسم نانوتوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی کو بھی رضی اللہ تعالیٰ عنہما لکھا گیا ہے جیسا کہ تذکرۃ الرشید جلد اوّل صفحہ ۲۸ پر ہے۔

"مولانا محمد قاسم صاحب و مولانا رشید احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہما چند روز کے بعد ایسے ہم سبق بنے کہ آخرت میں بھی ساتھ نہ چھوڑا" اور کتب خانہ رشیدیہ دہلی نے بخاری شریف کی دونوں جلدوں کے ٹائیٹل اور سرِ ورق پر حضرت امام بخاری کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہے۔

قرآن کریم سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لفظ فقط صحابۂ کرام کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ پارہ ۳۰ سورۃ اَلْبَیِّنَۃ میں ہے۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَ رَضُوْا عَنْہُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ ﴿۸﴾ یعنی رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ ان لوگوں کے لئے جو اپنے رب سے ڈریں۔ جیسا کہ تفسیر مدارک جلد چہارم مصری صفحہ ۳۷۱ میں ہے (ذٰلِکَ) ای الرضا لمن خشی ربہ اس کا مطلب یہ ہے کہ رضا یعنی رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ ان لوگوں کے لئے ہے جن کے دل میں رب کی خشیت ہو۔

اور رب کی خشیت علماء ہی کا خاصہ ہے۔ جیسا کہ علامہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آیت کریمہ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ ﴿۸﴾ کے تحت فرماتے ہیں۔ ھٰذہ الایۃ اذا ضم الیھا ایۃ اخرٰی صار المجموع دلیلا علٰی فضل العلم والعلماء و ذٰلک لانّہ تعالٰی قال

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا ط فدلت هذه الاية علٰی ان العالم يكون صاحب الخشية یعنی اس آیت کریمہ کو دوسری آیت سے ملانے پر علم اور علماء کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صرف اس کے بندے علماء ہی کو خشیت الٰہی حاصل ہوتی ہے تو اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ خشیت الٰہی علماء کا خاصہ ہے۔ (تفسیر کبیر جلد ہشتم صفحہ ۴۶۰)

اور تفسیر روح البیان جلد دہم صفحہ ۴۹۱ میں اس آیت کریمہ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ ﴿۸﴾ کے تحت ہے۔ ذٰلک الخشية التی من خصائص العلماء بشؤن الله تعالٰی ...... ؟ الجميع الكمالات الغلميه والعملية المستتبعة للسعادات الدينية والدنيوية قال الله تعالٰی اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا ط یعنی خشیت الٰہی جو خدا تعالیٰ کے امور واحوال جاننے والوں کا خاصہ ہے۔ اسی پر تمام کمالات علمیہ وعملیہ کا دارومدار ہے کہ جن سے دینی اور دنیوی سعادتیں حاصل کی جاتی ہیں۔

خلاصہ یہ ہوا کہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ اس کے لئے ہے جسے خشیت الٰہی ہو اور خشیت الٰہی خدا تعالیٰ کے امور واحوال جاننے والوں کے لئے ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ خدا تعالیٰ کے امور واحوال جاننے والوں کے لئے ہے۔ یعنی جلیل القدر علماء ومشائخ کے لئے نہ کہ بے عمل علماء کے لئے کہ جب وہ بے عمل ہیں تو ان کو خشیت الٰہی حاصل نہیں ہے۔ اور جب خشیت الٰہی نہیں ہے تو وہ صرف نام کے عالم ہیں۔ حقیقت میں عالم نہیں ہیں۔

تفسیر خازن اور تفسیر معالم التنزیل جلد پنجم صفحہ ۳۰۲ میں ہے۔ قال الشعبی انّما العالم من خشي الله عز و جل . یعنی امام شعبی نے فرمایا کہ عالم صرف وہ شخص ہے جسے خدا عزوجل کی خشیت حاصل ہو۔ اور تفسیر خازن کے اسی صفحہ ۳۰۲ پر ہے۔ قال الربيع بن انس من لم يخش الله فليس بعالم. یعنی امام ربیع بن انس نے فرمایا کہ جسے خشیت الٰہی حاصل نہ ہو وہ عالم نہیں۔

ثابت ہوا کہ رضی اللہ عنہ صرف باعمل علماء ومشائخ کے لئے ہے۔ مگر یہ لفظ چونکہ عرف میں بڑا موقر ہے۔ یہاں تک کہ بہت سے لوگ اسے صحابۂ کرام ہی کے لئے خاص سمجھتے ہیں۔ لہٰذا اسے ہر ایک کے لئے نہ استعمال کیا جائے بلکہ اسے بڑے بڑے علماء ومشائخ ہی کے لئے استعمال کیا جائے۔ جیسے کہ ہمارے بزرگوں نے کیا ہے۔ هذا ما ظهرلی والعلم بالحق عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰی وَرَسُوْلُہٗ جَلَّ شَانُہٗ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ.

جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ

۱۲ صفر المظفر ۱۴۰۱ ہجری

کنز المدارس بورڈ کے نصاب میں شامل دیگر کتب